بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھی کی طرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو آخر کار کامیاب ہوں گے

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۲)

نمبر (۱)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

Digitized by Khilafat Library

مضمون		مضمون نگار
دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز صفحہ ۱-۲۸		عبد الرحیم
چشمہ فیض صفحہ ۲۸-۳۲		مرزا محمد احسن بیگ کامٹہ
ریویو صفحہ ۳۲		ایڈیٹر
ڈائری حضرت اقدس صفحہ ۱-۱۲		//
عربی سیکھنے کے آسان طریقے صفحہ ۱-۹		حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
مکتوبات امام الزمان صفحہ ۱۳-۱۴	ضمیمہ	//
مسائل شرعیہ صفحہ ۱-۹		مولوی سرور شاہ صاحب قادیان دارالامان
تازہ رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ ٹائٹل پیج		منیجر
احمدی احباب توجہ کریں ٹائٹل پیج صفحہ ج-د		//

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کو قادیان دارالامان سے شایع ہوا

رویا والہامات (حضرت مسیح موعودؑ)

۔جنوری ۱۹۰۸ء کی صبح کو حضور نے تین چار روز کے الہام اور خواب سنائے

(۱) سَاُکْرِمُکَ اِکْرَامًا عَجَبًا وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۔

ترجمہ۔ عنقریب میں تیری عجیب عزت ظاہر کرونگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے۔

شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ بادشاہ آیا۔ دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ فقط فرمایا۔ قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔

۲۲۔ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ۱۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم میں سے ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پاک کرے اور سطہر بنائے۔ اس وحی کے بعد میں کسی آواز مار کر اسطرح سے پکارتا ہوں۔ فتح۔ فتح۔ گویا کہ اس کا نام ہے۔ ۲۳۔ جنوری ۱۹۰۸ء۔ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰی۔ اِصْرِفْ عَنْکَ سُوْءَ الْاَقْدَارِ۔ ترجمہ تحقیق میں رحمان ہوں۔ میں بُری قضا و قدر تجھ سے پھیر دونگا یعنی بعض بلائیں جو مقدر ہیں وہ ظہور میں نہیں آئینگی۔

یکم فروری ۱۹۰۸ء۔ ۱۔ روشن نشان۔ ۲۔ ہماری فتح ہوئی۔ ۳ فروری ۱۹۰۸ء۔ ۱۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِکُمُ الْیُسْرَ۔ ۲۔ اَلْحَقُّ بِشِیْعَۃِ مُوْسٰی۔ وَ رَضِیَ اللّٰہُ بِہٖ قَوْلًا۔ ۳۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ خدا تعالیٰ نے تمہاری آسانی اور آرام کا ارادہ کیا ہے۔ اس شخص یا ان اشخاص کو موسیٰ کے خاص گروہ یعنی اس عاجز کے گروہ میں داخل کردیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بموجب اس کے قول کے راضی ہوا۔ اے اہل بیت خدا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہاری پلیدی دور کردے اور تمہیں پاک کرے جیسا کہ حق ہے پاک کرنیکا۔ ۷ فروری ۱۹۰۸ء۔ خواب میں دیکھا کہ ایک غار ہے اور اسمیں سے ایک اژدہا نکلا ہے اور ام المومنین نے اسکی ایک ٹانگ کاٹ دی (خواب میں اژدہا کی ٹانگیں بھی معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ ہاتھی کی) اور پھر خود حضرت صاحب نے اسکا ایک بڑا حصہ ٹانگ سمیت کاٹ دیا ہے اور اسکا دھڑ قریباً بیجان رہ گیا ہے اتنے میں دیکھا کہ ڈاکٹر عبد اللہ صاحب تو بسم مسکراتے ہوئے آئے ہیں وہ انہوں نے پاس آکر کہا کہ تار آئی ہے دو پل ٹوٹ گئی پوچھا کہ کہاں کے تو کہا معلوم نہیں مگر پنجاب کے ہیں۔ ۹ فروری ۱۹۰۸ء۔ العیدا الاخرٰی تنال منہ فتحًا عظیمًا۔ ۲۔ زندگی کا آرام ہوگا ہمیں زندگی سے ہے

۹ رفروری ۱۹۰۸ء۔ خدا نے تیرے پر رحم کیا ہے۔ رحمک اللہ۔ انک انت الاعلیٰ۔ امید بہاری۔ ہر یک مکان سے خیر وعافیت ہے۔ ان اللہ مع الابرار۔ انت من الابرار۔ تمام دنیا کے لئے ایک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز
اور
اُس پر ایک محققانہ نظر

Digitized by Khilafat Library

اِس وقت آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء میرے سامنے پڑا ہوا ہے جس کے صفحہ ۶۹ پر اس سرخی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے کہ "دکن سے ایک راستی پسند مسلمان کی آواز" اس سرخی نے مجھے تعجب میں ڈال دیا - اور پھر خیال آیا کہ جس مسلمان کا نام آریہ مسافر راستی پسند رکھتا ہے کیا وہ یقیناً مسلمان ہے کیونکہ جو شخص اسلام کے اصول کا کامل طور سے پابند ہوتا ہے وہی مسلمان کہلانے کا حقدار ہوتا ہے اور جس شخص کے دل میں تھوڑی دیر کے لئے بھی یہ فیصلہ ہو جاوے کہ اسلام سے فلاں مذہب سچا ہے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے - یہ میری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک شخص آریہ مسافر کے اصولوں کو قابل اطاعت سمجھے اور اسلام کو اُسکے مقابلہ میں ہیچ تو وہ کس طرح مسلمان رہ سکتا ہے - کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آریہ دل سے یہ تسلیم کرے کہ اسلام ہی اچھا مذہب ہے اور اسکو اپنی تحریروں میں بھی شایع کرے تو پھر بھی وہ ایک سچا آریہ کہلانے کا مستحق ہو - کون نہیں جانتا کہ جو شخص جس مذہب کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ اسی مذہب میں سے ہوتا ہے - میں یہ نہیں کہتا کہ اس اسلامی نام کے پردہ میں کوئی ہندو پوشیدہ ہے یا یہ کہ راقم مضمون پہلے مسلمان تھا اور اب آریہ ہو گیا ہے بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ وہ حقیقی طور پر مسلمان نہیں - خیر میں اس بحث کو جس سے مجھکو کوئی سروکار نہیں چھوڑ کر اصل مضمون کیطرف رجوع کرتا ہوں *

شروع میں آپ فرماتے ہیں :- "اے معزز ناظرین بانمکین یہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے ہمارے

بزرگ اس گیتی ناپایدار سے گزر گئے ..... ہیں اسلئے یہی زیبا ہے کہ اسکی قدر کرین ۔" مین راقم مضمون
سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ ہمارے بزرگ جو اس زمانہ کا انتظار کرتے ہوئے گذر گئے ہیں تو وہ
کس وجہ سے اس زمانہ کا انتظار کرتے تھے کیا اس غرض کیلئے کہ اس زمانہ میں گناہوں کی کثرت اور
طرح طرحکی بدیون کا طوفان بپا ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے پر شر زمانہ کو دیکھ کر اپنی طرف سے
ایک ایسا شخص منتخب کریگا جو لوگوں کو پھر ہدایت کے راستہ پر ڈالیگا ۔ جہان تک میرا خیال ہے راقم
مضمون یہان تک تو مجھ سے ضرور اتفاق کرینگے کہ ہمارے بزرگ اسلئے اس زمانہ کا انتظار کرتے تھے
کہ یہ ہدایت و روشنی کا زمانہ ہے اس کے بعد میرا یہ سوال ہے کہ کس طرح آپ نے فرما دیا کہ آریہ مذہب
کا انتظار کرتے تھے ۔ میرے خیال میں تو یہ آریہ مذہب اس وقت بھی تھا بلکہ آپ کے نزدیک تو ہم سب کے
بزرگ آریہ ہی تھے ۔ تو کیا جو آریہ کا انتظار کرتے ہوئے مر گئے وہ اس وقت آریہ اگر نہ ہو سکتے تھے
نہیں وہ ضرور ہو سکتے تھے ۔ ہان یہ بات کہ اس وقت تک باوا دیانند صاحب اس جون میں تشریف نہ لائے
تھے اسلئے اس مذہب کی حالت اس قابل نہ تھی کہ اسے قبول کیا جائے ۔ اور اگر ہمارے بزرگ اس کی
ترقی کا انتظار کرتے تھے تو میں کہونگا کہ جس طرح باوا صاحب نے اس مذہب کو ترقی بخشی کیا اگر ان لوگون کی
اس مذہب کو اختیار کرنے کی خواہش ہوتی تو وہ کچھ نہ کر سکتے تھے اگر نہ کر سکتے تھے تو کم از کم کوشش
ہی کی ہوتی جب انہون نے اس طرف خیال ہی نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی اور چیز کے انتظار مین تھے
نہ کہ آریہ مذہب کے اور دوسرے ہمارے بزرگ تو اس مذہب کی تب خواہش کرتے جبکہ ان کو معلوم ہوتا کہ
کسی زمانہ مین ایک ایسا مذہب ظہور کرنیوالا ہے اور یہ بات ان کو صرف ایک طریق سے معلوم ہو سکتی تھی
یعنے الہام سے مگر چونکہ آریہ مذہب کے رو سے جسکی تائید کے لئے راقم مضمون کھڑا ہوا ہے یہ
بات ناممکن ہے تو کیونکر ان لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ فلان زمانہ مین ایک ایسا مذہب پیدا ہونیوالا ہے ۔
اب رہی یہ بات کہ وہ کونسی چیز تھی ۔ سو آج کل جتنے مذاہب مذہبی دنگل میں قدم مارتے ہین وہ اس بات
کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو مذہب اور شریعت کا حکم چارون طرف
جاری کریگا اور ناستک مت اور دیگر ہر قسم کی تاریکیون کو دور کریگا ۔ چنانچہ مسلمان ایک مہدی کے منتظر
ہیں ۔ عیسائی مسیح کی آمد ثانی کے یہودی بھی الیاس نبی کے آسمان پر سے اترنے کے اور پھر مسیح کی
آماول گے ۔ ہندو کلنک اوتار کے اور اسی طرح بدھ مذہب والے بدھ کیلئے چشم براہ ہین ۔ غرض کہ

ہر مذہب والا اپنے مذہب کے مطابق اس آنیوالے کا نام رکھتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ ہر ایک یہی زمانہ اسکے لئے مقرر کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک ایسے شخص کو ظاہر کریگا جو دین حق کو تمام ملل باطلہ پر غالب کردیگا اس لئے اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہمارے اِس زمانہ مین جسکا تمام بزرگ انتظار کرتے ہوی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے کوئی شخص ایسا بھی موجود ہے جس نے یہ دعوی کیا ہو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کیلئے مصلح ہوکر آیا ہوں ❊

Digitized by Khilafat Library

غور کرکے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں ایک شخص موجود ہے جس نے بڑے زور سے یہ کہا اور لکہا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے مصلح بنا کر بھیجا ہے جب ہم اور ہمارے بزرگ زمانہ بعید سے اس کا انتظار کر رہے تھے اور وہ ہماری امید کے مطابق ظاہر ہوا تو کیا ہمکو نہین چاہیئے تہا کہ بلا کسی دلیل و ثبوت کے اسکو تسلیم کرتے۔ ہم پر اس رب العالمین کا کیا ہی فضل ہے کہ اس کا مرسل صرف ہم سے یہی نہین کہتا کہ میں تمہارے عقیدون کے مطابق اس زمانہ مین ظاہر ہوا ہون بلکہ وہ تو اپنے دلایل بہی ساتھ رکھتا ہے۔ اس کے پاس ہزارہا ایسے کہلے اور روشن نشانات ہین کہ اگر چشم بصیرت سے دیکھو تو چاند اور سورج کی روشنی ان کے آگے ماند ہے اور جن کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ پہر بہی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی کی شرط ساتھ ہی ہے تاہم اونہون نے کسیقدر اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں درج فرما دیئے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہوگی۔ جب ان کے نشانات اس وسعت سے ہین تو کس کی طاقت کہ ان کو تحریر میں مقید کر سکے اس لئے مین یہان پر صرف ایک یا دو پر ہی کفایت کرون گا تاکہ جو عقلمند ہون ان کو غور کرنے کا موقعہ مل سکے ❊

اول۔ جب آپ تنہائی میں رہا کرتے تہے اور کوئی شخص بہی آپ کو نہ جانتا تہا تو آپ کو الہام ہوا یأتون من کل فج عمیق۔ و یأتیک من کل فج عمیق یعنے دور دور سے تیرے پاس لوگ آئین گے اور اپنے کہانے پینے کا سامان بہی ساتہہ لائین گے۔ اب غور کرو کہ کس طرح یہہ نشان ہر روز پورا ہوتا ہے۔ ترک۔ عرب۔ اسٹریلین غرضیکہ ایسی ایسی دور کے رہنے والے جن کے دیکہنے کی ہم کبہی امید نہ کر سکتے تہے ہمنے اس چہوٹے سے گانون مین جسکو کوئی جانتا بہی نہ تہا اپنی آنکہون

سے دیکھی ہے۔ کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ اس شخص کی بعثت سے پہلے بھی اسطرح یہاں لوگ آیا
کرتے تھے۔ نہیں ہرگز ہرگز کوئی شخص بھی یہ نہیں کہ سکتا اور باوجود مخالفین کو مقابلہ میں للکارنے
کے وہ اسباب کے ثبوت دینے کے لئے میدان میں نہیں آسکے۔ یہانتک کہ خود آریہ سماج کے وہ
پرجوش ممبر جو خاص قادیان میں رہتے ہیں اور جو کہ بچپن سے حضرت مسیح موعود سے واقف
ہیں اسبات کو جھٹلا نہیں سکتے کہ قادیان اسوقت ایک گمنام گاؤں تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ
ایک دن یہ پنجاب کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا گاؤں خدا کے ایک برگزیدہ نبی کے مسکن کے
طور پر تمام روئے زمین پر شہرۃ حاصل کریگا۔ اور دور دراز ملکوں سے لوگ اس گمنام گاؤں
کی زیارت کے لئے آئیں گے مگر وہ خدا جو زمین و آسمان کے اور کل مخلوقات کے بھیدوں سے
واقف ہے اسبات کا ارادہ کر چکا تھا اور آج سے بیس برس پہلے اپنے بندوں کو اسبات کی
اطلاع دے چکا تھا۔ کہ آج تو تو اس گمنامی اور کس مپرسی کیحالت میں ہے مگر چونکہ تو نے میرے
لئے تنہائی کو پسند کیا۔ اور میری خوشی کے لئے اپنی خواہشات کو ترک کر دیا اور جو کچھ میں نے
کہا اُسپر عمل کیا اس لئے میں اس گمنامی کے بدلہ تجھکو عزت اور شہرت دونگا اور اس نفس کشی
کے بدلہ میں تیری خواہشات کو پورا کر دونگا۔ اور چونکہ تو نے میرا کہنا مانا میں تیری دعاؤں کو
سنونگا۔ پس کیا یہ ایسا معجزہ نہیں جسکو لاکھوں آریوں نے دیکھا۔

(۲) آریہ صاحبان ۶ مارچ کے دن کو یاد کریں جو کبھی بھی انکی تاریخ سے مٹ نہیں سکتا
کیونکہ انہیں اس شخص کیطرف سے آریوں پر حجت قائم ہوئی۔ کیا اُسدن سے پانچ برس پہلے
نہ بتایا گیا تھا کہ فلاں روز اور فلاں وقت یہ حادثہ ہوگا۔ کیا نہ کہا تھا۔ ع

الا اے دشمن نادان و بے راہ بترس از تیغ بران محمدؐ

پھر کون نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ اور لیکھرام نے اپنی جان آریوں پر قربان کی
جب وہ زمانہ آگیا ہے جس کے دیکھنے کے آپکے بزرگ بھی منتظر تھے۔ اور ایسے زمانہ
میں ایک شخص نے دعوےٰ بھی کیا ہے۔ کہ میں خدا تعالےٰ کیطرف سے ہوں اور اس نے
اپنی سچائی کے لئے ہزارہا نشان بھی دکھائے ہیں تو کیا اب یہ ہم کو ضروری نہیں
کہ ہم ایسے شخص کو قبول کریں یا کم سے کم ایک پاک دل کے ساتھ اسبارہ میں تحقیق و تدقیق ہی کریں

آگے چلکر مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں۔ آپ اسبات سے واقف ہونگے کہ عرصہ سے ایک مقدس جماعت یعنے۔ آریہ سماج اس ویدک دہرم کو جو ابتدائے آفرینش میں برائے بہبودی خلایق اللہ جل شانہ نے بذریعہ الہام اپنے مقدس و مطہر و معصوم رشیونپر نازل فرمایا تھا۔ کسقدر سرگرمی سے از سرنو چار دانگ میں پھیلانیکی کوشش کررہی ہے۔ میں صاحب مضمون سے دریافت کرونگا کہ کس حیثیت سے مقدس جماعت ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ دوسرے مذاہب والوں کو گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہے۔ اگر آپ ان گالیونکا ثبوت چاہیں۔ تو میں انکے اخباروں سے نکال کر دکھا دونگا۔ کہ سب سے زیادہ بکواس کرنیوالی کونسی قوم ہے۔ یا کیا وہ اس حیثیت سے مقدس جماعت ہے کہ زیادہ نیک اعمال کرتی ہے کیونکہ نیوگ جیسے پاک کلام کی اس مقدس جماعت نے بنیاد رکھی ہے یا کیا اسلئے کہ وہ دیانندی اصولونپر خوب عمل کرتی ہے۔ ہمارے ایک دوست ماسٹر عبد الرحمن صاحب نے ایک اشتہار انعامی ۹۹۰ روپے کا دیا تھا۔ جسکا یہ مطلب تھا کہ اگر کوئی باوا دیانند کے مقرر شدہ اصولوں کے مطابق اپنے آپکو آریہ ثابت کردے تو اسکو یہ انعام دیا جائیگا۔ آریہ پارٹی کے طرفدار اس خبر کو افسوس سے پڑہیں گے کہ آج تک ایک شخص بھی پبلک کے سامنے پیش نہیں ہوسکا جو اپنے آپ کو پکا آریہ ثابت کرے اگرچہ اشتہار کو شائع ہوئے ۸ ماہ کے قریب ہوگئے اس انعام کی میعاد چھ ماہ کی تھی جو ختم ہوگئی ہے۔ اگر اب بھی کوئی اپنے آپکو آریہ ثابت کرسکتا ہے تو کرے ہم پھر اس اشتہار کی میعاد میں ایزادی کرکے اسکی مدت کو یکم مارچ تک مقرر کرتے ہیں اگر کوئی آریہ ہے تو نکلے۔ جب عملی طور پر کوئی آریہ ہی نہیں۔ تو فضول باتونکے کیا معنے۔ جبتک عمل نہ ہو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ آریہ۔ خاکروب سب برابر ہیں۔ عمل ایک ایسی چیز ہے کہ جو دو انسانونمیں تمیز پیدا کرتی ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ کس لئے آپ اسکو مقدس جماعت کہتے ہیں دوسری بات جو آپنے مندرجہ بالا فقرہ میں کہی ہے وہ یہ ہے کہ ویدک دہرم ابتدائے آفرینش میں برائے بہبودی خلایق اللہ جل شانہ نے بذریعہ الہام اپنے مقدس و مطہر و معصوم رشیونپر نازل فرمایا تھا اگر میں اسبات کا کوئی ثبوت طلب کروں کہ کیا رشی دنیا پر تھے بھی یا نہیں یا یہ کہ وہ چار تھے یا کم و زیادہ۔ یا کہ ابتدائے آفرینش میں ہوئے یا وسط میں یا یہ کہ انکو

الہام ہوا تھا کہ نہیں تو جہانتک میں خیال کرتا ہوں آپ اس کا کوئی ثبوت نہ دے سکیں گے سوائے
اس کے کہ یہ کہدیں کہ آریوں کی کتابوں میں لکھا ہے کوئی تاریخ ہمیں گواہی نہیں دے سکتی اور
نہ اُسوقت کی کوئی تاریخ ہے معمولی ہسٹریوں سے جو مدرسوں میں پڑہائیجاتی ہیں
یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی یہاں لوگ آباد تھے۔ جن میں سے بعض کو ڈریوڈینس کہتے
ہیں۔ پھر یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ڈریوڈینس ہی سینٹرل ایشیا سے آئے تھے۔ جہاں سے
کہ آریہ ہندوؤں کا آنا ثابت ہوتا ہے میں آپسے یہ دریافت کرونگا کہ اگر وید ابتدائے آفرینش میں
ہوئے ہیں۔ تو کیا ان قوموں سے پہلے آئے تھے۔ پھر اس قوم کے بعد طورانی آئے۔ آپ یہ
ہی بتائیں کہ طورانیوں کے پہلے ویدک دہرم تھا یا بعد میں جو چین کیطرف سے آئے تھے پھر
کہ جب آریہ ہندوان ملکوں میں نہ آئے تھے اور وسط ایشیا میں رہا کرتے تھے۔ تو انکا کیا
مذہب تھا۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپنے کہاں سے دریافت کیا۔ کہ ویدوں کو اترے
ہوئے اتنے ہی برس ہوئے جتنے کہ آپ بتاتے ہیں۔ یا یہ کہ رشی چار تھے یا پانچ ایک
سوال یہ بھی درپیش ہے کہ ابتدائے آفرینش میں تمام انسان نیک پیدا ہوئے تھے یا بد یا
مختلف۔ اگر مختلف تھے تو اسکی کیا وجہ کیونکہ اسوقت تک تو انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا
کہ اسکی وجہ سے کیسکو اچھا بنایا جاتا۔ اور کسیکو برا۔ اور اگر سب نیک تھے تو یہ فرمائیے کہ کیوں
پرمیشر نے چار شخصوں کو اس کام کے لئے منتخب کیا جبکہ آپ کے مذہب کے مطابق بالکل ابتدائے
آفرینش تھی اور کسی نے کوئی فعل کر کے نہ دکھایا تھا۔ تو کیا ایسے وقت میں ان کے دوسرے
ہمسروں نے یہ نہ اعتراض کیا کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو ہم پر کیوں نہ اترتا
ہم بھی تو تمہاری طرح پاک صاف ہیں یا کوئی خصوصیت بتاؤ تو تسلیم کرتے ہیں۔ بصورت دیگر
اگر تمام برے پیدا ہوئے تھے تو کیوں پرمیشر نے بدوں کو اپنے کلام کا مورد بنایا۔ اول
تو جب وید رشیوں پر اترے اسوقت کوئی نیک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کلام الہی کے اترنے سے
پہلے کوئی آدمی کیونکر نیک یا بد متصور ہو سکتا ہے جبکہ وہ کلام جو نیکی بدی میں تفریق
کرنیوالا اور ہدایت کیطرف راہنمائی کرنیوالا ہے ابھی موجود ہی نہیں تو نیک و بد میں
فرق کرنے کے کیا معنے۔ پھر میں بتاتا ہوں کہ آپکے ویدوں کے متعلق تاریخ کیا کہتی ہے

وید چار ہیں۔ انمیں سے ہر ایک وید کے دو حصہ ہیں۔ اول بھجن یا منتر انمیں ان کے مصنفونکی ارزوئیں اور حاجتیں مندرج ہیں۔ جنسے اس زمانہ کے لوگونکے طریق معاشرت کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو تاریخ ہند صفحہ (۱۳۱) جو سر رشتہ تعلیم پنجاب سرٹیفیکٹ کمشنر پنجاب کیطرف سے سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔ پھر آگے چلکر اس تاریخ کے صفحہ ۱۳۴ پہ لکھا ہے کہ ان کتابونمیں سے رگ وید جو سب سے پرانا وید ہے اسکو سنہ عیسوی سے قریباً چودہ سو برس پیشتر کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ اس کے منترونمیں بڑے بڑے مظاہر قدرت میں سے کسیکو معبود دیوتا تصور کر کے انکی طرف خطاب کیا گیا ہے معبودونکے نام بھی بتائے ہیں جو انشاءاللہ آگے چلکر کسی موقعہ پر ذکر کرونگا میں امید کرتا ہوں کہ راقم مضمون اعتراضات مندرجہ بالا کا جواب دیکر مشکور فرمائینگے۔ پھر صاحب مضمون لکھتے ہیں چونکہ آریہ سماج کا اعلےٰ مقصد یہی ہے کہ کسیطرح خلق اللہ راستی کی جانب راغب ہوسکے۔ شاید اسیلئے نیوگ کا مسئلہ رائج کیا ہے کہ بہت ساری روحیں انکے ہی گھرونمیں آئیں اور آریہ بنیں۔ آگے چلکر اسطرح گوہرفشانی کرتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ بلند آواز سے یہ شہادت دے رہی ہے کہ ما وشما آریونکی ہی نسل سے ہیں جو حماقت خود کردہ اعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں کہ اسطرح وحشیانہ طریقہ سے زندگی بسر کر رہے ہیں کیونکہ تمام دنیا میں کوئی اور نسل ہے نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ راقم مضمون ہندوستانکی سینکڑوں قوموں کو بالکل نظرانداز کر کے صرف اپنے مضمون کی تائید کے لئے اسطرح دعوے کرتا ہے اور تمام معتبر تواریخ اور مشاہدوں سے اسطرح چشم پوشی کرتا ہے کہ خود اپنی نسل کو بھی بھول گیا جسمیں سے ہونیکا وہ خود مدعی ہے خیر بطور تنزل یہ بات تسلیم کر لیتا ہوں کہ ہند کے اکثر رہنے والے ان آریوں خاندان سے ہیں جو زمانہ سلف کے ہندوؤں کے بعد ہندوستان میں آکر آباد ہوئے مگر زور سے یہ دعوی کر دینا کہ تاریخ زور سے شہادت دیتی ہے کہ ہم سب آریہ ہیں کیسی حماقت ہے۔ کیا آپ اپنے آپکو آریہ نسل میں سے ثابت کر سکتے ہیں ناظرین یاد رہے کہ راقم مضمون اپنے آپکو میر حیدر شریف حسینی الحسنیٰ ظاہر کرتا ہے اگر واقعی میر صاحب میر ہیں اور حسینی الحسنیٰ ہیں تو آریہ نسل سے نہیں ہیں۔ کیونکہ عرب سے آئے ہیں۔ اور یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہی نسل جو ہندوستان میں آئی عرب میں جاکر آباد ہوئی ہو

بلکہ تاریخ اس بات کی بڑے زور سے شہادت دے رہی ہے کہ عرب اور یہود ایک اور نسل سے ہیں جو آریہ سے بالکل الگ ہے ۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ آپ آریہ نسل سے ہی ہوں ۔ تاکہ حضرت حسین اور حسن علیہ السلام کے نام کو تو بدنام نہ کریں کہ انکی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو اسلام کی بنیاد اکھیڑنے کے لئے تیار ہیں ۔ پھر آپ یہ فرماتے ہیں کہ خود کردہ اعمال کے نتیجہ بھگتنے کے لئے ہم یہ وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں کیوں جناب وحشیانہ زندگی اس لئے نام رکھا ہے کہ نعوذ باللہ ہم اپنی عورتوں کو کنجنیوں کی طرح دوسروں سے ہم بستر نہیں کرواتے یا کوئی اور بات ہے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ آرین معاشرت میں آپ کوئی عمدگی نہ دکھلا سکیں گے جسکو دنیا عمدگی تسلیم کرے اور میں اسکو اسلامی معاشرت میں نہ بتا سکوں ہاں اگر گالیاں دینا یا کوئی اور ایسی قسم مثلاً نیوگ وغیرہ کی عمدگی پیش کرنا چاہیں ۔ تو مجھے معاف رکھیں پھر صاحب مضمون تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ میرے نزدیک دنیا کے تمام مذاہب پر آریہ دہرم اس لئے فضیلت و فوقیت رکھتا ہے کہ وہ عین عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے وہ تعلیم عالمگیر ہے سچ ہے درحقیقت وید بہت ہی انصاف کی تعلیم دیتا ہے یہی تو وجہ ہے کہ شودروں جیسے غریبوں کو آپ اپنی مجلسوں میں آنے سے نہیں روکتے اور وہ بڑے مالدار ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ وہ ہر قسم کا کسب کر سکتے ہیں ۔ اور وہ برہمنوں کی باتیں بھی سن سکتے تھے ۔ اور کسیکو حق نہ تھا کہ ان کے کانوں میں سکہ بھر دے یا اگر وہ کسی برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کوئی اس کے بیٹھنے کی جگہ ہی کاٹ دے ۔ شائد میں بھول گیا ہوں آریہ لوگ بڑے عادل و منصف ہیں ۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی کے لئے ہزارہا کرموں کو روز ہلاک نہیں کرتے ۔ اور جب یکہ پر سوار ہوتے ہیں ۔ تو جب گرمی کے دنوں میں دھوپ ہوتی ہے ۔ تو گھوڑے کو یکہ پر سوار کرتے ہیں ۔ اور اسکی جگہ آپ یکہ کو کھینچنا شروع کر دیتے ہیں ۔ کیونکہ گھوڑے میں بھی تو انکی طرح کی روح ہوتی ہے ۔ پھر اس نمبر میں جو میرے میز پر موجود ہے ۔ ایک آریہ کسی مخالف کو اس کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کسی ویدک منتر کا ترجمہ کرتے ہیں جسمیں پرماتما سے دعا کرتے ہیں یعنی عملی اور اخلاقی مسائل کو بگاڑنیوالے بدچلن لوگوں کو آپ جلد حوالہ سیاست کریں ۔ تاکہ جلد سزا پا کر ایسی

ایسی عبرت پکڑیں کہ نیک چلن ہو جائیں

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ سیاست ہو یا کوئی ہو آپ کے مذہب کے مطابق کوئی کسیکو سزا نہیں دیسکتا۔ خواہ کوئی ہی گورنمنٹ کیوں ہو۔ کیونکہ اگر کوئی کسیکو سزا دیگا۔ تو وہ ضرور کسی آنے والی جون میں وہ سزا بھگتے گا۔ پھر تعجب ہے۔ کہ ویدک اصولوں کو آپ عالمگیر اصول بتاتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ ویدک اصول عالمگیر اصول ہیں۔ اگر ہیں تو آپ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب ضرور عطا فرما دیں۔ جو کہ ماسٹر عبد الرحمن صاحب نے مدت سے پیش کئے ہوئے ہیں۔ اور اسوقت تک کسی سے ان کا جواب بن نہیں پڑا۔ سوامی دیانند جو فرماتے ہیں کہ لڑکا اور لڑکی پیدا کر لینا ہمارا اپنا اختیار ہے۔ اگر لڑکے کی خواہش ہو تو بعد از حیض ۶ - ۸ - ۱۰ - ۱۲ - ۱۴ - ۱۶ - ان چھ راتوں میں سماگھم کریں۔ لڑکا پیدا ہوگا اور ۷ - ۹ - ۱۷ میں ہم بستری کریں جس سے لڑکی پیدا ہوگی (دیکھو سسکار ودہی مطبوعہ سورج پرکاش امرتسر صفحہ ۳۷) اگر یہ نسخہ صحیح ہوتا تو آریوں کے گھر میں لڑکے ہی لڑکے ہوتے۔ ۲۔ سوامی جی لکھتے ہیں کہ ایک قسم کا بیاہ یہ ہوتا ہے کہ مرد عورت سے مخفی مشورہ کر کے بیاہ والا کام شروع کر دیں۔ اور لوگوں کو اس حرکت سے اطلاع نہ دیں۔ (سسکار ودہی ص ۹۹) (کیا کوئی آریہ بتا سکتا ہے کہ اس بیاہ میں اور زناکاری میں کیا فرق ہے) (۴) سوامی جی سسکار ودہی کے ص ۱۲۶ میں رقم فرماتے ہیں کہ ہے پرسو منتاں اتینی کے لئے مہا بہاگیہ اُودمے کرنیوالی عورت پوجا کے لائق گرہ آشرم کی پرکاش کرتی ... افسوس عورت کو پوجا کے لائق ٹھہرا دیا ہے۔ یہ ہے وید کی تعلیم توحید در اصل لنگ پرستی اور عورت پرستی کا مخزن یہی ہیں۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں :-

آریوں کے عالمگیر اصول

(۱) نیک اور با ایمان آریہ کو چاہیے کہ چار سو سال کی عمر پا کر مرے۔ ادنٰی یعنی نیچ آریہ بھی دو سو سال کی عمر حاصل کرے۔ مستند ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۱-۵۰

(۲) بقول دیانند مردہ دفن کرنے میں بہت نقصان ہوتا ہے (۸ رکی قبر) لیکن آریوں کو مردہ دفن کرنے میں صندل کی لکڑی عود کستوری اور ہلے امن روغن زرد وغیرہ وغیرہ اشیاء قیمتی

تقریباً دو سو روپیہ کا متحمل ہونا ضروری ہے اگر میسر نہ آئے تو بھیک مانگے یا گورنمنٹ سے امداد مانگے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۔ ۶۲۹۔ (۳) جنگ روس و جاپان میں جہاں ہزاروں ہر روز مرتے ہیں یہ عالمگیر اصول دریا برد ہو جاتا ہے جیسے کہ مہابھارت کی جنگ میں ہوا کیونکہ وہاں یہ اشیاء قیمتی نہ مل سکیں اور نہ میسر آسکتی ہیں (۴) جس لڑکی کا خاوند مرجائے تو پھر اس کنیا کو کسی شخص واحد سے بیاہ نہیں کرلینا چاہئے اور وہ عمر بھر ایک کی نہ ہو رہے بلکہ دس گیارہ مختلف جوانوں سے تادم اخیر مضبوط اولاد حاصل کرتی رہے۔ ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ (۵) آریہ عورت کے تیسرے نیوگی خصم کو اگنی کہتے ہیں کیونکہ اسمیں حرارت زیادہ ہوتی ہے ستیارتھ باب ۴ صفحہ ۱۵۳ (پہلے دوسرے خصم میں حرارت کیوں کم ہوتی ہے اور پانچویں دسویں میں کیوں کم و بیش نہیں اسکی تشریح مطلوب ہے۔) (۶) ہم سنا کرتے تھے کہ بقول پنڈت دیانند ارواح اور مادہ بمعہ اپنی تمام قوتوں حستوں اور خاصیتوں کے ازلی ابدی خود بخود ہیں یعنی خودآ (خدا) ہیں اور پرمیشور کا کام صرف ارواح اور مادہ کو جوڑنے جاڑنے کا ہے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ روح میں جوڑنے جاڑنے کی قوت اتصال اور انفصال اور خواہش بھی ازل سے ہے (ستیارتھ ص ۳۱۳) پس ایشور کا ہونا نہ ہونا مساوی ٹھہرا لہٰذا آریہ اور دہریہ میں کیا فرق ہوا؟ خاک؟ (۷) نجات کے طالب اور سچے آریہ کو چاہئے کہ قریباً پچاس سال کا ہو کر بیاہ کرے یا ۴۴ سال کے بعد۔ ستیارتھ ص ۵۱-۵۲ (پچاس سال تک تو انسان بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بیاہ کس لئے؟ اور کس کے لئے؟ مضبوط اولاد کیونکر اور کون پیدا کریگا؟ اسمیں کوئی غلطی یا راز ضرور ہے (ن گ) (۸) ہاں لکھا ہے کہ ایسا بیاہ کرنیوالا دو سو سے چار سو سال تک کی عمر حاصل کرسکتا ہے۔ ستیارتھ ص ۵۱-۵۲ (نہیں تجربہ اس اصول کا دشمن ہے۔ سوامی دیانند بجائے پچاس کے ساٹھ سال مجرد رہکر سفید ریش ہو کر اور بڑھاپے کے نشان اور آثار دکھا کر راہی عالم بقا ہو گیا۔ چار سو سال کی عمر والیکو تو ۷۰ سال میں ڈاڑھی بھی نہیں آنی چاہئے تھی۔ (۹) مکرمی ڈپٹی عبدالرحیم صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ممالک متوسط کی قسمت چھتیس گڑھ میں بعض قوموں کی عمر تیس ۳۰ سال تک ختم ہے پھر وہاں چار سو سال کی عمر حاصل کرنیکی شرط کیا ہوئی اور نیک آریہ پنجاہ سالہ ہو کر کیونکر بیاہ کرے؟ (قبر میں؟) ویدک اصول

خوب عالمگیر ہیں) (۱۰) پنجاب کے آریہ اگر ۴۸ سال کے بعد بیاہ کریں تو نصف صدی میں آریونکا
خاتمہ ہے یا کسی اور ناجائز بدعت کیطرف رجوع کرنا ہوگا واللہ اعلم (۱۱) ایماندار آریہ کو دنمیں
دو دفعہ سندھیا او پاسن (پوجا کرنی چاہئے اور آگ کی دھونی لگا کر اسمیں ایشور کا دھیان کرنا اور
آگ میں صندل مشک کافور عطر کستوری کیسر وغیرہ وغیرہ کا ہی ہر روز دو وقتہ جلانا
اور کم از کم فی کس ۱۰؎ روپیہ ماہانہ کا متحمل ہونا فرض ہے اور اس رسم کے ادا کرنے کے لئے گھر کے ہر یک
مرد و زن کو سونے چاندی کے برتن (چمچہ وغیرہ) بنوانے چاہئیں۔ ستیارتھ ص۴۷۔
(۱۲) نیک نیت اور مذہبی آریہ کو سندھیا او پاسن کرنا اور پانچ مہایگیوں کا ادا کرنا ایسا ضروری ہے
جیسے سانس پر سانس لینا ضروری ہے۔ ستیارتھ ص۵۷۔ پس جو سماجی آریہ سانس پر سانس لیتا ہے
اور سندھیا او پاسن بطریق مذکورہ بالا نہیں کرتا اور چار سو سال کا نہیں ہوتا کیا وہ نیک آریہ ہے
نہیں نام کا آریہ ہے اور شودر ہے بقول ستیارتھ ص۱۲۷ پانچ مہایگیوں (فرائض) میں سے دوسرا
فرض وید دیکھو اُن کے انگوں سمیت باقاعدہ پڑھنا پڑھانا، اور سندھیا پاس کرنا فرض ہے.....
ویدوں کے انگوں سے جو ہر روز پڑھنے پڑھانے فرض ہیں ان سے چھ علوم مراد ہیں شکشا
(علم قرائت) کلپ (سنسکاروں یعنی رسوم کے متعلق ہدائتیں اور ہر سنسکار کے متعلق وید منتروں کا
انتخاب) چھند (علم عروض) و یاکرن (علم صرف نحو) نرکت (علم لغت) جیوتش (علم ہیئت و ہندسہ
جسمیں ریاضی کی تمام شاخیں یعنی حساب مساحت اور اقلیدس اور جبر و مقابلہ علم طبقات الارض
(جیولاجی) اور جغرافیہ وغیرہ .... (باقی تین فرائض ہم بخوف طوالت نہیں لکھہ سکتے جبکہ یہ لوگ عملاً
آریہ ہی نہیں تو پھر ناحق تضیع اوقات سے کیا حاصل ... مفصل دیکھو رسالہ اختیار الاسلام حصہ دوم سوم)
(۱۳) جو بطریق مذکور بالا سندھیا او پاسن نہیں کرتا اور چھ سال کے اندر وید (کے تودہ طومار) کو
ختم نہیں کرتا.... اسکو گھر بار سے نکال کر شودروں کے گھروں میں بھیجدینا چاہئے ستیارتھ ص۱۱۵ و ۱۲۷
(۱۴) بعد ازاں بوڑھے والدین اپنی خدمت کے لئے غیروں کے لڑکے گھر رکھ لیں اور انہیں بیٹے
تصور کریں۔ ستیارتھ ص۱۱۵ (غیروں کے جوان لڑکے اس بڈھے کی جوان لڑکیوں اور مال
و دولت سے کیا سلوک کرینگے؟ چپ ہی بھلی) (مفصل در رسالہ اختیار الاسلام) (۱۵) ساز بجانا
ناچنا۔ گیت گانا۔ سُر لگانا وغیرہ وغیرہ .... آریونکو ضرور سیکھنا چاہئے ستیارتھ ص۹۱ (کیا طوائفوں کو بھی؟

بیشک ۔ اگر وہ عورتیں آریہ ہوں اور دیانند سرستی کی نافرمان اور دشمن نہ ہوں ۔ تو ۔ (۱۶)
برہمنوں کے گواہ برہمن اور شودروں کے گواہ شودر اور عورتوں کی گواہ عورتیں ہی ہوا کریں ستیارتھ ص ۲۱۸
(اگر کوئی برہمن یا ویش شودروں کے محلہ میں بجبر کسی کنیا کو ناپاک کر نکلے یا کوئی عورت برہمنوں کے
محلہ میں کسی کا گلا گھونٹ جاوے تو کیا اسکو رہائی دیدیں کیونکہ کوئی عورت یا اسکی ذات کا
گواہ میسر نہیں آسکا ۔ خدا اس قانون والوں کو طاقت نہ دے ۔ کسی نے سچ کہا ہے " خدا گنجے کو
ناخن نہ دے " ورنہ ....) (۱۷) لالہ دیانند سارے وید کا معتقد نہ تھا بلکہ بقول سناتن دہرمیوں
نصف وید یعنی برہمن بھاگ سے منکر اور روگردان تھا سو جیسے اس نیکبخت نے وید کا
انتخاب کیا ویسے ہی منو کے بعض اقوال لایعنی اور خرافات بے معنے کو ترک کر کے مطلب
کی ۔ باقی کو جواب ۔ جیسے ستیارتھ سے ظاہر ہے ۔ (۱۸) آریوں کی موجودہ سندھیا
ہیت کذائی جسمیں کستوری عطر وغیرہ ہر روز جلانا ہوتا ہے وہ لالہ دیانند سے پیشتر
کہاں تھی ؟ کیسی تھی ؟ پھر یہ دیانندی بدعت کیوں آسانی سے ہڑپ ہوگئی ہے کیا کوئی یو ہی جتنے والا
بدعتی سرستی ابھی پیدا نہیں ہوا ۔ (۱۹) جو کوئی وید کو برا سمجھے اور اسکی مذمت کرے ۔ یا
کم از کم وید کے موافق عابد لوگوں کی تصانیف کی تحقیر کرے (یعنی ستیارتھ وغیرہ کی) اس منکر کو
جلاوطن کر کے ملک اور گھر بار سے خارج کر دینا چاہئے ۔ ستیارتھ باب ۳ ص ۶۱ (خدا گنجے کو
ناخن نہ دے) آمین ثم آمین (۲۰) جو دہرم پر قائم نہیں رہتا خواہ استاد ہو یا بھائی باپ ہو
اسکو راجہ بغیر سزا ہرگز نہ چھوڑے (یعنی قید قتل وغیرہ) ستیارتھ باب ۶ ص ۲۲۳ (اسی کو بزور شمشیر
دین پھیلانا بولتے ہیں میرے صاحبو ! جو قرآن شریف میں بوجہ آیت لا اکراہ فی الدین منع
ہے (۲۱) نجات پانیوالا وہ آریہ ہے جو کسی کیڑے کو بھی نہ مارے ۔ جس نے قطرہ آب
پی کر صدہا کیڑے ہڑپ کر لئے اسکو ہر ایک کیڑے کی ہلاکت کے عوض لاکھوں برس ادنیٰ
جونوں میں گردان ہونا ہوگا پھر دیانند اور لیکھرام جی نے پانی کے چند پیالے پیکر کتنا زاد راہ
جمع کر لیا ہوگا ! چپ ہی بھلی ۔ نجات محال ۔ لہذا آریہ مذہب نجات کا دشمن اور ناقابل عمل
ٹھہر کر عالمگیر نہ ہوا جسپر کوئی عامل ہو کر چار سو سال کا ہو سکے ۔ اور ایمان والا آریہ کہلا سکے ۔
(۲۲) پنڈت دیانند کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں جس نیک بخت نے ناحق بابا نانک جیسے

مہاتما بزرگ کو ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے کہ گویا (نعوذ باللہ) انکا اندر باہر ایک تھا - اور خواہ مخواہ باوجود جاہل ہونیکے گنوار ونکے روبرو علمیت کا دعوے کر دیتے تھے اور عزت اور شہرت کی خواہش دامنگیر تھی اور سنسکرت میں بھی ناحق قدم رکھ دیتے تھے اور خود پسندی بیجا نہ چھوڑنی تھی وغیرہ وغیرہ۔ ستیارتھ صفحہ ۵۷۴

میں امید کرتا ہوں کہ آپ اب ضرور اپنے ویدوں کی تعلیم کو عدل و انصاف پر مبنی اور عالمگیر ثابت کر کے دکھائیں گے۔ ورنہ ابھی اس کفر کے کلمہ سے توبہ کریں گے -

آگے چلکر صاحب مضمون تحریر فرماتے ہیں - کہ کہیں وید مقدس یہ نہیں بتلاتا کہ جو کچھ افعال ناشائستہ دیدہ دانستہ تادم زیست تم سے سرزد ہوں اور قریب المرگ توبہ کر لو تو تم پاک صاف ہو جاؤ گے" پیشتر اس کے کہ اس کے جواب میں ہم کوئی بات پیش کریں - صاحب مضمون سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں - کہ انکے خیالات جو اسلام کے برخلاف ہوئے ہیں اور وہ منصف بنکر رائے دیتے ہیں - کیا انہوں نے طرفین کی گواہی کو سنا ہے - یعنی کیا انہوں نے اسلام اور آریہ مت کی کتاب قرآن کریم اور وید کو پڑھا ہے - اگر پڑھا ہے - تو غور سے یا یونہی - جہانتک میرا خیال ہے - اس سوال کے جواب میں مجھے افسوس کے ساتھ ہی سننا پڑیگا - کہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان تمام وید کو لفظ بہ لفظ پڑھ سکے - تو میں سوال کرونگا - کہ اگر وید کو کوئی لفظاً لفظاً پڑھ نہیں سکتا تو کیا قرآن کریم بھی ایسا ہی ہے کہ اسے کوئی پڑھ نہیں سکتا تمہیں جو مسلمان ہونیکا دعوٰی ہے - کیا تمہارا فرض نہیں کہ قرآن کریم کو پڑھ لیتے - میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال کے جواب میں راستی پسند مسلمان کیطرف سے کیا جواب ہوگا کیونکہ ہر دو صورتیں انکے لئے موت ہے - اگر کہیں کہ پڑھا ہے - تو میں دریافت کرونگا - کہ ان آیات کا جنکو میں اس سوال کے جواب میں نقل کرونگا کیا مطلب ہے کیا وہی جو تم نے بیان کیا ہے - اس کے ساتھ یہ بھی عرض کرونگا - کہ یہ انصاف کا خون کرنا وید سے سیکھا ہے یا کسی اور جگہ سے - کہ کوئی کچھ کہے اور آپ اسے کچھ اور بیان کریں - کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے - کیا یہی ویدک انصاف ہے - یا کہ یہ ویدک تعصب ہے - اگر میرے جواب میں یہ بیان کیا جاوے - کہ نہیں تو میں کہونگا - کہ آپ راستی پسند کسطرح ہو سکتے ہیں - دو شخص کسی معاملہ میں جھگڑا کر رہے ہیں - آپ اگر تم

دیکھو جھگڑا اچھا نہیں میں تمہارا فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اور چونکہ تم دونوں کی دلایل یہ ہیں اس کے مطابق میں یوں فیصلہ کرتا ہوں حالانکہ آپ نے دونوں فریقوں میں سے ایک کا بیان بھی نہیں سنا تو کیا کوئی عقلمند کہ سکتا ہے کہ آپ نے انصاف سے کام لیا ہے۔ یا یہ کہ آپنے ایک لغو کام کیا ہے۔ جسکا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا فیصلہ کبھی قابل تسلیم نہیں ہوتا۔ جو بلا کسی قسم کے بیانات سننے کے کیا جاوے۔ مانا کہ ویدک بیانات کو کوئی سن یا پڑھ نہیں سکتا۔ مگر قرآن مجید تو ہر ایک کے پڑھنے کے لئے موجود ہے۔ مینے بعض دفعہ اس معاملہ میں غور کیا ہے۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ وید کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔ اور قرآن کریم سب کے سامنے کہلا ہے۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ وید اس لائق نہیں کہ دنیا کے سامنے پیش ہو سکے کیونکہ خطرہ ہے کہ اسپر بہت سے اعتراضات وارد نہ ہوں اس کے برخلاف قرآن شریف جو سچائیوں سے بھرا ہوا ہے سب کے سامنے کہلا ہے اور گویا زبان حال سے کہتا ہے۔ کہ مجھ میں سے کوئی نقص نکالکر دکھلاے۔ کوئی ہے۔ جو میرے مقابل پر آسکے۔ دیکھو تمہارے جیسے لغو معترضوں کا منہ بند کرنے کے لئے اس نے پہلے سے کہدیا ہے۔ انما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاولئك یتوب الله علیهم وکان الله غفورا رحیما۔ ولیست التوبة للذین یعملون السیات حتیٰ اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الاٰن والذین یموتون وهم کفار اولئك اعتدنا لهم عذابا الیما۔ (ترجمہ) دیکھو جس کے لئے صاحب مضمون لکھتے ہیں کہ تم پاک صاف ہو سکتے ہو اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم نے انکے لئے دردناک عذاب رکھا ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ توبہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ بغیر توبہ کے نجات ناممکن ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ کہ آریہ مت میں نجات ممکن ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ مثلاً ایک روح جو انسان کی جون میں ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ بدیاں کرے۔ اور نہیں تو پانی میں کیڑوں کو کہاے اور ہوا میں ہی چھوٹے چھوٹے کیڑوں کا شکار کرے۔ ممکن ہے وہ چلتے وقت حکم دے کہ میرے چلنے سے پہلے سڑک کی صفائی کر دیا کرو۔ تاکہ کوئی میرے پاؤں سے کوئی کیڑا وغیرہ کچلا نہ جاوے۔ مگر یہ ناممکن ہے

کہ ایسا ہو۔ اگر ہو بھی جاوے تو جو سڑک کو صاف کرنیوالوں کی پاؤں سے کیڑے مارے جائینگے انکا عذاب کسپر ہوگا۔ کیا حکم دینے والا گرفتار نہ کیا جائیگا۔ تو کیا ممکن ہے کہ انسانکی جون سے کسی اچھی جون میں جا سکے۔ کوئی صورت نہیں کہ کوئی جون اعلےٰ صورت اختیار کر سکے جس سے صاف نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ اس صورت میں نجات ناممکن ہے مگر اسلام نے انسان کو ضعیف دیکھکر توبہ کا دروازہ کھولدیا ہے۔ توبہ کے یہ معنے نہیں کہ زبان سے کہدیا میں توبہ کرتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ سے وعدہ کرنا ہے کہ میرے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دے میں آیندہ گناہ نہ کرونگا۔ بلکہ بجائے گناہ کے نیکی کرونگا۔ جو اس عہد پر عمل کرے وہ بیشک اسبات کا مستحق ہے۔ کہ اسکی گذشتہ غلطیوں کو عفو کی نظر سے دیکھا جاوے۔ اس کے بعد راقم مضمون اسطرح گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ہر ایک محقق کے لئے یہ بات بھی بتلا دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہ و عظم برہانہ کی وحدانیت اور اسکے مالک و خالق ہونیکے متعلق جس قسم کی تسلی بخش تعلیم وید مقدس دیتا ہے۔ ویسی دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نظر نہیں آتی۔"

اس عبارت میں نامہ نگار صاحب کے تین دعوے ہیں۔ اول یہ کہ وید نے اللہ جلشانہ کے مالک ہونیکے متعلق دوم خالق ہونیکے متعلق سوم واحد ہونیکے متعلق لاثانی تعلیم دی ہے اسبات میں میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ کہ بیشک وید کی اس تعلیم جیسی کسی اور مذہب کی تعلیم نہیں ملیگی۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ وید کی یہ تعلیم دوسرے مذاہب سے اچھی ہے۔ یا بری۔ بے سوچے سمجھے نامہ نگار صاحب اس سوال کے جواب میں فوراً کہدینگے۔ کہ میرا مطلب عمدہ تعلیم سے ہے نہ خراب سے مگر شاید آپکے لئے یہ خبر بہت ہی رنجدہ ہوگی۔ کہ وید کی تعلیم اس حصہ کے متعلق ایسی ردی ہے جس سے بڑھکر ردی ہونا ناممکن ہے۔ گو میرے اطلاع دینے سے پہلے آپکو یہ معلوم ہوگا کہ اس حصہ میں وید کی تعلیم بالکل ناقص ہے اگر نہیں تو جواب سنو۔

اول۔ مالک ہونیکے متعلق۔ خدا تعالیٰ وید کے رو سے ایسا مالک ہے۔ کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا جیو خود بخود اپنی کرتوتوں کے مطابق جونیں بدلتی ہیں۔ پھر تو ہمیں معمولی مجسٹریٹ سے مدرسہ میں معمولی مدرس اور ایک دوست اپنے دوست کے گناہ بخش سکتا ہے۔ اور عفو سے کام لے سکتا ہے۔ مگر ویدک خدا کا مالک ہونا کچھ ایسا محدود ہو گیا ہے۔ کہ کسی کا کوئی

قصور بخشش ہی نہیں سکتا۔ پھر چونکہ اس کے اپنے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اسکا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ
جون کے بدلنے کے تماشے دیکھتا رہے اسلئے مکتی دینے کیوقت روح کا ایک گناہ رکھ لیتا ہے
جو میرے خیال میں تو یہ حالت ہی ناممکن ہے۔ تاکہ پھر اس روح کو دنیا میں جونوں کی تبدیلی کے
لئے بھیجا جاسکے کیونکہ اسکو خیال ہے کہ کہیں تمام روحیں میرے قابو سے نہ نکل جائیں۔ اور
میں انکی تبدیلی کا تماشہ دیکھنے سے محروم رہجاؤں۔

دوم۔ صفت خالقیت کے متعلق۔ اسکو اختیار نہیں کہ کچھ نئی چیز پیدا کرسکے۔ ہاں روحیں
انادی اور اجسام انادی ہیں۔ انکا جوڑ جاڑ کرنا خالق کا کام ہے۔ انسان کو اختیار ہے
کہ پانی کو ہوا کی صورت میں اور ہوا کو پانی کی صورت میں تبدیل کردے۔ ویدک خدا کو اختیار
نہیں کہ روح کی صورت بدل سکے بلکہ وہ صرف ذرات کو جوڑ سکتا ہے۔ کیا یہی خالقیت ہے

ستم استم ہم شترم

سوم۔ وحدانیت۔ بیشک یہ تعلیم ویدک رد کی لاثانی ہے۔ کیونکہ آگ تک خدا کے ساتھی
اور پرستارکے لائق ہے آریہ صاحبان اگنی کے کچھ ہی معنے کریں۔ مگر ہرگز ہرگز وہ اس بات کا
ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ اسجگہ اگنی کے یہی معنے ہیں۔ اگر آپ اسکی گواہی چاہتے ہیں۔ تو مختصر
تاریخ ہند جو مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے اگر یقین نہیں تو دیکھو مختصر تواریخ ہند مصنفہ لتھبرج صاحب جو اسکی بہت
عمدہ گواہی دیتی ہے کہ ویدمیں اس قسم کی تعلیم نہیں ہے۔ اور چھوڑ دو۔ روح و ذرات تو خدا تعالےٰ
کیطرح ازلی ہیں۔ پھر وحدانیت کے کیا معنے۔ خدا کے لئے کچھ تو غور کیا ہوتا۔ آگے چل کر
آپ تحریر فرماتے ہیں " اگر کسی مذہب میں کچھ پایا ہی جاتا ہے۔ تو وہ سب موجدان اسی خرمن
کے خوشہ چین ہیں کون اس بات سے منکر ہوسکتا ہے کہ دنیا کے موجودہ مذاہب کی تعلیم میں کوئی
ایسی نئی بات نہیں پائیجاتی جسکی تعلیم وید مقدس نے ہی ویدک روشن کی مدد سے کھولا ہے
اور جو مذاہب آج دنیا میں سربراور دہ نظر آرہے ہیں سب کے سب اسی قدیم ویدک دہرم سے
نکلے ہوئے ہیں جو رفتہ رفتہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے آریہ دہرم کے چشمہ زندگی سے کوسوں
دور جا پڑے۔ مثلاً اگر کوئی ان سے یہ امر دریافت کرے کہ تمہارا بطن در بطن کہاں سے
تعلق ہے تو انکی زبان مبارک سے (جیسا کہ آپ کہ رہے ہیں حالانکہ تاریخ نہ گواہی دیتی،

اور نہ دلیسکتی ہے کہ کبھی عرب میں آریہ مذہب پہیلا ہو) یہی لفظ سنائی دیگے کہ ہمارے بزرگوار آریت (خدا اس سے محفوظ ہی رکھے) کے ہی پیرو تھے - اور ہم نالایق برخوردار (ہرگز ہم نہیں بلکہ یقینا یقینا آپ ایسے ہیں - جو اسلام جیسے پکّے اور سچّے مذہب کو چھوڑ رہے ہو) اپنی غلط کاریونکی سزا بھگت رہے ہیں - اس لمبی عبارت میں یہ ذکر ہے - کہ ابتدا سے ویدک دہرم ہے اور سب مذہب اسی سے ہی نکلے ہیں - اور ہمارے بزرگ آریہ تھے - اور سب کچھ آریہ دہرم میں ہی پایا جاتا ہے - گو ان تمام باتونکا جواب میں پہلے مختصر طور پر عرض کر آیا ہوں - لیکن اسجگہ کچھ بیان کر دینا دور از مصلحت نہ ہوگا - یہ بات کہ ابتدا سے آریہ مذہب ہے بالکل غلط ہے - کوئی تاریخ گواہی نہیں دیتی کوئی کتبہ گواہی نہیں دیتا کوئی پرانی کتاب گواہی نہیں دیتی - انکا خود وید نہیں کہتا کہ میں ابتدا میں آیا ہوں ہاں آج سے قریباً پچاس ساٹھ برس پہلے ایک شخص نے یہ دعوی کیا کہ یہ مذہب ابتدائے آفرینش سے ہے - ہم اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لئے اسوقت تیار ہوتے جبکہ ہمیں کوئی ثبوت ملجاتا - میں کہتا ہوں کہ اسلام سب سے پہلے کا مذہب ہے - اور میں اس دعوی کو قسم سے موکد کرتا ہوں - اگر اتنی جرأت ہی ہے تو قسم کہاکر ہی دکھلائے - دیکھو یہ مت سمجھو کہ اسلام تیرہ سو سال سے ہے تمہیں خبر نہیں اور نہ تم جانتے ہو کہ اسلام کیا ہے اسلام کے معنے ہیں فرمانبرداری - جس نے خدا تعالی کی فرمانبرداری ٹہیک طور پر کی وہ اسلام میں داخل ہے - اب بتلائیے کیا اچھا ہونکی حیثیت سے لاثانی ہے - یا برا ہونے کی حیثیت سے - بیشک اب میں مان لیتا ہوں کہ وید کی تعلیم تسلی بخش ہے - کیونکہ اسکو پڑہکر پہر اسبات کی تسلیم کرنیکی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور قطعاً نہیں رہتی کہ کوئی خدا مالک خالق اور واحد بھی ہے - یا کبھی ہو بھی سکتا ہے -

ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے - میرا ایمان ہے وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے - اس لحاظ سے میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ وہ رشی بھی جو بقول آریہ صاحبان بالکل ابتدائے آفرینش میں تھے گو اس کا ثبوت بہم پہونچانا کہ وہ ابتدائے آفرینش میں تھے - راقم مضمون کا ذمہ ہے - اسلام کی فطرت پر پیدا ہوئے اسوقت اسلام ہی تہا جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے ایک نیا مذہب نکالا - پہر میں کہتا ہوں کہ جتنے انبیاء تہے وہ اسلام ہی لیکر آئے تہے گو انکے نام یہودی عیسائی رکہے گئے مگر در اصل وہ سچا مذہب اسلام ہی لائے تہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام

ایک جگہ خط لکھتے ہیں انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان لا تعلوا علی واتونی مسلمین۔ اگر آپ مسلمان نہ تھے تو دوسروں کو مسلمان ہونے کی کسطرح تاکید کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں اسلمت لرب العٰلمین اور اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہیں لا تموتن الا وانتم مسلمین۔ اگر اسلام نہ تھا تو کس اسلام کی وصیت کرتے تھے پھر جہاں یہ جھگڑا ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس مذہب کے تھے۔ تو خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام دعا کرتے ہیں توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا مسلمین۔ پھر فرماتے ہیں وقال موسی یقوم ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین۔ پھر فرعون اپنی ہلاکت کے وقت کہتا ہے کہ اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا مسلمین۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی ابتدا سے ہے لیکن مختلف انبیا کے مختلف پیروؤں نے اسکو مختلف رنگوں میں ظاہر کیا اور چونکہ اسلام کو اصل حالت پر نہ رہنے دیا۔ اسلئے ان کے مذہب کے مختلف نام رکھے گئے چنانچہ اب عیسائی یہ کہنے کے لئے تیار ہو گئے کہ اگر یہ اسلام ہے جو اسوقت ہمارے سامنے پیش ہو رہا ہے تو ہمارا مذہب ہی اسلام ہی ہے۔ جیسا کہ کارلائل وغیرہم نے کہا ہے کسی غیر مذہب والے کا یہ تسلیم کر لینا کہ ہمارا مذہب درحقیقت اسلام ہی ہے اسلام کی صداقت کا کیسا بین ثبوت ہے۔ الغرض۔ خدا تعالیٰ نے آخر میں اسلام کو مکمل کرنے کے لئے اپنے پیارے رسول اکرم محمد مصطفےٰ (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور انکے ہاتھ سے اسکی تکمیل کی۔ یہ صحیح ہے کہ راقم مضمون اسوقت یہ کہیگا کہ تاریخی ثبوت اسبات کا کوئی نہیں قرآن کریم کو ہم نہیں مان سکتے اس کے جواب میں باد ب یہ عرض کیا جائیگا۔ کہ کیا اسبات کا کوئی تاریخی ثبوت ہے کہ آریہ مذہب ابتدا سے ہی ہاں اگر آپ کے اور میرے دعوی میں فرق ہے تو صرف یہ ہے۔ کہ آپکی کتاب بھی یہ دعوے نہیں کرتی کہ جو مذہب میں پیش کرتی ہوں وہ ابتدائے آفرینش سے ہے۔ برخلاف اس کے اسلامی کتاب بڑے زور شور سے یہ دعوی کر رہی ہے کہ میں اسلام لیکر آئی ہوں

جو بالکل ابتداء سے ہے۔ کما قال تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اگر راقم مضمون مجھ سے تاریخی ثبوت طلب کرے تو مجھے مندرجہ ذیل امور کا تاریخی ثبوت دے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ سے گواہی دونگا کہ اسلام ہی ابتدائے آفرینش سے ہوا ہے۔ وہ سوالات جنکا میں تاریخی ثبوت چاہتا ہوں یہ ہیں۔ (۱) کیا وید ابتدائے آفرینش میں ہوئے ہیں۔ (۲) ابتدائے آفرینش سے انکی کیا مراد ہے (۳) وید کسطرح اترے ہیں (اگر لکھے ہوئے تو کس چیز پر (۴) جنپر اترے ہیں وہ کون تھے یعنے انسان حیوان جن (۵) رشی کون تھے انکی مختصر تاریخ انکی بارکے نام وہ کہاں کے رہنے والے تھے۔ کہاں سے آئے وہ کیا کیا کرتے تھے۔ (۶) رشی کتنے تھے (۷) رشی نیک تھے یا بد (۸) رشیوں کو خدا نے تمام انسانوں پر کیوں ترجیح دی کیا یہ ظلم نہیں ہے (۹) رشیوں نے اپنے وید کس کے سپرد کئے (۱۰) یہ وید لکھے کب گئے اور اگر رشیوں کے کچھ مدت بعد لکھے گئے تو لکھنے کے وقت تک کسطرح محفوظ رکھے گئے (تلک عشرۃ کاملہ)

اب میں امید کرتا ہوں کہ ان دس سوالات کا جواب آپ جلد بیان فرمائیں گے تاکہ مجھے کچھ اور عرض کرنیکی جرأت ہو۔ اسکے بعد اس سوال کے حل کرنیکی ضرورت نہیں کہ سب مذاہب اسی کے خوشہ چین ہیں۔ کیونکہ جنکو خوشہ چین بتایا گیا وہ تو اس سے بھی پہلے ہونیکے مدعی بن بیٹھے۔ فرمایئے کیا آپ خود کردہ اعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں یا ہم ایک اور صورت ہے۔ وہ یہ کہ بطور تنزل ہم نے مانا کہ اگرچہ انکا ثبوت ناممکن ہے) وید ابتدائے آفرینش میں آئے۔ مگر اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ سب مذاہب اسی سے نکلے ہیں۔ اول تو تاریخ گواہی نہیں دیسکتی کہ یہ مذہب کبھی بھی عرب میں گیا ہو کیونکہ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ وید کا کبھی کسی زبان میں نہ ترجمہ ہوا ہے اور نہ ہوسکیگا ہاں اب کچھ حصہ کا ترجمہ بھاشا اور اردو میں ہوگیا ہے۔ شائد اسمیں ویدک خدا کی یہ حکمت ہو کہ وید دنیا کے سامنے پیش ہونیکے لایق نہیں ہے اسلئے بہتر ہے کہ اسکو ترجمہ کرکے دنیا کے سامنے نہ پیش کیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہوگی کہ یہ اسوقت تک دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا پھر ایک اُمّی شخص کسطرح اس سے کچھ اخذ کرسکتا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ وید ایک ایسے مذہب کی تعلیم دیتا ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے سو ویدک مذہب انسان کیلئے نہیں ہے۔ چنانچہ یہی بڑا باعث ہے کہ لالہ دیانندجی مہاراج جیسے مہاشہ بھی (جن کے نام کے آگے نمبری عدد ۱۰۸ لکھا ہوا ہوتا ہے جسکا مطلب راقم مضمون بیان کریگا) وید کے سچے مطیع

نہ بن سکے اور میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ آج کوئی پکا آریہ ہو کر ہمیں اسبات کا ثبوت نہیں دیسکتا کہ ویدک مذہب سچا مذہب ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ آریوں کے اصول اس قسم کے ہی نہیں کہ کوئی انپر کاربند ہو سکے۔ چنانچہ میں اس شخص سے انہی سوالات کا جواب طلب کرونگا۔ جو آریونکی عالمگیر اصول" والی سرخی کے نیچے بیان کر آیا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library

راقم مضمون اس سے آگے چلکر اسلام پہ حملے شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ انکا پہلا حملہ یہ ہے کہ وید مقدس یہ نہیں بتلاتا کہ اللہ جلشانہ عرش پر تشریف فرما ہے۔ اہل اسلام کیطرف سے اس کا ہزار ہا دفعہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ عرش کے یہ معنے نہیں کہ لکڑی یا کسی اور دہات کا تخت ہے۔ بلکہ جیسے کسی با اختیار بادشاہ کو کہا جاتا ہے کہ آجکل فلاں بادشاہ تخت پر ہے اسکے یہ معنے نہیں کہ وہ رات کو سوتا ہی نہیں ہمیشہ تخت پر ہی بیٹھا رہتا ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ حکومت کرتا ہے۔ اسیطرح خدا تعالیٰ کے عرش پہ بیٹھنے کے معنے ہیں کہ حکومت اس کے ہاتھ میں ہے مجھے تعجب ہے کہ آریہ لوگ خود ذرا ذرا سی بات میں استعارے سے کام لیتے ہیں اور ایسے اہم مقامونپر استعارہ استعمال کرتے ہیں کہ مطلب بالکل برخلاف ہو جاتا ہے گویا استعارہ بنا ہی انکے لئے ہے کیا کوئی عقلمند بتا سکتا ہے کہ کبھی کسی نے آگ کو بھی خدا کہا ہے۔ مگر جب ہم کسیجگہ استعارہ استعمال کریں۔ اگرچہ تمام دنیا اسکو دنیا دی گفتگو میں استعمال کرتی ہو ہرگز ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔

دوسرا اعتراض جو راقم مضمون نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا اپنے دوستوں سے باشوق گاہے گاہے ملاقات بھی کیا کرتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب سے پہلے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ تین شخص ہیں۔ مثلاً زید۔ بکر۔ عمر۔ بکر اور عمر کہتے ہیں کہ زید ہمارا دوست ہے۔ کسی بات پر بکر اور عمر جھگڑ پڑے بکر کہتا ہے کہ زید میرا دوست ہے اور عمر کہتا ہے کہ زید تیرا دوست ہرگز نہیں میرا دوست ہے کیونکہ اس نے میرے بچپن کے زمانہ میں مجھسے ایکدفعہ ایک بات کی تھی اور وہ کسی اور سے نہیں کرتا۔ اس کے جواب میں بکر کہتا ہے کہ نہیں وہ میرا دوست ہے۔ کیونکہ تجھسے تو ایکبات کہی تھی اور مجھسے وہ ہر روز بولتا ہے۔ اور میرے پاس انکی بولنے کی ثبوت ہیں۔ تو کیا بکر حق بجانب ہوگا یا عمر۔ میرے خیال میں یقیناً بکر حق بجانب ہوگا۔ یعینہ یہی مثال اسلام اور ویدک مت کی ہے۔ اسلام کا دعوے ہے۔ کہ وہ خدا جسکی طرف سے میں آیا ہوں۔ انسان سے مخاطب ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اسکا سچا پیرو بنے اور ویدک مت کہتا ہے اب تمہیں خدا ہرگز ہرگز نہیں ملسکتا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔

راقم مضمون نے اسکو اعتراضی رنگ میں پیش کیا ہے کاش کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے اپنے ویدک تعصب کو چھوڑ کر غور کرے کہ کیا سچا مذہب وہ ہونا چاہیئے کہ جسمیں داخل ہو کر انسان اس خدا کو مل سکے جسکی طرف سے مذہب کو ہونیکا دعوےٰ ہے۔ یا وہ جو کہتا ہے کہ اسکو تم مل ہی نہیں سکتے جسکی طرف میں تمہیں بلا رہا ہوں۔ مگر مجھے امید ہے کہ ویدک تعصب آپ کو ہرگز اجازت نہیں دیسکیگا کہ انصاف کی نظر سے دیکھیں۔

آگے چلکر نامہ نگار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وید یہ نہیں بتاتا کہ خدا مکاروں کا مکار ہے۔ اگر وید کی یہ تعلیم نہیں تو کس مذہب کی مقدس کتاب میں ہے۔ اس عبارت کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وید میں اس قسم کی تعلیم نہیں بلکہ اس عبارت سے کسی کتاب پر حملہ کیا گیا ہے جسکا نام فرقان حمید ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد لفظ واللہ خیر الماکرین پر ہے اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ اعتراض بالکل تعصب اور ہٹ دھرمی سے کیا گیا ہے۔ کاش کہ اس اعتراض کرنے سے پہلے آپ یہ معلوم کر لیتے کہ عربی زبان میں مکر کے کیا معنے ہیں۔ اگر فریب اور دھوکے کے معنی ہیں تو مکر السئی اور مکر الخیر میں کیا فرق ہے۔ کیا کوئی نیک دھوکہ بھی ہوتا ہے۔ اے کوتاہ اندیش دیکھ اپنی آنکھیں کھول اور تعصب کو دور کر پھر دیکھ میں کیا کہتا ہوں۔ عربی زبان میں مکر کے معنے ہیں تدابیر کوئی اچھی تدبیر ہو یا بری ہو۔ لفظ مکر مطلق تدبیر کے لئے ہے۔ اب اس کے ظاہر کرنے کے لئے کہ تدبیر اچھی ہے یا بری ہے لفظ سئی اور خیر یا کوئی اور اسی قسم کا لفظ لگایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے یا برے میں غور کر کے دیکھو اور تم قرآن کریم میں کہیں نہ دکھاؤ گے کہ اللہ تعالےٰ برا مکار ہے بلکہ جہاں ہوگا خیر کے معنوں میں ہوگا جو تو آیت پیش کرنا چاہتا ہے وہاں بھی خیر الماکرین یعنی تدبیر کنندہ ہے۔ پر کیسی تدبیریں کرتا ہے وہ جنمیں خیر و برکت ہو۔ کاش کہ آپ آنکھیں کھولیں اور اپنے خدا کو دیکھیں کہ وہ کیسا مکار ہے۔ کہ جب کسی روح کو نجات دہندہ ونمیں شامل کرنا چاہتا ہے تو کس دھوکہ دہی سے اسکا ایک گناہ رکھ لیتا ہے۔ تا کہیں وہ اسکے قبضہ میں سے نکل نہ جاوے پھر بعض دفعہ یہی ہوتا ہوگا کہ کسی لڑکے کی ماں مر کر پھر عورت کی جون میں آجاتی ہوگی جس سے اس لڑکے کی شادی ہو جاتی ہوگی اسطرح گویا دھوکہ دہی سے اپنی والدہ سے زناہ کرواتا ہے۔ اب بتلایئے آپ کا خدا دھوکہ باز ہے یا اسلام کا خدا جو ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اسکو کبھی دھوکہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

پھر آگے چلکر راقم مضمون عیسائیوں پر اعتراض کرتے ہیں جنکا جواب دینا انکے ذمہ ہے ہاں ذرہ آگے بڑھکر پھر اسلام پر حملہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وید کہتا ہے کہ خدا کے ہاتھ نہیں ہوتے۔ کاش کہ آپ اپنے ہاتھوں کا

مطلب سمجھا ہوتا قرآن کریم میں ہے یداللہ فوق ایدیھم یعنی صحابہ کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے یعنی بیعت کیوقت صحابہؓ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم رسول (صلعم) سے معاہدہ کرتے ہیں اور اسکے ہاتھ پر بکتے ہیں۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے جسمانی ہاتھ ہوں۔ عام بات ہے کہ جب کسی ایسی چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ جسکا کوئی جسم نہ ہو۔ تو اسکو ایسے پیرایہ میں کہتے ہیں۔ جو جسمانی چیزوں کے ہوتا ہے کیونکہ انسان کا ہر وقت جسمانی اشیاء سے تعلق رہتا ہے۔ ایک ایسی چیز کا ذکر اسکی سمجھ میں مشکل سے آسکتا جسکا کوئی جسم نہ ہو۔ اسلئے استعارہ کے رنگ پر اسکا جسم تسلیم کیا جاتا ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ زید کا کام خوب چل رہا ہے۔ یہ تو بیوقوف بھی جانتا ہے۔ کہ کام کے پاؤں تو نہیں جس سے وہ چل سکے۔ اسیطرح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ہے۔ چونکہ وہ لیس کمثلہ شئی ہے۔ اسلئے استعارہ کے رنگ پر اسکا ہاتھ بیان کیا جاتا ہے مثلاً ایکجگہ فرمایا یداللہ فوق ایدیھم یعنی رسول کریم صلعم سے بیعت کرتے ہوئے یہ مت سمجھو کہ تم رسول کے ہاتھ پر بک رہے ہو۔ بلکہ دراصل تم خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر اپنے آپکو بیع کر رہے ہو۔ اسیطرح ایک جگہ ہے۔ وقالت الیھود یداللہ مغلولۃ اسجگہ اگر ہاتھ بھی تسلیم کئے جائیں۔ تو کیا یہ سمجھا جائیگا کہ رسے کے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندھے ہوئے نہیں کیونکہ ینفق کیف یشاء (خرچ کرتا ہے جسطرح چاہتا ہے) اس سے معلوم ہوگیا کہ بند کہنا بھی استعارہ کا ہی رنگ ہے۔ پھر میں حیران ہوں کہ آریہ لوگ کسطرح تعصب سے استعارہ پر بھی اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ پھر خاصکر ایسی صورتمیں کہ وہی باتیں انکی ستیارتھ پرکاش میں بھی موجود ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۶ "پرمیشر کے ہاتھ نہیں لیکن وہ اپنی طاقت کے ہاتھ سے سبکو بناتا اور پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں نہیں لیکن سب جگہ موجود ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ اسکی آنکھیں نہیں لیکن سب کو بخوبی دیکھتا ہے۔ اس کے کان نہیں تاہم سبکی باتیں سنتا ہے۔ اسکا انتہ کرن نہیں لیکن سارے جہان کو جانتا ہے" اب فرمایئے ابھی آپکی تسلی ہوئی کہ نہیں دیکھیئے ستیارتھ پرکاش صرف یہی نہیں کہتی کہ اسکی قدرت کے ہاتھ ہیں بلکہ وہ تو کہتی ہے۔ اسکی قدرت کے سب اعضاء ہیں۔ براہ کرم تعصب کو ذرا دور کرکے غور فرمائیں۔ اور نہیں تو اپنے پرمیشر سے ہی ڈریں جو ذرہ سا گناہ بھی بخش نہیں سکتا + پھر آپ لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں آدم علیہ السلام

کی مٹی (خدا نے) اپنے ہاتھوں سے گوندھی تھی۔ اور اسبات پر اعتراض کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ یہ آپ پر ہی چوٹ لگتی ہے جس کے بعد آپکا مذہب پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور آپ سے اسکا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ دیکھو اس کے یہ معنے ہیں کہ تم یہ خیال مت کرو کہ تم خود بخود پیدا ہوگئے ہیں (جیسا کہ وید کی تعلیم ہے) بلکہ ابتدا سے خدا تعالیٰ کی طاقت سے تم پیدا ہوئے ہو۔ جو آدم ہے یعنی جس سے آدمی کی موجودہ نسل چلی ہے اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے (اپنی قدرت سے) بنایا۔ آریوں کی طرح ازل سے اسکی روح نہ تھی۔ ایک طرف وید کہتا ہے۔ روح ازل سے زمانت ازل سے خدا انکو صرف جوڑتا ہے۔ دوسری طرف ستیارتھ کہتی ہے۔ وہ اپنی طاقت کے ہاتھ سے سبکو بناتا اور بگڑتا ہے۔ نہ معلوم اس اختلاف کے کیا معنے ہیں شائد کوئی دیانندی (اور نہیں تو خود راقم مضمون) ہی سمجھا دے۔ کہ اس اختلاف میں اسطرح سے تطابق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ صرف جوڑنیمیں تو کوئی قدرت نہیں۔ شائد قدرت کا ہاتھ کسی اور جگہ کام آتا ہو۔

اسجگہ تک مینے مخالف کے مضمون کا باترتیب جواب لکھا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراضوں کی بوچھاڑ تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ آگے چلکر پھر انہی اعتراضات کا بیان کرتا ہے جنکا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں اور نہ اس پاک رسالہ میں جس کے لئے یہ مضمون لکھہ رہا ہوں۔ اتنی گنجائش ہے۔ کہ ایک فضول بحث کا بار بار اعادہ کیا جاوے اسلئے اسکے بقیہ مضمون میں سے میں اپنے ناظرین کے سامنے صرف وہ باتیں پیش کرونگا۔ جنکا جواب پہلے نہ گذر چکا ہو۔

راقم مضمون لکھتا ہے۔ اگر کسی موجودہ مذاہب کا پیرو آریہ دہرم ...... میں داخل ہونا چاہے تو اسے پہلے اس گیتی ناپائدار کی لذات نفسانی کو یکلخت ترک کرنا پڑتا ہے ...... یہ دستور العمل اسکا ہوتا ہے کہ ناپاک رہنے والونکے ہاتھ سے پانی پینے تک عار سمجھتا ہے۔

یہ ایک بات پیش کیگئی ہے۔ کہ انسان آریہ دہرم میں داخل ہوتے ہی تمام گناہوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم نے تو آجتک نہیں سنا کہ فلاں شخص نے اپنے آپکو پکا آریہ ثابت کرکے دکھایا۔ جب کوئی (خود باوا دیانندبھی) اپنے آپکو آریہ نہیں کہلا سکتا بلکہ ادنیٰ آریہ بھی کیونکہ اُسنے اور اسکی پیروؤں میں سے کسی نے دو سو سال کی عمر بھی نہیں پائی۔ تو پھر کسطرح ممکن ہے

کہ آریہ دھرم میں داخل ہو کر آدمی گناہ چھوڑ دیتا ہے۔ میرا دوست اسبات کی کوئی مثال بیان کرے کہ فلاں شرابی تھا وہ آریہ ہوا۔ اور آریہ ہوتے ہی اس نے فوراً شرابخوری چھوڑ دی۔ غرض یہ ایک بات ہے جسکا ثبوت نہیں۔ اسلئے مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔

راقم مضمون گوشت خوری پر اعتراض کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا اعتراض ہے جو خود آریہ کے ایک حصہ پر بھی پڑتا ہے۔ آپکے اسبات کے بیان کرنیسے کہ انسان آریہ بنتے ہی گوشت خوری چھوڑ دیتا ہے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ جناب کو یہ بھی علم نہیں کہ ایک ماس پارٹی بھی ہے۔ میرا حق ہے۔ کہ میں یہ کہدوں کہ پہلے فیصلہ کر و کہ آریہ مت کی رو سے گوشت خوری جائز ہے کہ نہیں۔ جب یہ فیصلہ تم آپسمیں کرلوگے۔ پھر اس کا جواب دونگا۔ مگر میں صرف اتنی بات کہکر کنارہ کشی کرنا نہیں چاہتا گوشت خوری ایک ایسا مضمون ہے۔ جسپر کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ پھر میری ایک دو باتیں انکے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہیں تاہم میں کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔

۱۔ کوئی انسان نہیں جو گوشت خوری نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی آریہ ہو کر گوشت خوری نہ کرے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کیا کوئی آریہ ہوا نہیں کھاتا۔ یا پانی نہیں پیتا۔ اگر پیتا ہے اور یقیناً پیتا ہے تو کیا وہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں کا گوشت نہیں کھاتا جو ہوا اور پانی میں ہیں۔ اس سے اتنا نتیجہ نکلتا ہے کہ گوشت خوری ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان کبھی بھی بچ نہیں سکتا۔

۲۔ لڑائی کیوقت ایک بادشاہ کیلئے ہزارہا جانوں کو قربان کیا جاتا ہے۔ کوئی نہیں کہتا بادشاہ نے ظلم کیا کہ اپنی خاطر ہزارہا انسانوں کو مروا دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فطرت میں ہے۔ کہ ہمیشہ اعلےٰ کے لئے ادنیٰ چیزیں ہلاک ہوتی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اسپر قربان کیجاتی ہیں۔ اسطرح چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے باقی تمام مخلوق اسپر قربان ہونے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اگر اس نے انکو قربان کیا جو اسکے لئے بنائی گئی تھیں تو کونسا گناہ کیا۔ اگر یہ ظلم ہے تو بیلونکو کام میں لگانا گھوڑونکو استعمال کرنا ظلم نہیں۔ اگر کہو انکو خوراک دیجاتی ہے۔ اور چونکہ خوراک پر انسان کچھ خرچ کرتا ہے۔ یہ اسکے بدلہ میں کچھ کام لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا یہ خریدتے وقت ایک کثیر رقم خرچ نہیں کرتا۔ پھر اس سے کیا نفع لیتا ہے بجز اس کے کہ اسکو ذبح کرے۔

۳۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ گوشت خوری سے انکار کرے۔ تو اسے چاہئے کہ کوئی ایسی سبیل نکالے

جس کے مطابق وہ بدون کھانے پینے کے رہ سکے۔ آریہ اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام درختوں اور پھلوں وغیرہ میں روح ہوتی ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ گیہوں کو کاٹنا کیوں روا سمجھتے ہیں۔ یا چنوں اور سرسوں کے ساگ پر کیوں پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ حیوانوں پر ظلم تو اسلئے کہتے ہو کہ انمیں روح ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مردہ جانور سے جسکی روح نکل گئی ہو۔ کوئی بدسلوکی کرے تو تم ہرگز نہیں کہتے کہ ظلم کیا۔ غرض روح ایک چیز ہے۔ جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں پر ظلم ہوا اگر یہی روح گیہوں۔ چنوں۔ سرسوں وغیرہ ہر ایک چیز میں موجود ہے۔ تو یاد رکھو کہ جسطرح تم جانور کو ذبح کرنا معیوب سمجھتے ہو۔ اسیطرح سب کچھ کھانا پینا مکروہ ہوگا۔ میرے خیال میں ایسے موقعہ پر صرف تین دلائل ہی کافی ہیں۔ ؏ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

پھر لکھتا ہے۔ غرضیکہ جملہ برے افعال کو جنہیں قبل ازیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا انکو نیست و نابود کر دینا پڑتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کیونکہ جو شخص زنا کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا وہ کیوں آریہ ہو کر اسکو نہ چھوڑیگا۔ وہاں تو اس کے لئے نہایت عمدگی اور لطافت سے سامان مہیا ہے کیونکہ عزت میں فرق نہیں آتا بلکہ معزز ہوتا اور مقصود دلی (بالفاظ دیگر نیوگ) بھی حاصل ہو جس مذہب نے گناہوں کو نیکی قرار دیا پھر کیوں نہ لوگ اسمیں گنہ چھوڑ کر داخل ہونگے۔ اگر کوئی کہے کہ نیوگ کو زنا سے کیوں تعبیر کیا ہے تو ایسے شخص کو چاہئے کہ رسالہ نیوگ کا ملاحظہ کرے۔

پھر میرا مخالف شدھی کے لفظ پر بحث کرتا ہے "کہ شدھ کے معنے مصفے ہونیکے ہیں۔ مگر کوئی بتلا بھی دکھائے صرف شدھی شدھی کہنا کیا فائدہ دیتا ہے۔ میں اسمیں کوئی خصوصیت نہیں دیکھتا۔ ایک دہریہ کہ سکتا ہے۔ میں شدھی یا مصفے ہوں۔ اسکو آریہ کیا جواب دیگا برخلاف اسکے مسلم کا لفظ ہے اس پاک لفظ کے معنے ہیں فرمانبردار جو خداتعالیٰ کا حکم آیا فرمانبرداری کی۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جسپر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ دہریہ گو آپکو مسلم نہیں کہ سکتا۔ کیونکہ وہ فرمانبردار نہیں۔ پھر اس لفظ کی ایک خصوصیت اور بھی بیان ہوئی ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ یہ ایک ایسی تعریف ہے جسکی وجہ سے راقم مضمون اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو دکھاتا ہے۔ غرض کہ مسلم ایک ایسا لفظ ہے جسکو کوئی مخالف اپنے پر لگا نہیں سکتا ممکن ہے یہ کہدے کہ میں فرمانبردار ہوں۔ لیکن اس شک میں جا کر بچایگا۔ کہ المسلم من

سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ جب انسان بالکل خدا تعالی کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ تو پھر گناہ کی اسمیں کہاں طاقت رہتی ہے۔ گناہ تو ہوتے ہی نافرمانی سے ہیں۔ جب ایک شخص فرمانبردار ہو گیا یعنی جو حکم ہوا اس کے مطابق کیا۔ تو پھر گناہ کرنا تو الگ وہ تو اس کے خیال سے ہی بھی پچتا رہیگا۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جسکے مصداق ہزار ہا نہیں۔ لاکھوں نہیں۔ کروڑوں نہیں۔ بلکہ ایک لا محدود تعداد تک اس کے مصداق گذر چکے ہیں اور اب بھی ہزاروں موجود ہیں۔ اگر نمونہ چاہتے ہو تو آؤ دیکھو۔ تمہارے بھائی یعنی قادیاں کے آریہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے نشان دکھلائے۔ اگر انکار کریں تو خدا کا عذاب قریب ہے۔ جو جلد جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کر دیگا۔ ایکدفعہ کسی نے لکھا تھا۔ کہ ان آریوں نے نشان نہیں دیکھے اور یہ بات غلط ہے کہ یہاں کے آریہ مرزا صاحب کے نشانوں کے گواہ ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔ آریوں نے بہت زور لگایا۔ کہ حضرت یہ کتاب شائع نہ کریں۔ مگر یہاں تو خدا تعالی کا ارادہ ہو چکا تھا۔ کتاب کب بند ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ کتاب بھی چھپ رہی ہے اسکے شائع ہونے پر پتہ لگ جائیگا کہ انکار اسطرح کیا کرتے ہیں۔ اسکے مقابل پر لفظ شدہی کا سچا پیرو اگر ڈھونڈیں تو ایک بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ کوئی چار سو سال کی عمر پاوے تو آریہ بن سکے۔

پھر ایک جگہ راقم مضمون شدھی کی تعریف کرتا ہوا۔ ایک باریک طور پر اسلام پر اسطرح سے حملہ کرتا ہے۔ کہ جبر اور اکراہ سے شدھی کی تصدیق ناممکن ہے۔ خیر یہ تو ایک دعوے ہے۔ کیونکہ سچا شدہی اسوقت دنیا میں ایک بھی موجود نہیں کہ ہم یہ دیکھ سکیں۔ کہ شدھی جبر و اکراہ سے ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ جب ایک شئے موجود نہیں تب اسپر بحث فضول ہے۔ کہ یہ کسطرح ہو سکتی ہے۔ اور کسطرح نہیں ہو سکتی۔ جبر و اکراہ کہنے سے میرے مخالف کا مطلب صرف جہاد پر اعتراض کرنا ہے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں۔ آریہ کی کتابیں ایسی تعلیم سے ہرگز پاک نہیں جہاں دشمنوں سے بیجا سختیوں کا ذکر ہو۔ ہیں تو اسکو جہاد بھی نہیں کہ سکتا۔ کیونکہ جہاد کا پاک لفظ کوشش کے معنے رکھتا ہے یہ کوشش ہر ایک انسان کا فرض ہے۔ کہ اللہ تعالی کا راستہ تلاش کرنے کے لئے کرے۔ باقی رہا کہ جہاد ظلم سے کئے گئے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ جب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ہوئے تو انکو ہتھیار اٹھانیکی اجازت ہوئی۔ کما قال اللہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا۔ یعنی لڑائی کی اجازت دیگئی کیونکہ انپر ظلم کئے گئے اگر اعتبار نہیں تو موجودہ اسلام کی ابتدائی حالت کی تاریخ

دیکھو کس طرح مسلمانوں پر ظلم ہوئے۔ غرض شدھی ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعلق ہم یہ بحث نہیں کر سکتے کہ وہ جبر و اکراہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ تجربہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسلم جبر و اکراہ سے کسی صورت سے نہیں ہو سکتا۔ پھر لکھتا ہے "جہانتک راقم نے اپنے علم و تجربہ سے غور کیا ہے۔ اسے سوائے آریہ دھرم کے دنیا میں کوئی حقیقی مذہب نظر نہیں آتا کہ جسکی وہ پیروی کرے"۔ جہانتک میں نے ان کے مضمون سے اندازہ لگایا ہے میں کہ سکتا ہوں کہ مذہبی مماثلت میں آپ کے تجربہ اور علم کو کچھ بھی دخل نہیں۔ تجربہ تو یہ تھا کہ پہلے سچا مسلمان ہوتا۔ پھر اس کے بعد آریہ بنتا۔ تب معلوم ہوتا کہ اسکو تجربہ ہوا۔ جب ایک شخص پورے طور پر مسلمان بنا ہی نہیں تو تجربہ کیا معنے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اسلام کا سچا پیرو کبھی کسی دوسرے مذہب کو اسلام پر ہرگز ہرگز ایک منٹ کے لئے بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ باقی رہا علم سو یہ تو بالکل صاف ہے کہ وید کو سوائے چند شخصوں کے نہ کسی نے پڑھا۔ اور نہ امید ہے کہ پڑھے۔ بلکہ شائد ۵۰ فیصدی آریہ بھی یہ دعوے نہیں کر سکے۔ کہ ہم نے تمام وید پڑھا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہمیں بھی تو کوئی وید پڑھا ہوا ملتا ہم نے بھی تو ہزار ہا آریوں کو دیکھا ہے۔ پھر ایک ایسا شخص وید کسطرح پڑھ سکتا ہے۔ جو آریہ بھی نہ ہو۔ دیگر انکے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وید نہیں پڑھا۔ کیونکہ بار بار کہتے ہیں وید توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ وید بت پرستی سکہلاتا ہے۔ چنانچہ رُدّر۔ شو۔ وشنو وغیرہ کو بھی آریہ مانتے ہیں جسکے معنے کرتے ہیں کہ یہ خدا کا نام ہے اسیطرح اگنی۔ جل۔ بہومی۔ دیو۔ اکاش۔ وایو کو بھی خدا کے نام کہدیتے ہیں۔ کاش کوئی وید سے کوئی ایسا منتر نکالکر دکھائے کہ خدا ایک ہے۔ یا یہ کہ ایک ہی خدا کی پرستش کرو۔ آریہ کہ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ سب علیحدہ خدا ہیں بلکہ ایک ہی خدا کے نام ہیں۔ مگر کم سے کم روحوں اور ذرات عالم کو ازلی اور ابدی ماننا تو خدا کے کئی حریف بنا دینے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ پرمیشور کی پوجا کیوں کریں اور روح اور مادہ کی کیوں نہ کریں۔ یہ ایک علیحدہ مضمون ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں اسکو ترک کر کے اپنے اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ باقی رہا یہ کہ اسے قرآن کریم کا ہی علم ہو۔ یہ بھی نہیں۔ کیونکہ اس کا بیان صاف ثابت کرتا ہے جیسا کہ میں پیچھے ذکر کر آیا ہوں۔ پھر نہ معلوم علم اور تجربہ کے کیا معنے ہیں۔

آخر میں راقم مضمون لکھتا ہے۔ کہ ناظرین اس سمع خراشی کو معاف فرمائیں۔ کیا خوب۔ ہم سے آپ ایسا کام کروانا چاہتے ہیں جو آپ کا خدا ہی نہیں کر سکتا۔ جب آپ کا خدا بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑ سکتا تو ہم کسطرح چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ معافی مانگنا اور معافی دینا ایک فطرتی بات ہی جس کے مطابق راقم مضمون نے معافی طلب کی ہے۔ ویدکتنا ہی کہے کہ معافی نہیں ہو سکتی۔ مگر کوئی فطرت کو کیا کرے۔ برتن سے وہی آواز آتی ہے۔ جو کچھ اسمیں ہو۔ معافی فطرت میں ہے اسلئے فطرت تو ضرور معافی طلب کریگی۔ خواہ ویدک مذہب کتنا ہی منع کرے۔ یہ ایک ثبوت ہے کہ ویدک مت فطرت کے مطابق نہیں۔

واخردعوٰنا ان الحمدللہ رب العلمین۔

عبدالرحیم از قادیان

چشمۂ فیض

ناظرین! یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ جو حالت قبل از اسلام دوسرے مذاہب کی تھی وہی حالت بلکہ اس سے بھی ابتر حالت اسلام کی ہو رہی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسلام سے خدائے واحد کی فرمانبرداری مراد ہے۔ لیکن اسوقت دیکھا جائے تو اسکے پیروؤں میں سوطرح کی بدعتیں اور ہزاروں قسم کے شرک پیدا ہو گئے ہیں۔ یا صاف الفاظ میں ہر گھر میں ایک جدا جدا بت ہے۔

اور بعینہٖ یہی حالت اسلام کے ظہور سے پہلے کی تھی لیکن جب غیرت حق نے جوش کھایا تو اس نے انہی لوگوں میں سے ایک شخص پیدا کیا۔ اور انکی ہدایت کے واسطے مقرر کر دیا۔ جن لوگوں کو کسی رسول کے آنیکی امید یا خیال تھا بھی تو وہ سوسوطرح کے خیالی وسوسوں میں پڑے ہوئے تھے۔ معلوم نہیں انکو آسمان سے کیا کچھ اترنے کی امید تھی۔ لیکن اب جو انہوں نے دیکھا۔ تو کیا تھا۔ انہی کی قوم میں کا ایک بیکس بچہ جو جلدی ہی اپنے ماں باپ کے سایہ عاطفت سے جدا ہو گیا۔ اور پھر اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اس کے باقی رفیق بھی اس جہان سے کوچ کر گئے تھے۔ وہ انہی کیطرح کھاتا پیتا تھا۔ اور کل دیگر بشری ضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی تھیں + تو رسول اللہ صلعم کے دعوی کرنے پر وہ سخت حیران ہوئے۔ کہ ہیں یہ کیا کہتا ہے۔ کہیں یہ مجنوں تو نہیں ہو گیا۔ اور بہت سی بدزبانیاں کرنے لگے

مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ وہ انہیں کیا دیکھتے تھے جو ایسے الفاظ زبان سے نکالتے تھے (جو بعینہ اسوقت حضرت اقدس کے واسطے مستعمل ہوتے ہیں اسپر مسلمان غور توکریں) اور وہ ان وساوس کیوجہ سے اسلام اور اس کے بانی کے غارت کرنے پہ آمادہ ہوگئے۔ اسوقت اسلام کیحالت نہایت نازک تھی۔ اگر اسکو کوئی زبردست ہاتھ تھامنے والا نہ ہوتا۔ تو معلوم نہیں ہم کیا ہوتے عیسائی یا بت پرست۔ لیکن اسوقت کون کہ سکتا تھا۔ کہ یہ کمزور شخص ایک دن ایسا غالب آنیوالا ہے۔ کہ کئی کروڑ زبانیں ابدالآباد تک اس کے نام کا وظیفہ کیا کرینگی اور یہ کس مپرسی کیحالتیں کبھی نہ چھوڑا جاویگا۔ وہ کسقدر خوش قسمت تھے۔ جنہوں نے اسیوقت اسکو صرف ایک راستباز سمجھکر مان لیا کہ یہ کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالٰی کے نزدیک کسقدر انکا درجہ ہوگا۔ جنہوں نے اسلام میں داخل ہوکر سخت سخت مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفوں پر تکلیفیں اٹھائیں لیکن اس کے بعد کیا ہوا۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ سبحان اللہ وہ منکر کہاں گئے۔ اور وہ کہاں گئے جو اسکو تباہ کردینا چاہتے تھے۔ وہ خود تباہ ہوگئے۔ برباد ہوگئے، ان کا نام ونشان تک ان کے کامیاب مشفق کے سامنے مٹ گیا۔ عرب اسلام کے پہلے کیا تھے۔ ایک وحشی جتھہ تھے۔ جو ہمیشہ آپسمیں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے وحشیانہ رسموں میں سبقت لے جانے پر تلے رہتے تھے گند اور شرک انمیں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ لیکن اس شخص کو مان لینے کے بعد وہ ایک نہایت مہذب صلح پسند خدا اور اس کے رسول کے کلموں کے کامل پابند۔ وحدت ویگانگت کے رنگ میں پورے طور پر رنگی ہوئی قوم ہوگئے۔ وہ جہالت کے پردہ کو پھاڑ کر دنیا کی سٹیج پر نکل آئے۔ اور جنہوں نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا اور خیال کیا کہ ہمارے سامنے ان لوگوں کی کیا حقیقت ہے انکو بھی یا تو اسلام کے زبردست براہین و دلائل کے آگے یا مسلمانوں کی خونخوار تلوار کے آگے سر جھکانا پڑا یہانتک کہ قیصر وکسرے کی سلطنتیں فتح ہوگئیں۔ انہوں نے مصر کو بہت جلد لے لیا۔ اور اسلامی پرچم کارتیج کے کھنڈروں پر لہراتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ ادہر تو یورپ ان کے پاؤں کے نیچے تھا۔ ادہر انہوں نے ہندوستان کو چھوڑ چین کو روند ڈالا۔ اور جنات عدن جسکا کہ ان سے وعدہ تھا ان کے قبضہ میں آگئے اور ساتھ ہی وہ اپنے ساتھ علوم فنون۔ اور تہذیب و شائستگی کی برکت اور رحمت بھی لیگئے

جو ملک انہوں نے فتح کیا۔ اسکا انتظام بہی ساتہہ ہی اچہی طرح سے کر دیا۔ اور وہ ہر جگہ اپنے مفتوح بہائیوں کے واسطے رحمت ثابت ہوئے۔

لیکن اسوقت وہ خود اعلےٰ درجہ کے راستباز۔ اعلےٰ درجہ کے متقی۔ دین کی پوری طرح سے پیروی کرنیوالے خدا وحدہٗ لاشریک کو ماننے والے۔ اور اسلام کا سچا نمونہ تہے۔ بغض اور نفاق کا نام بہی نہ جانتے تہے۔ انہوں نے اسلام میں داخل ہوکر اسلام کو بدنام نہیں کیا بلکہ انکا نمونہ دیکہکر فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہی سبب تہا۔ کہ جبتک ان کا یہ حال رہا۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق۔ ان کے ہر کام میں برکت ہوتی تہی۔ جدہر لگام پہیرتے تہے فتح رکاب کو آکر چوم لیتی تہی۔ اسلام نصف النہار پر تہا۔ لیکن جب ایک زمانہ گذر جانیکے بعد انکی اولادنے مذہب کی پابندی چہوڑ دی۔ اور اسلام کے حکموں سے انحراف کیا تو خدا تعالےٰ نے بہی انکو چہوڑ دیا اور اس اونچے قصر سے جسپر کہ انکے اباؤ اجداد انکو جگہ دیگئے تہے نیچے گرنے لگ گئے۔ انکی فتوحات محدود اور مسدود ہوگئیں۔ انکا رعب اٹہنا شروع ہوگیا۔ اور جو کام وہ شروع کرتے اسمیں رکاوٹیں پیدا ہوتیں۔ خود انہیں نفاق نے جڑھ پکڑی۔ اور شرک اور بدعتیں پیدا ہوگئیں۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے بالکل نہ چہوڑا تہا۔ اور وہ اپنے حبیب سے وعدہ کر چکا تہا ہر صدی پر ایک مجدد بہیجتا رہا۔ جس نے انکی شان کو قائم رکہا۔ اور ہر وقت گرتی ناؤ کو سمبہال لیا اس اپنے پیارے کیخاطر ہر وقت دستگیری کی اور ہر صدی پر ہاتھ دے دیکر رکھ لیا۔

لیکن اب اس چودہویں صدی کا عجیب ہی حال ہے۔ جوں جوں سائنس نے ترقی کی ساتھ کے ساتھ فسق وفجور اور گناہ بڑہتا گیا اور بجائے اسکے کہ نادرات وعجائبات قدرت سے قادر کا پتہ لگاتے اسکا انکار ہی شروع کر دیا اور بعض تو کہلم کہلا خدا کا انکار کر بیٹہے اور بعض نے اپنے اعمال سے ایسا ظاہر کیا اسلام تباہ ہوگیا۔ اسلام کی سلطنت تقریباً مٹ گئی۔ اسلام کا رعب جاتا رہا۔ مسلمانوں کے ہزاروں معبود بن گئے۔ کئی فرقے ہوگئے۔ ہر طرح کی برائیاں داخل ہوگئیں۔ اور سب سے زیادہ برا حال اسلام کے علماؤں کا ہوا جنکو حلال وحرام میں کچھ فرق نہیں رہا۔ انکی حالت نہایت ہی خطرناک اور قابل شرم ہوگئی۔ دوسرے مذاہب والے تو الگ رہے خود پیروان اسلام انسے بدظن ہوگئے بلکہ خود اپنے مذہب سے ہی۔ اسلام کو چاروں طرف سے ملکی اور مذہبی دشمنوں نے گہیر لیا۔ چہوٹے چہوٹے مذہبوں نے سر اٹہایا جنکی کوئی حقیقت ہی نہ تہی۔ ہزاروں طرح کی آفتیں پہاڑ کیطرح اسپر

ٹوٹ پڑیں مسلمان خود اپنے ہاتھوں سے تباہی کے کنارے پہنچ گئے اور اپنے مذہب سے ایسے بےخبر ہوگئے کہ کسی صدی میں بھی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کچلا گیا۔ اسکی ناؤ ایسے بھنور میں آکر پھنسی ہے۔ کہ کوئی صورت نکلنے کی نہیں ہے کوئی ناخدا بھی تو نہیں۔ جو کوئی تدبیر کرے۔ صدی گذری جا رہی ہے لیکن کوئی مجدد بھی نہ آیا۔ اور نہ کوئی اور خدا نے بندوبست کیا۔ سونیوالو! کب تک غفلت کا لحاف تمہاری آنکھوں پر پڑا رہیگا۔ کب اٹھو گے اور کب ہوش میں آؤ گے۔ غور کرو۔ کیا یہ وہی زمانہ نہیں آگیا۔ جو اسلام کے پہلے کا تھا۔ کیا یہ مدد کا وقت نہیں ہے؟ نہیں ضرور ہے۔ تمام دنیا ضرورت کو محسوس کر رہی ہے تم کیا۔ غیر مذہب والے بھی تو رو رہے ہیں۔ کہ یہی وقت ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے وعدہ فراموش کر دیا۔ یا تم اسلام کے خدا کو آریہ اور عیسائیوں کے خدا کیطرح مردہ خدا خیال کرتے ہو۔ ہاں بیشک وہ تم کو تمہاری کرتوتوں کیوجہ سے چھوڑ دیتا۔ اگر اسکو اپنے پیارے کا خیال نہ ہوتا تم عبث یہودیوں کیطرح وہمی خیالوں میں پڑے ہوئے ہو۔ بچوں کی سی باتیں مت کرو۔ وہ وقت گیا۔ اب روشنی کا زمانہ ہے تمہارا مسیح کسی کے کندھے پر ہاتھ دھرے ہوئے آسمان سے نہ اتریگا وہ اسلام کو تلوار سے پھیلا کر اسلام کو بدنام نہ کریگا۔ اسلام کو کیا ہتھیار آسمان سے لاکر دیگا۔ یا یہاں ہی کوئی کارخانہ قائم کرکے عقل اور ہوش کی باتیں کرو۔ اسلام کے لیئے اس سے بڑھکر کڑی اور نازک اور مدد کا وقت نہیں ہے تمہارے دشمنوں نے تو تمہارے اس ہستی سے نیست و نابود ہو جانیکا اندازہ بھی کر لیا ہے کہ فلاں وقت تک تمہارا کوئی نام لیوا بھی نہ رہیگا۔ تم ہزار کوشش کرو۔ تمہارے ہزار ریفارمر ہوں۔ تم ہرگز ہرگز سنبھل نہیں سکو گے۔ جبتک کہ تم کو خدا کا ہاتھ سنبھالے۔ وہی تمہارے دلوں کو جو بالکل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔ صیقل کر سکیگا۔ اور وہی اسلام کی پہلی شان کو قائم کریگا۔ یہی ضرورت کا وقت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس نے اپنے برگزیدہ کو مقرر کر بھی دیا۔ اور پھر فرمایا "کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا"

وہ ضرور پہلی طرح غالب آویگا۔ اس کے دشمنوں کا وہی انجام ہوگا جو اسلام کے پہلے دشمنوں کا ہوا۔ پس وہ کیسے ہی فرخندہ بخت ہونگے۔ جو اسکو صدیق کیطرح قبول کرینگے۔ اور وہ کیسے ہی بدبخت ہونگے۔ جو اسکو نہ مانیں گے سوائے گدھے کے داری عقل و خرد و گوش و ہوش۔

پانی کو سراب میں بیفائدہ ڈہونڈتے ہو۔ اگر تم کو اسلام کی محبت اور خواہش ہے۔ تو دُور مت ہو۔ اپنے آپ کو پیاسا مت رکھو۔ فیض کا چشمہ جاری ہے۔ آؤ اور سیراب ہو۔ اس کے گرد کے سایہ دار درختوں کے نیچے بسیرا بناؤ۔ کہ تمام آفتوں سے محفوظ اور مامون جگہ ہے۔ یہاں آکر تشنگی بہی جاتی رہیگی۔ سب تکلیفیں دور ہوجاوینگی۔ اور یہ وہی چشمہ ہے جس کا پانی ساری دنیا نے پیتا ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ۔ احقر مرزا محمد احسن از کامٹہ

ریویو

لغات القرآن۔ لغات القرآن کے پہلے حصہ پر ہم ریویو کر چکے ہیں اور اپنے ناظرین سے بڑے زور سے سفارش کر چکے ہیں کہ وہ مصنف کی محنت کی داد دیں اور خود بہی اس قیمتی کتاب سے فائدہ اٹہائیں۔ اب اس کا دوسرا حصہ بہی تیار ہوگیا ہے اور جہانتک ہمارا علم ہے ہم دعوی سے کہ سکتے ہیں کہ ایک انسان جو قرآن شریف پڑھ سکتا ہو خدا کے فضل سے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ اٹہا سکتا ہے اور کون ہے جو کہ قرآن شریف کو بامعنے پڑھنے کی آرزو نہ رکھتا ہو۔ اس کتاب میں ایک اور یہی وصف ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ کے ساتھ آیات قرآنی سند کے طور پر بہی لکھی جاتی ہیں جس سے ترجمہ میں بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دو کالموں میں ہے ایکطرف عربی اور ایکطرف اردو دونو حصوں کی قیمت ڈہائی روپیہ ہے اور عرب عبد المحیی صاحب سے جو اس کتاب کے مصنف ہیں درخواست کرنے پر ملسکتی ہے۔ درخواستیں انہیں کے نام اور قادیان ضلع گورداسپور ہونی چاہئیں۔ والسلام۔

الاستخلاف۔ یہ کتاب محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی صاحب کی تصنیف ہے اور اس میں انہوں نے کوشش کے ساتھ شیعہ سنی کے پرانے مسئلہ خلافت پر طبع آزمائی کی ہے اور قرآن شریف کی آیات بینات سے ثابت کیا ہے کہ شیعہ فرقہ غلطی پر ہے اس کتاب کی درخواست بہی مذکورہ بالا پتہ پر ہونی چاہئے۔ مگر خیال رہے کہ یہ کتابیں خدا کے فضل سے بہت جلد بک رہی ہیں خاصکر لغات القرآن کی درخواستیں اس کثرت سے آئی ہیں کہ قریب ہے کہ دوسرا اڈیشن نکلوانا پڑے اسلئے شائقین جلد درخواستیں بہیجیں۔ والسلام۔ مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی احباب

توجہ کریں

ناظرین ہم خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہماری کوششوں کو ایک حد تک پہنچایا اور اپنے بیشمار فضلوں اور کرموں سے ان تمام رکاوٹوں کو جو درمیان سال میں آئیں دور کیا اور اسوقت ہم دیکھتے ہیں کہ رسالہ تشحیذ الاذہان اپنا ایک سال ختم کرکے دوسرے سال میں قدم رکھنے لگا ہے ہم اپنے ان اصحاب کا جنہوں نے خاص طور سے اس رسالہ کی مدد فرمائی بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور جبکہ رسالہ ماہوار کیا گیا ہے اور نئی نئی مشکلات آنے کا خطرہ ہے گو خدا ہم کو بچالے اور محفوظ رکھے مگر دنیا میں یہی قاعدہ مروج ہے کہ رسالہ کا شروع کرنا یا اس کا وقت تبدیل کرنا بغیر زیرباری کے نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم پہلے تو اُس خدا سے دعا کرتے ہیں جو علیم و خبیر ہے اور ہمارے دلوں کو جانتا ہے کہ ہم نے اس رسالہ کو محض اس کے فضل سے اسکی محبت کے لئے جاری کیا ہے کہ وہ ہماری آئندہ کوششوں میں پہلے سے زیادہ برکت دے اور پھر ہم ساتھ ہی ان اصحاب سے جو اس رسالہ سے خاص طور سے دلچسپی رکھتے ہیں استدعا کرتے ہیں کہ محض للہ ہم نے یہ کام شروع کیا ہے۔ اسلئے وہ اسمیں ہماری مدد کریں اور کم سے کم ہر ایک خریدار رسالہ پانچ خریدار اور مہیا کر دے اور یہ کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ جب انسان خدا کی رضا کے لئے کوئی کام شروع کرتا ہے تو خود خدا تعالیٰ اس کام میں مدد دیتا ہے اور وہ اُس انسان کا کام نہیں رہتا۔ بلکہ خدا کا کام ہو جاتا ہے پس اگر ہمارے رسالہ کے خریدار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

اس کو ایک دینی کام سمجھکر مدد کریں گے تو خدا تعالیٰ اسمیں برکت دے گا
اور چونکہ آگے کی نسبت کام چار گونہ زیادہ بڑھ گیا ہے اور کلرک بھی رکھنا
پڑ گیا ہے (اس سے آگے یہ کام مینیجر صاحب نباہتے تھے) اس لئے اخراجات
اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے ہم رسالہ کے ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ
اعانت کے رنگ میں بھی رسالہ کی مدد کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ یہ رسالہ
بیچ ہی میں رہجائے۔ اگرچہ ہم خدا سے امید کرتے ہیں کہ وہ ضرور ہماری مدد کریگا
جیسا کہ وہ اسوقت تک کرتا رہا ہے۔ مگر پھر بھی ظاہری اسباب کا مہیا کرنا
نہایت ضروری ہے۔ اور اس کے لئے ہمارے متمول ناظرین کی مدد کی اشد
ضرورت ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین اس تحریک کو
پڑھکر ضرور کسی نہ کسی قسم کی ہماری مدد کریں گے اور زیادہ تر دو طرح سے ہوسکتا
ہے ایک تو اعانت کے طور پر اور دوسرے خریدار بہم پہونچا کر۔ اس کے
ساتھ ہی ناظرین کو یہ بھی مژدہ سناتے ہیں کہ ہم نے آئندہ سے الہامات کا
درج کرنا بھی شروع کر دیا ہے بلکہ ارادہ ہے کہ آئندہ حضرت صاحب کے پچھلے
الہامات بھی جنمیں سے اکثر شائع شدہ ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو ابتک شائع
نہیں ہوئے شائع کئے جائیں اور وہ بھی دو دو صفحہ کر کے اسطرح شائع
ہوں کہ ایک کتاب بن جائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مینیجر

رسالہ تشحیذ الاذہان

مطبع انوار احمدیہ میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب کے طبع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولٰئک ہم المفلحون

اور ہو جاوے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کیطرف حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ آخر کار مصلح ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ — ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب — نمبر ۲ و ۳

فہرست مضامین

محبت الٰہی صفحہ ۳۳ - ۱۰۴	ایڈیٹر
احمدیوں کا قتل صفحہ ۱۰۵ - ۱۱۶	"
مکتوبات امام الزمان ۱۵ - ۱۸	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
ڈائری حضرت اقدس ۱۳ - ۱۶	ایڈیٹر
مسائل شرعیہ صفحہ ۱۱ و ۱۲	مولوی سرور شاہ صاحب مدرس عربی
عربی سیکھنے کے آسان طریقے صفحہ ۱۱ ر ۱۲	حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام
الہامات صفحہ ا تا ۴	" " "

Digitized by Khilafat Library

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء کو

قادیان دار الامان سے شائع ہوا۔

اغراض وقواعد رسالہ

الف - اغراض رسالہ مندرجہ ذیل ہوں گے -

(۱) اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا -

(۲) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو گھر میں کیئے جاتے ہیں - وقتاً فوقتاً لوگوں تک پہونچانا -

(۳) اسلام پر اور خصوصاً سلسلہ عالیہ احمدیہ پر جو جو اعتراض کئے جاتے ہیں انکی تردید - تہذیب کرنا -

(۴) مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں درج کرنا -

(۵) مسائل شرعیہ درج کرنا - تاکہ نا واقف لوگ واقفیت حاصل کریں -

(ب) قواعد رسالہ مندرجہ ذیل ہونگے

(۱) اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ذاتی اغراض کے لیئے ہرگز ہرگز متصور نہ ہوگا اور جو مالی فائدہ ہوگا - اسکو اشاعت اسلام میں خرچ کیا جاوے گا -

(۲) - یہ رسالہ انشاء اللہ تعالےٰ ہر ماہ کی دس تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوا کریگا -

(۳) - یہ رسالہ چالیس صفحوں پر ہوا کریگا - ٹائیٹل پیج علٰحدہ ہوگا -

(۴) قیمت عمہ/ رسالانہ بہرصورت پیشگی وصول کیجاویگی -

(۵) - مضامین جو بغرض اندراج رسالہ آئینگے ان کے متعلق ایڈیٹر صاحب کو اختیار ہوگا - کہ اگر مناسب سمجھیں تو درج کریں -

(۶) اس رسالہ کے ایڈیٹر حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں -

(۷) نمونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے -

(۸) تمام خط وکتابت اور ترسیل زر بنام منیجر ہو - جنرل سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

باہتمام منیجر میگزین مطبع میگزین .... میں منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے چھاپا گیا

Digitized by Khilafat Library

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت الٰہی

محبت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ محبت ایک خیال ہے اور بعض کا قول ہے۔ کہ محبت ایک جذبہ ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ محبت ایک اور ہی چیز ہے جو کہ انسان کی پیدائش کے وقت جبکہ وہ پہلا سانس لیتا ہے اسمیں داخل کی جاتی ہے۔ تو کیا محبت ایک انسانی فطرت ہے نہیں نہیں محبت ایک غرض ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آدمی کا نام ہی انسان رکھا گیا ہے۔ جسکے معنے ہیں محبت کرنے والا جیسے کہ سورۃ الرحمٰن میں خدائے عزّ و جلّ نے فرمایا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔ یعنی انسان کو پیدا کیا اور اسکو قوت بیانیہ بخشی۔ علمہ البیان کے معنے اس آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے کیا ہی صاف ہو جاتے ہیں کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اب دیکھنا چاہئے کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک قولاً اور ایک فعلاً پس اس جگہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے انسان کو قوت بیانیہ بخشی پس کیا وجہ ہے کہ وہ میری نافرمانی کرتا اور اس قوت بیانیہ سے جو میں نے اسکو عطا کی ہے۔ میری تسبیح و تقدیس نہیں بیان کرتا۔ خلق الانسان سے پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس جگہ اشارہ کرتا ہے۔ اے آدمی میں نے تو تیری پیدائش ہی میں محبت کرنا رکھدیا ہے۔ تیرا مقصود تو محبت کرنا ہے۔ پھر تو اسقدر احسانات اور عنایات کے باوجود جو کہ میں تجھ پر کرتا ہوں۔ غیر کی محبت میں پڑ گیا ہے۔ اس جگہ ان آیات کے لکھنے سے میرا صرف اتنا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کے لئے کیا ہے۔ اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض یہی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ جیسا کہ کسی شخص کا قول ہے کہ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان

کو۔ ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر دیا ہے۔ یعنی انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ خداتعالےٰ کی محبت میں سرشار رہے اور وہ درد جو کہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے اس کی باریک ٹیس سے ایک خاص لزت اٹھائے ورنہ تابعداری اور اطاعت کے لئے فرشتے موجود ہی تھے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ اختیارات جو انسان کو دیئے گئے ہیں وہ کسی اور مخلوق کو نہیں دئے گئے فرشتہ ایک مخلوق ہے کہ جس کا خداتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بہت ذکر کیا ہے اور جنکی معرفت خداتعالیٰ اکثر اپنے بندون پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے میں نے اکثر اس لئے کہا ہے۔ کہ بزرگ اور اولیا اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بلاکسی وسیلہ کے بھی خدا کا کلام انسان پر نازل ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ خداتعالیٰ اپنے کسی بندہ پر خاص طور سے مہربان ہوتا جیساکہ نبی کریم ایک ایسا نمونہ موجود ہیں کہ جو ہر وقت ہماری نظرون کے سامنے موجود ہے اور اگرچہ وہ فوت ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ان کے معجزات نشانات اور پیشگوئیاں جو کہ ہر زمان اور ہر مکان میں پوری ہو رہی ہیں ایک ایسی حجت ہے کہ جو ہر وقت ہمارے سامنے نبی کریم کا زندہ وجود پیش کرتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ سے بلاکسی وسیلہ کے خداتعالیٰ نے کلام کیا جیساکہ معراج کے موقعہ پر اور دیگر بہت سے موقعوں پر اور یہی نہیں آپ تو بڑی شان کے آدمی تھے آپ کے ادنا غلامون پر خداتعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ایسی شفقت فرمائی ہے کہ ان سے اس طرح بلاوسیلہ مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ میں اس وقت یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ کہ فرشتہ باوجود ایسی مقرب الٰہی مخلوق ہونیکے اس نعمت سے محروم ہے کہ اُس کے دل میں محبت پیدا ہو۔ محبت وہ چیز ہے۔ جو کہ خود بخود ایک مخلوق کے دل میں پیدا ہو اور فرشتہ جو خداتعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔ تو وہ کچھ ارادہ سے نہیں کرتا بلکہ اس کی خلقت میں ایسا رکھا گیا ہے۔ اور اسکے برخلاف نہیں کر سکتا مگر انسان بسا اوقات خداتعالےٰ سے نفرت بھی کرتا ہے جیساکہ دہریہ وغیرہ کیونکہ وہ اُس ہستی کو مانتے ہی نہیں اور سرے سے ہی اس کا انکار کرتے اور لغو و بیہودہ قرار دیتے ہیں۔ پس انسان کی محبت خدا سے اور فرشتہ کی محبت خدا سے ایک فرق رکھتی ہے۔ انسان ایک ارادہ اور خواہش سے اور محبت سے خدا سے تعلق کرتا ہے۔ تو فرشتہ بلاارادہ اور محبت کے پس وہ تعلق اتنا قابل قدر نہیں۔ جو کہ بلاکسی

محبت کے ہو بلکہ وہ جو کہ ارادہ اور اختیار سے ہو زیادہ قابل قدر ہے اور یہ موخر الذکر تعلق صرف ایک انسان کو ہی نصیب ہے اور باقی مخلوقات پہلی قسم کا تعلق رکھتی ہے - یعنی انسان تو بعض دفعہ اپنے اُسی اختیار کو جو کہ اس کو خدا تعالیٰ نے عنایت کیا ہے کام میں لا کر اُس سے قطع تعلق کر لیتا ہے - گو یہ کام کیسا ہی ہو اور اس کا نتیجہ کتنا ہی خطرناک ہو مگر ایسا واقعہ تو ہوتا ہے - کہ ایک انسان خدا سے اپنا تعلق توڑ بیٹھا اور راندۂ درگاہ الٰہی ہو گیا - مگر اسکے برخلاف دوسری مخلوق ایسا نہیں کر سکتی - اور نہ ان میں یہ طاقت اور قوت ہے صرف انسان کو ہی یہ اختیار دیا گیا ہے - کہ وہ دیکھتا ہے اور سوچتا ہے - پھر اسکے بعد جو اس کی ضمیر فیصلہ کرتی ہے اُسپر عمل کرتا ہے - خواہ تو اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے اس طرف میلان کرے کہ جسطرف رجوع کرنے سے وہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے اور یا اسی راہ کو اختیار کرے کہ خدا کے فضل سے منزل مقصود تک پہنچ جائے اور یہ خدا تعالےٰ اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے - کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا - یعنی ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑ و نیز پیش کی پس انہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کر دیا - اور ڈرے مگر انسان نے اسکو اٹھا لیا تحقیق انسان ظالم اور جاہل ہے - اس جگہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی امانت یعنی محبت کو آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں اور زمین کے حیوانات اور پہاڑوں کے جانداروں پر پیش کیا مگر وہ اس کے اٹھانے سے ڈرے اور انکار کر دیا مگر انسان جو کہ ظالم اور جاہل ہے - اس نے اس کو اٹھا لیا اور محی الدین ابن عربی صاحب جو کہ ائمۂ اسلام میں سے گزرے ہیں فرماتے ہیں - کہ اس جگہ پر انسان کی تعریف ہے مذمت نہیں اور ظالم اور جاہل کے الفاظ جو کہ بظاہر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں - اس جگہ پر تعریف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ظالم سے مراد ہے کہ انسان اپنی جان پر ظلم کر سکتا ہے - اور ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکتا ہے جو کہ خدا کی محبت میں اسکو پیش آویں اور جاہل اس لئے کہ اس نے ان تکالیف اور شدائد کی بابت سوچا بھی نہیں جو اس کو اس راہ میں پیش آ سکتی

نہیں اور دوسرے حیوانات نے دور اندیشی سے اس سے انکار کر دیا اور گو کہ اس جگہ انسان نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا لیکن یہ اسکی تعریف ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک پیاری اور عمدہ چیز دیکھکر کسی اور بات کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور وہ بوجھ جس کا اٹھانا دوسروں نے ناپسند کیا تھا۔ اس کو بہ رضاؤ رغبت اٹھالیا۔ اور اسی لیے ہے کہ جب انسان اپنے عہد اور اقرار کو پورا کرتا اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو باوجود سخت سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کے ثابت قدم رکھتا ہے تو اس پر اس قدر انعام اور اکرام ہوتے ہیں جو کہ کسی اور مخلوق پر نہیں ہوتے پس یہ بات ثابت ہے کہ انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو کہ محبت کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے اور جس میں ایک طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے خیالمیں اپنے نفع یا نقصان کو سوچ سمجھ کر ایک چیز سے محبت یا نفرت کرے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ انسان کا مشاہدہ جہاں تک ہے اور جہاں تک انسانی عقل کام کر سکتی ہے۔ یہ بات سنت اللہ ثابت ہوئی ہے کہ جہاں گل ہے وہاں خار ہونا ضروری ہے اور جہاں صحت ہے وہاں بیماری بھی لازم ہے اور جہاں راحت ہے وہاں غم بھی دروازہ پر سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ کہ جہاں کسی چیز سے محبت ہے اسکی ضد سے نفرت بھی لازمی امر ہے۔ پس جیسا کہ انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ نے محبت رکھی ہے ایسا ہی ایک حصہ نفرت کا بھی رکھا گیا ہے۔ اور اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے محبت کیجائے تو غیر اللہ سے نفرت بھی ہو یا یہ کہ جب سستی اور کسل اور بدطینتی اور بدبختی کے ساتھ دامنگیر ہو جائیں اور اُس کے دل میں غیر اللہ کے لئے محبت پیدا ہو جائے۔ تو لازم و ملزوم کی طرح ہوگا کہ اس بدبخت کو خدائے قادر اور پیدا کنندہ زمین و آسمان سے نفرت پیدا ہو جائیگی گو کہ یہ نفرت بوجہ اس زنگ کے ہو جو اس کے دل پر اس کی شامت اعمال کی وجہ سے لگ گیا ہے غیر اللہ کی محبت وہ محبت نہیں جو کسی انسان سے کی جائے بلکہ وہ محبت ہے جو کہ خدا کے مقابلہ میں کسی اور سے کی جائے۔ ایک انسان سے محبت کرنا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو بھائی بھائی بنایا ہے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ آپس میں محبت سے اور پیار سے رہو۔ اور ایک دوسرے کی اس کے تکلیف کے وقتوں میں مدد کرو اور یہ کہ اپنے بھائیوں

پر احسان کرو۔ ایک ثواب کا کام اور نیکی کی چیز ہے۔ مگر جو محبت کہ اس لئے کی جاتی ہے کہ اس سے کچھ دنیاوی خواہشیں پوری کی جائیں۔ یا شیطانی وساوس کو ترقی دیجائے۔ یا یہ کہ اس محبت میں کسی خدا تعالےٰ کے حکم کے برخلاف کیا جائے پس ایسی محبت غیر اللہ محبت ہے اور وہ دن دور نہیں کہ ایسے شخص جو اس قسم کی محبت کرنے والے ہیں اسی دنیا میں پیشتر اسکے کہ ان کی موت کا زمانہ آئے اور وہ خالق حقیقی ان کو روبرو بلائے تاکہ انسے حساب طلب کیا جائے اس انجام کو دیکھلیں جو کہ غیر اللہ کی محبت کا ہوتا ہے اس جگہ میں کسی قدر محبت کی تشریح کرتا ہون محبت ایک جذبہ تو ہے لیکن جذبہ خلقی ہے جو کہ انسان کے پیدا ہونے سے لیکر اسکی موت تک بلکہ ایک نامعلوم زمانہ تک اس کے ساتھ ساتھ جاتا اور ہر جگہ اس کے کام آتا ہے یہ کچھ ایسا زبردست جادو ہے جس کو ایک انسان سمجھ نہیں سکتا کہ کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ بارہا دیکھا جاتا ہے کہ ایک چیز کی طرف قدرتاً میلان طبیعت بڑھتا جاتا ہے اور یہان تک کہ سوائے اسکے کچھ نظر نہیں آتا اور ہر وقت اُسی چیز کا خیال دامنگیر رہتا ہے اور خود محبت کرنے والا نہیں جانتا کہ میں اس چیز سے محبت کیون کرتا ہون۔ اور کیا وجہ ہے کہ میری طبیعت باوجود اس کے کہ میں اس کو اس طرف سے ہٹانا بھی چاہتا ہون۔ اور چاہتا ہوں کہ میرا خیال کسی اور طرف ہٹ جائے لیکن پھر ایک غیبی طاقت کشان کشان مجھکو اور میرے دل کو اور میری آنکھوں کو اسی طرف کھینچے لئے چلی جاتی ہے اور میں بے بسی اور بیکسی کے عالم میں پڑا رہجاتا ہون اور میری حالت اس وقت مردہ کی سی ہوتی ہے جس کو اس کے اقربا نہلا دھلا کر اور ایک کفن میں لپیٹ کر کنج لحد میں جا لٹاتے ہیں۔ اور وہ بیچارہ اس قابل بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہاتھ بھی ہلا سکے یا ایک بیجان لکڑی کے ٹکڑے کی سی ہوتی ہے۔ کہ اسکو کوئی اٹھا کر کہیں پھینک دیتا ہے۔ تو کوئی کہیں۔ ترکھان ایک تیز ہتھیار سے کاٹ کاٹ کر طرح طرح کی چیزین بناتا اور اپنے دام کھرے کرتا ہے وہ ہے کہ جانتی بھی نہیں کہ مجھ سے کیا کیا جا رہا ہے۔ یا ایک کمزور عورت جو خلقی طور پر کمزور پیدا کیگئی ہے۔ اور اسکو اٹھا کر تیز اور تند جلتی ہوئی آگ کی نذر کر دیتی ہے۔ جہان وہ ایک پل میں خاک کی ایک چٹکی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ ہان خود

محبت کرنے والا نہیں جانتا کہ یہ بہکی بہکی باتیں اور یہ بے بسی کے کام مجھ سے کون کرواتا ہے اصل میں یہ قدرت کے سایہ تلے محبت کا زبردست ہاتھ ہی ہوتا ہے جو اس قدر طاقت اور قوت کے ساتھ زبردست سے زبردست دل کو موم سے زیادہ نرم اور دنیا و مافیہا سے بیخبر کر دیتا ہے بارہا دیکھا جاتا ہے کہ ایک سخت دل اور طاقتور جوان جو میدان جنگ کے خوفناک سینٹ سے ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں ہوتا جو قتل و خون کو ایک معمولی کھیل سے زیادہ نہیں سمجھتا اور جسکے خیال میں چمکتی ہوئی تلوار اور دل دہلا دینے والی گولی کی آواز ایک دلخوشکن نظارہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی یکایک ایک سے زیادہ سخت محبت کے ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے اور ایسا خود رفتہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی بہادری اور جرأت ایک دم میں کافور ہو جاتی ہے۔ اور وہ جو کہ ایک فوج کے سر کو جھکا دیتا تھا اب ایک بچپن کے دوست اور تکلیف کے وقتوں کے غمگسار کے آگے اس طرح سر تسلیم کئے کھڑا ہوتا ہے گویا کہ اسکے کانوں نے شوخی اور بہادری اور جرأت کا نام ہی نہیں سنا۔ ایسا کون کرواتا ہے۔ یہ محبت ہی تو ہے۔ لیکن یہ محبت اس محبت سے زیادہ قوی ہے جو اس کو میدان جنگ میں کھڑا کرتی تھی۔ اس وقت اُس کو ملک و دولت یا کسی اور چیز کی محبت تھی جو جنگ کی ترغیب دیتی تھی۔ لیکن اب وہ محبت ہے جو کہ ایک انسان کے حسن اخلاق اور دیگر احسانوں نے پیدا کر دی ہے۔ میرے خیال میں محبت کو اور چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کے بجائے اگر آگ کے ساتھ تشبیہ دیجائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ محبت اگر کسی چیز کے لئے حد سے بڑھنا شروع ہوتی ہے۔ تو اس شخص کو کچھ ایسا محو کر دیتی ہے۔ کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ بیشک غیر اللہ کے لئے ایسی محبت انسان کو خاک کر کے چھوڑتی ہے۔ لیکن یہ محبت کی آگ جب خدا کی مرضی کے مطابق بھڑکائی جاتی ہے تو گو کہ اس کا کمال یہی ہے کہ اس کو جو محبت کی آگ کو اپنے دل میں بھڑکا رہا ہے۔ خاک کر دے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ وہ خاک بھی پھر خاک شفا بنجاتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

عشق مولا جو کرے شمع صفت جلوہ گری
خاک ہو جائے جو پروانہ تو بن جائے پری۔

لہ نظارہ

یعنی اگر خدا تعالیٰ کا عشق شمع کی طرح لوگوں پر ظاہر ہو تو اُس وقت وہ لوگ جو اس سے محبت کرنے والے ہیں گو کہ پروانہ کی طرح اسپر فدا ہو جائیں اور اس میں یعنی محبت کی آگ میں جلکر خاک ہو جائیں پھر بھی وہ جلنے کے بعد بجائے پروانہ کے پری ہو جائینگے یعنی پروانہ تو ایک ناچیز کیڑا ہے۔ اسی طرح انسان بھی ایک ناچیز کیڑے سے زیادہ نہیں لیکن جب خدا کی محبت کو اپنے دل میں بھڑکاتا ہے اور اس میں جلجاتا ہے تو اس وقت خدا اسکو پری کا درجہ دیدیتا ہے (پری ایک خیالی مخلوق ہے لوگوں نے اس قدر خوبصورت متصور کیا ہے کہ کوئی اور مخلوق اسکی برابر حسین اور خوبصورت نہیں ہے ......) یعنی وہ لوگ پھر اس قدر عالی مرتبہ اور حسین ہو جاتے ہیں کہ خلقت ان پر ٹوٹی پڑتی ہے اور وہ عشق الٰہی کی آگ میں خاک ہو کر خاک شفا ہو جاتے ہیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ان کو خدا تعالےٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ "بادشاہ تمہارے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ ھینگے"، وہ وقت کیا عظیم الشان وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت وہ گمنامی کے گڑھے سے یک دم شہرت کے اونچے ٹیلے پر بٹھائے جاتے ہیں پس دنیا دیکھتی ہے کہ یہ ہے اس محبت کا انجام جو کہ اس نے خدا سے کی تھی۔ چونکہ خدا تعالےٰ اپنے محبت کرنے والے کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس لئے وہ روز بروز ایسے شخص کو ترقی دیتا اور اسکے تابعداروں کے حلقے کو روز بروز بڑھاتا جاتا ہے۔ اس وقت اگرچہ وہ شخص تنہائی چاہتا ہے اور خلوت کو پسند کرتا ہے۔ لیکن لوگ جوق در جوق اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو ہر وقت گھیرے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑا تھا۔ اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ پس خدا اس گمنامی کا بدلہ جو اس شخص نے اس کے لئے اختیار کی تھی۔ اس طرح دیتا ہے کہ روز بروز اس کی شہرت کو زیادہ کرتا ہے۔ اور وہ جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں تباہ کرتا ہے اور اس وقت وہ شخص جو برسوں خدا کی محبت میں دن گزارتا رہا ہے خدا کا محبوب ہو جاتا ہے اور کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو کہ محبت اس سے کرتا ہے جو دائمی ہے اور جو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے چاہنے والے کو بدلہ دے اور جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جو کل صفات سے موصوف ہے۔ بہ نسبت اس شخص کے جو محبت اسی سے کرتا ہے جو آخر مرنے والا

ہے تباہی ہر وقت اس کا انتظار کر رہی ہے اور اس وقت اس سے محبت کرنے والے کو سوائے
تباہی بربادی ذلت اور رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا ہاں مگر اس شخص کو جو کسی دوسری سے خدا
کی رضا کے حاصل کرنیکے لئے محبت کرتا ہے۔ گو کہ وہ فانی چیز ہے لیکن خدا کی رضا تو فانی
نہیں۔ جب ایک شخص خدا کے رسول سے محبت کرتا ہے کہ اسکی بدولت میں خدا تعالےٰ کا
قرب حاصل کروں اور تا کہ خدا کی رضا میرے شامل حال ہو جائے اس محبت میں وہ روز
بروز ترقی حاصل کرتا اور آخر کار سب رشتوں سے زیادہ وہ اسکو عزیز ہو جاتا ہے باپ بیٹا بھائی
اور دوسرے عزیز انکی محبت اسکے دل میں کہیں کم ہوتی ہے۔ بہ نسبت اس محبت کے جو
وہ خدا کے رسول سے کرتا ہے۔ یہ محبت اگرچہ ایک انسان سے ہوتی ہے۔ مگر اسکے
ساتھ ساتھ خدا کی محبت بھی ترقی کرتی جاتی ہے اور جب ایک شخص اس غرض سے اپنے
ماں باپ اور بیوی بچوں اور بھائی سے محبت کرتا ہے کہ خدا کا حکم ہے تو اس محبت
کی تہ میں بھی خدا کی ہی محبت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن ایسے شخص کے سر پر خدا کا
سایہ ہوگا۔ اور اُس قادر مطلق مالک یوم الدین کی پیاری آواز اس شخص کے کان میں
آئیگی۔ اور اس وقت اسکو کیسی خوشی ہوگی جب وہ سنیگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھ
سے محبت کی اور میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں تیرا چلنا پھرنا کھانا پینا اور جاگنا سونا سب میرے
ہی لئے تھا۔ تو نے میری رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا اور جن سے میں نے کہا تھا تو نے محبت
کی اور جن کے تعلق سے میں ناراض تھا۔ تو ان سے الگ رہا۔ اس وقت کیسی خوشکن آواز اس
کے کان میں پڑیگی۔ کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اس وقت اسکو ان چند
روزہ تکالیف کے بدلے جو کہ اس نے خدا کیلئے برداشت کی ہونگی دائمی بہشت ملیگا۔ اور وہ
ہمیشہ کے لئے اس محبت کا ثمرہ پائیگا۔ جو اس نے خدا سے کی۔ میں اس جگہ یہ بھی بیان کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ محبت وہی نہیں جو کسی انسان سے کی جائے یا کسی اور چیز سے کی جائے بلکہ
میرے خیال میں ہر اک کام میں جو انسان کرتا ہے۔ اور ہر اک بات جسکو انسان ترک کرتا
ہے۔ اس کی محبت یا نفرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انسان اپنے پیدا ہونے کے وقت سے
جتنے کام کرتا ہے۔ سب محبت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان کو کسی کام کی محبت

ع۱ اگرچہ ان لفظوں میں تو نہیں مگر اسکے قریب قریب ہم کو قران حدیث سے ظاہر ہوتا ہے

نہ ہو تو وہ کیونکر اسکو کر سکتا ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ محبت کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ میری خیال میں محبت حسن سے پیدا ہوتی ہے اور شاید سب دنیا اس کو قبول کرتی ہوگی۔ اب خواہ حسن صورت ہو خواہ حسن سیرت ہو اور خواہ حسن انجام ہو حسن صورت اس طرح کہ انسان ایک چیز کو اس لئے پسند کرتا ہے۔ کہ اس کی شکل بھاگئی ہے اور اس میں کوئی چیز ایسی ہے یا خصوصیت ہے جو اس کی آنکھون کو پسند آگئی ہو اور حسن سیرت اس طرح کہ کسی کے اچھے اخلاق اور عمدہ برتاؤ سے ایک شخص کا دل اس طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسی محبت اس کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ کہ وہ محبت کرنے والا شخص اس دوسرے شخص کی جگہ اپنے دل میں خاص طور سے پاتا ہے۔ اور حسن انجام اس طرح کہ ایک شخص کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور غور کرتا ہے۔ کہ اس کا انجام کیا ہوگا جب وہ اس کے انجام کو اچھا اور سودمند دیکھتا ہے تو وہ ہر طرح سے اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ تین قسم کی محبتیں ہیں۔ جو میرے خیال میں طرح طرح کی شکلون میں انسان کی زندگی میں پیش آتی ہیں۔ بعض دفعہ انسان ایک چیز سے محبت کرتا ہے اور نہیں جانتا۔ کہ مجھ کو اس سے کیون محبت ہے اگرچہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اس شخص کی نظروں سے پوشیدہ۔ دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک آدمی مدت تک ایک جگہ رہتا۔ اور پھر جب وہ کسی وجہ سے اس جگہ کو چھوڑتا ہے۔ تو اسکے دل میں ایک قسم کا قلق اور گھبراہٹ پائی جاتی ہے حالانکہ وہ جتنی مدت تک اس جگہ رہا کبھی بھی اس جگہ کی محبت اس کے دل میں جوشزن نہیں ہوئی اسیطرح دو بچپن کے دوست جو ایک جگہ رہتے رہے ہیں اور جنہوں نے ایک ہی جگہ تعلیم پائی ہے۔ شاید بہت کم ایسے موقعہ پاتے ہونگے کہ انہیں ایک دوسرے کی محبت محسوس ہو لیکن جدائی اچانک آکر اس محبت کو شعلہ زن کر دیتی ہے جو انکے دلون میں مدت سے خفیہ طور پر بڑھ رہی تھی اسوقت وہ جانتے ہیں۔ اور انکے دل اچھی طرح محسوس کر لیتے ہیں۔ کہ ہاں ہمیں آپس میں محبت تھی۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محبت اس آگ کی طرح ہے۔ جو آہستہ آہستہ دہکتی رہتی ہے۔ اور جب اسکو کسی چیز سے ہلایا جاتا ہے۔ تو وہ اچانک شعلہ زن ہوتی ہے۔ میرے خیال میں استغفار پڑھنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ محبت الٰہی کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ کیونکہ انسان استغفار پڑھنے کے وقت اپنے گناہون کو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ کہ اگر یہی حالت رہی تو یہ گناہ مجھ میں اور میرے پیارے میں جدائی ڈالدینگے۔ اور آخر کار میں خدا تعالےٰ

سے دور جا پڑونگا جس سے میں محبت کرتا ہوں - اور شیطان کے نزدیک ہو جاؤنگا جس سے میں نفرت کرتا ہوں - پس اس جدائی کو سامنے دیکھکر وہ کانپ اٹھتا ہے - اور خدا تعالےٰ کی محبت اسکے دل میں اور بھی جوشزن ہوتی ہے - اور اس طرح وہ اُن گناہوں کو یکلخت ترک کر دیتا ہے جنکی کہ وہ واقفیت حاصل کر لیتا ہے - اور اللہ بندوں کے لئے جو آخر کار گناہوں کے پھندے سے نکل جاتے ہیں - استغفار ایک ترقی کا موجب ہوتا ہے - کیونکہ وہ جتنا خدا کے قریب جاتے ہیں - اتنا ہی ان کے دل میں اسکے پاس جانیکا اور اشتیاق بڑھتا ہے - اور وہ جو کچھ کہ فاصلہ بیچ میں ہوتا ہے - اس کو ایک گناہ تصور کرتے ہیں - اور خدا سے التجا کرتے ہیں - کہ ہمکو اور بھی اپنے نزدیک کرے - غرضیکہ محبت ایک ایسی زبردست طاقت ہے - کہ یہ ایک طاقتور اور کمزور انسان پر یکساں حکومت کرتی ہے محبت کے کمال کا نام دنیا میں استقلال رکھا گیا ہے بعض لوگوں میں محبت کی قوت بہت کم ہوتی ہے - انہی لوگوں کا نام بالفاظ دیگر - کم ہمت اور بے استقلال ہے - کیونکہ جب انسان کو کسی چیز کی خواہش ہی بدرجۂ کمال نہ ہوگی - تو کس طرح ایک عرصۂ دراز تک اسکے حاصل کرنیکے لئے سرگرداں و پریشان رہ سکتا ہے - مگر جب ایک شخص کو کسی چیز سے بہت ہی انس ہوگا - اور وہ چاہیگا - کہ کسی طرح میں اسکو حاصل کر ہی لوں - اس وقت وہ ہر قسم کی تکالیف اور مصائب اور شدائد کو برداشت کریگا - اور ہر طرح سے آخر اسکو حاصل کر ہی لیگا - جیسا کہ کسی نے کہا ہے - من جدّ وجد ورنہ کم سے کم دنیا پر ثابت کر دیگا - کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں - کہ کم توجہی سے کسی کام کو ناتمام چھوڑ دوں - بلکہ جب تک میرے ہاتھ پاؤں چلیں اور جب تک دنیاوی وسائل میرا ہاتھ بٹا سکیں - میں ہر ایک اس کام کو جس کے کرنیکا ارادہ کر لوں - کمال تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں - یہ ہیں محبت کی طاقتیں اور قوتیں جن سے وہ دنیا میں کام لیتی ہے - یہ جب جوشزن ہوتی ہے - تو اس وقت انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے اس کے ہوش و حواس سب ہوا ہو جاتے ہیں - اور بےچینی اور بیکلی اس وقت اس کی جلیس ہوتی ہیں - وہ اپنے دل میں ایسا درد محسوس کرتا ہے - کہ سوائے چند گرم آنسوؤں کے جو کہ اسکی گھبراہٹ کا کچھ تھوڑا سا حال بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں - اور کوئی نہیں ہوتا - جو اس کی حالت کا اظہار کر سکے - بلکہ خود اس کی طاقت گویائی تھی کچھ کام نہیں دیتی - اور وہ جسکی زبان کبھی تالو سے نہ لگتی

تھی کلیجہ تھامے ہوئے بیٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ حالت اس قابل ہوتی ہے کہ اس کا مشاہدہ کیا جائے۔ لیکن یہ تو تب ہو۔ اگر دوسرے کو ایسا واقع پیش نہ آتا ہو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک۔ بلکہ قبر کے کونہ تک یہی واقعات پیش آتے ہیں۔ ایک دودھ پیتا بچہ تک بھی اپنی ماں کی گود میں اور ایک اجنبی کی گود میں فرق محسوس کرتا ہے۔ اور دوسرے کے ہاتھوں میں جاکر خواہ مخواہ رو پڑتا ہے یا بیکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اسوقت اپنے پرائے میں کچھ تمیز نہیں کر سکتا۔ اور اس کو نہیں معلوم ہوتا کہ کونسا میرا دوست ہے۔ اور کون میرا دشمن ہے۔ وہ صرف اس محبت کے تعلق کی وجہ سے جو اسکو اپنی والدہ سے ہوتی ہے۔ غیر میں اور اپنی ماں میں ایک فرق محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ کہ دل را بہ دل رہیست یعنی اگرچہ ایک کو دوسرے کی محبت کا علم بھی نہ ہو تو بھی بوجہ محبت کی کشش کے وہ اسکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب بچہ ذرہ بڑا ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت بھی وہ محبت کے اثر سے محفوظ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس وقت اپنے ہم عمر بچوں سے محبت کا تعلق رکھتا ہے۔ اور جب وہ کچھ اور بڑا ہوتا ہے۔ یعنی بلوغت کے قریب پہنچتا ہے۔ تو اسوقت سے دوسرا سلسلہ محبت کا شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی اُسکو کسی قدر عقل آجاتی ہے کہ محبت کرنیکے لائق ایک اور ہستی ہے جو کہ زمین و آسمان کی پیدا کرنے والی اور برے بھلے کی فرق کرنے والی ہے۔ پس اُسوقت اگر وہ اپنی اصلاح کرتا۔ اور صاف اور سیدھی راہ پر چلتا ہے۔ تو آئندہ زندگی میں اسکے لئے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ راہ جو بہتوں کو بہت دشوار اور ناقابل گزر معلوم ہوتا ہے۔ اسکے لئے ایک عمدہ آسان اور بلا خوف و خطر معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر اسی طرح انسان جوان ہو کر بھی بہت سے تعلقات رکھتا ہے اور اسکو محبت کرنی پڑتی ہے۔ اور جب وہ بوڑھا ہوتا ہے۔ تو تعلقات اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ محبت بھی ترقی کر جاتی ہے۔ اور پھر بوجہ ایک لمبی عمر پانیکے بوڑھا آدمی اپنے کئی دوستوں کو چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے پہلے اس دنیائے فانی کو الوداع کہ چکے ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ اسکو وہ زمانہ۔ ۔ ۔ جب کہ یہ اپنے دوستوں میں بیٹھتا تھا۔ یاد آتا ہے۔ اور محبت اسکو بیقرار کرتی ہے۔ اور نہیں تو اپنی پچھلی عمر کی باتیں یاد آکر اسکو خدا سے محبت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے گناہوں سے ڈرتا اور پچھتاتا ہے۔ اور اگر دوستوں کی جدائی کا داغ بھی رکھتا ہو۔ اور کچھ صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ تو بیساختہ کہ اٹھتا ہے۔ کہ سبحان اللہ

یعنی سب کے لئے فنا مقدر ہے۔ اور تکلیفیں آرام کے ساتھ ضروری ہیں لیکن صرف ہاں صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ان تمام انقلابات اور فنا سے پاک ہے۔ یا بے اختیاری میں وہ یہ کلمہ زبان پر لاتا ہے۔ کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ فقرہ جو کسی غم کے وقت بولا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اسکے معنوں میں بھی محبت کی طرف ایک اشارہ ہے۔ یعنی جب ایک چیز جسکو ہم پسند کرتے ہیں۔ ٹوٹ جاتی یا گم ہو جاتی ہے یا ایک شخص ہم سے جدا ہوتا ہے۔ خواہ دائمی خواہ ایک وقت مقررہ تک کے لئے۔ اسوقت ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تو خدا کے لئے ہی ہیں۔ اور ہم نے اسی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی فنا سب کے لئے ہے۔ سوائے خدا تعالےٰ کے اور ہم بھی کسی دن انہی فنا شدہ لوگوں کی طرح فنا ہو جائینگے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ میں ایک محبت کا بھی اشارہ ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ اپنے بندوںکو سکھلاتا ہے کہ نقصان کے وقت تم یہ پڑھا کرو۔ اور اس میں اشارہ فرماتا ہے۔ کہ تم تو میرے لئے ہی ہو۔ اور میرے پاس ہی لوٹو گے۔ اور ایک میری ہی ہستی ہے۔ کہ جس کی محبت تمکو کچھ فائدہ دے سکتی ہے۔ تو کیا وجہ کہ تم ایک فانی چیز سے اسقدر محبت کرتے ہو۔ تمکو تو چاہئے۔ کہ تم مجھ سے محبت کرو۔ جو فانی نہیں۔ وہ چیزیں تو تم سے جدا ہونے والی ہیں۔ اور اسکے برخلاف میری طرف تم لوٹنے والے ہو۔ اور مجھ سے تم کو جدائی نہیں۔ تو بتلاؤ کہ ایسی چیز سے محبت کرنی چاہئے۔ جو جدا ہونے والی ہے اور آخر رنج دینی والی ہے یا اس ہستی سے جس کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اور اس سے لوٹنا کبھی نہ ہوگا اور ہمیشہ اس محبت کا ثمرہ ملتا رہیگا۔ پس جب انسان کسی خسارہ یا تکلیف کے وقت اس فقرہ کو زبان پر لاتا ہے تو اسکے دل میں فوراً صبر اور استقلال کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ کہ کیا وجہ کہ میں ایک فانی چیز سے محبت کروں۔ جبکہ نہایت حسین اور نہایت پیارا غیر فانی خدا میرے سامنے محبت کرنے کو موجود ہے۔ مگر جب انسان خدا سے محبت کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی اسکے دل میں خدا کی مخلوق کی محبت بھی جوشزن ہوتی ہے۔ اور جتنا وہ اسمیں بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں بھی ترقی کرتا ہے۔ اس وقت انسان جس چیز کو دیکھتا ہے۔ معًا قادر خدا کی قدرت یاد آجاتی ہے کہ یہ سب صناعیاں اُسی کی ہیں۔ اور جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ سب اُسی کی مخلوق ہے۔ پس بوجہ اسکے کہ وہ اُسکے محبوب کی بنائی ہوئی چیز ہی

اور اسکے ارادہ اور حکم سے بنی ہے وہ اسکی قدر کرتا ہے۔ اور اسی لئے وہ ان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جن میں کہ دوسرے لوگ اس وجہ سے پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ انکو خدا سے محبت نہیں ہوتی یا اس درجہ تک نہیں ہوتی مثلاً ایک خدا سے محبت کرنیوالا۔ انسان اصراف سے پرہیز کریگا کیونکہ وہ برداشت ہی نہیں کرسکیگا کہ ایک چیز جو کہ خدا نے اسکو دی ہے بلا ضرورت اور بلا وجہ ضائع کیجائے۔ اور وہ ظلم و تعدی سے پرہیز کریگا کیونکہ اسکی طبیعت اسکی متحمل نہیں ہوسکیگی۔ کہ خدا تعالےٰ کی بنائی ہوئی چیز کو تباہ کرے۔ اور اسی طرح اس محبت سے جو کہ ایک انسان کو خدا سے ہو وہ دیگر تمام گناہوں اور کمزوریوں سے بچتا ہے۔ اور برخلاف اسکے جو خدا تعالےٰ سے محبت نہیں رکھتا اگر انجام کے خوف سے اور سزا کے ڈر سے گناہوں اور بدیوں سے بچنے کی کوشش بھی کرے۔ تو اس حد تک نہیں بچ سکتا جہاں تک کہ وہ شخص جو کہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے بچتا ہے۔ اسوقت یہ بھی کہدینا ضروری ہے کہ اخلاص سے کام کرنے والا انسان بھی ایک قسم کا سزا کا ڈر اور خوف رکھتا ہے۔ مگر وہ بھی اسلئے ہوتا ہے۔ کہ کہیں میری محبت میں خلل نہ آجائے۔ اور ایسا نہ ہو کہ میں خدا تعالےٰ سے دور جا پڑوں۔ ہاں بعض اولیاء کے قول سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ ایسے انسان بھی دنیا میں ہوتے ہیں جنکے دل میں خوف دوزخ یا امید بہشت کچھ بھی نہیں ہوتا اور صرف اس اخلاص اور محبت کیوجہ سے اعمال کرتے ہیں جو کہ انکو خدا سے ہوتا ہے اسجگہ اصل مطلب تو میرا یہ ہے۔ کہ اخلاص اور محبت الٰہیہ سے انسان گناہون سے بچ جاتا ہے۔ اور محبت کے درجہ مختلف ہیں جتنی محبت ہوگی اسی قدر قرب الٰہی نصیب ہوگا۔ اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ملیگی۔ پس ضروری ہوا کہ گناہون سے بچنے کے لئے اور ترقی درجات کے لئے ہم اپنا تعلق خدا سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالےٰ کے قریب ہو جائیں۔ اور شیطان ہم پر حملہ کرنے سے روکا جائے اور ہم ایک سورج کی طرح ہون۔ جس سے کہ ایک دنیا روشنی پکڑتی ہے مگر مسئلہ زیر بحث تو یہ ہے۔ کہ آیا وہ خدا جس سے ہم محبت کرنی چاہئے وہ عیسائیوں کا خدا ہے۔ یہودیوں کا خدا ہے۔ ہندوؤں کا خدا ہے۔ یا مسلمانوں کا خدا ہے۔ اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ خدا تو ایک ہی ہے۔ مگر مختلف مذاہب مختلف رنگون

ہیں اسکو پیش کرتے ہیں - اور مختلف شریعتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور یہ مذاہب کا جھگڑا بہت پرانے زمانہ سے چلا آتا ہے - اس لئے ایک صاحب بصیرت کا فرض ہے - کہ وہ غور سے سب مذاہب پر ایک نظر ڈالے اور پھر فیصلہ کرے کہ کونسا مذہب سچا اور کونسا خدا اس قابل ہے - کہ اس سے محبت کیجائے بالفاظ دیگر کونسا مذہب ہے جو کہ خدا کی طرف سے ہے اب اس موقعہ پر ہم مختلف مذاہب پر ایک مختصر نظر ڈالنا چاہتے ہیں - تاکہ ناظرین اس سے فائدہ اٹھائیں اور کسی وقت جب کہ ان کو اس قسم کا مباحثہ کرنا پڑے تو اس پر نظر رکھیں - سب سے پہلے ہم عیسائیوں کے خدا کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ عیسائی اپنے خدا کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی ایک مدت سے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قایل ہیں یعنی وہ اسبات کے قایل ہیں - کہ توحید تثلیث میں ہے اور تثلیث توحید میں ہے اگرچہ یہ ایک ایسی بات ہے - جو انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی - کیونکہ یہ کسطرح ممکن ہے کہ ایک تین ہو اور تین ایک - مگر خواہ یہ ٹھیک ہو یا نہ ہو عیسائی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور تین کے قایل ہیں - اور پھر ساتھ ہی ایک کے وہ یہ بھی کہتے ہیں - کہ باپ بیٹا اور روح القدس تین خدا ہیں لیکن ساتھ ہی یہ سب ایک ہی ہیں - پہلے تو ہم اسبات پر غور کرتے ہیں تو معلوم

لہ اس وقت بہت سے ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا - کہ ایک فرقہ تو خدا کا منکر ہی ہے پس پہلے خدا ثابت کیا جائے - تو پھر کوئی اور بات شروع ہوگی مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ میرا مضمون ہی دہریہ کے خیالات کا رد ہے - کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ محبت کا مادہ دل میں ہو - اور محبوب کوئی نہ ہو جب کہ دل میں محبت کا مادہ موجود ہے کہ اسکا صانع یا خالق کوئی ہے جس نے محبت کا مادہ دل میں پیدا کیا ہے اور انسانی دل خواہ مخواہ اس کی طرف کشش کرتا ہے کہ اسکو ڈھونڈھ نکالے - پھر ہم دہریہ سے سوال کرتے ہیں کہ خلائق کس نے پیدا کی اور جب وہ ذرات عالم کی طرف اشارہ کرے تو پھر یہ سوال ہوگا - کہ انکو کس نے پیدا کیا - اور اسی طرف ایک حد تک چلکر ایک طاقت ماننی پڑیگی جو کہ یہ سب کام چلا رہی ہے - پس وہی تو خدا ہے جو خالق ارض و سماء اور علیم و خبیر ہے تمام نیک صفات کا مجموعہ ہے پس دہریہ کا ابطال تو یہ مضمون خود کر رہا ہے - پھر اسکا ذکر لانا بالکل فضول ہے

ہوتا ہے کہ یہ مذہب بہت کچھ انسانی دست برد کے نیچے آچکا ہے۔ کیونکہ تین خداؤں کی کونسل ظاہر کرتی ہے کہ ایک خدا انتظام مخلوق سے قاصر ہے۔ جو کہ خود انکے عقیدہ سے برخلاف ہے۔ وہ خدا کو قادرِ مطلق سمجھتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہو کہ تینون قادر ہون قادر مطلق تو وہ ہے جو بلا کسی اور کی مدد کے حکمران ہو مگر یہاں تو دو اور ساتھ لگے ہوئے ہیں ہم خود عیسائی سلطنتون میں دیکھتے ہیں کہ جب ایک کام پر ایک سے زیادہ آدمی لگائے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے ایک کو دوسرے کی نسبت زیادہ اختیار دئے جاتے ہیں اور وہ بہ وجہ اس امتیاز کے جو کہ اپنے دوسرے ساتھیون پر رکھتا ہے اس اختلاف کو مٹاتا ہے۔ جو کہ وقتاً فوقتاً حادثات زمانہ اور ضروریات وقت کی وجہ سے ان میں پڑ جاتا ہے پس اگر یہ ممکن تھا۔ کہ تین ہی قادر مطلق ہوں۔ تو یہ عیسائی سلطنتیں جو کہ حضرت عیسیٰ کی غلامی کا دم بھرتی ہیں کچھ نمونہ ہمکو بھی تو دکھلائیں۔ کہ کس طرح تین کا قادر مطلق ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ ملتی ہوئی بات بھی ہم ان میں نہیں پاتے تو کیونکر خیال کر سکتے ہیں کہ انکے خدا تین بھی ہیں اور پھر قادر مطلق بھی اور پھر ایک کے ایک۔ تین کا ہندسہ ظاہر کرتا تھا کہ انتظام کے لئے کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہوگا۔ مگر افسوس اور حیرت کی بات تو یہی ہے کہ پھر وہ تینون قادر مطلق بھی ہیں اگر کثرت رائے ہوتی ہے۔ تو جب ایک مخالف کی بات نہ مانی جاتی ہوگی تو کیا اس کی قدرت میں کوئی فرق نہیں واقع ہوتا ہوگا۔ بات یہ ہے۔ کہ یہ عقیدہ کچھ ایسا بے ڈھنگہ۔ اور لغو واقع ہوا ہے کہ کوئی انسانی عقل حتیٰ کہ خود عیسائی بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے۔ بلکہ جب ان سے سوال کیا جائے تو صاف جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ انسانی عقل سے بالا ہے مگر کیا وہ عقیدہ جو انسانی عقل سے بالا ہو اس قابل ہے کہ انسان کے سامنے پیش کرکے اس کو پریشان اور حیران کر دیا جائے۔ کیا یہ عیسائیوں کے خدا کی کونسل کا ظلم نہیں۔ کہ وہ ایسا عقیدہ انسان کو منوانا چاہتی ہے۔ جس کے مطابق اس نے انسان کا دماغ بنایا ہی نہیں۔ ایک دنیاوی گورنمنٹ تو اپنی رعایا کی بہتری کی تجاویز سوچتی ہے۔ اور نہیں تو کم سے کم اسبات کا خیال رکھتی ہے۔ کہ کہیں وہ بوجھ جو ہیں اس پر ڈالتی ہون۔ حد سے زیادہ تو نہیں ہو جاتا مگر یہ آسمانی کونسل اسبات پر انسان کو دائمی دوزخ میں ڈالتی ہے جس کا ماننا اسکے لئے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ کیا یہی وہ عدل ہے۔ کہ

جس پر عیسائیون کا خدا فخر کرتا ہے پھر ایک اور بات ہم کو نہایت تعجب میں ڈالتی ہے کہ
جب کہ زمانہ ایک ہے یعنی جب سے خدا ہے اس وقت سے بیٹا ۔ اور ساتھ ہی قدرت
اور طاقت بھی ایک ہی ہے ۔ اور پھر بیٹے کی مان بھی کوئی نہیں تو ایک کو بیٹا اور ایک کو باپ
کس طرح قرار دیا گیا ہے ۔ کیا بیٹے کا حق نہیں کہ وہ باپ ہونے کا دعوے کرے جبکہ
وہ قادر مطلق ہے اور باپ کا ہم عمر بھی تو کیون اسکی حق تلفی کر کے اسکو بیٹا قرار دیا گیا ہے
پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد کفارہ پر رکھی گئی ہے اور یہی چبوترہ ہے ۔ جس پر کہ
عیسائیت کا بت رکھا گیا ہے ۔ یا یہی وہ مسالہ ہے کہ جس پر عیسائیت کی عمارت کھڑی
کی گئی ہے ۔ اور اس کفارہ سے یہ مراد ہے کہ جب بیٹے نے یعنی مسیح نے دیکھا کہ
باپ .... تو بوجہ عدل کے کسی کا گنہ بخش نہیں سکتا اور اتنی مخلوق خواہ مخواہ جہنم میں جارہی
ہے ۔ تو اسنے اپنی قربانی کر کے مخلوقات الٰہی کو گنہ سے بچایا ۔ یعنی وہ مسیح کی شکل میں
اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا اور پھر یہودیون کے ہاتھ سے سولی دیا جا کر تمام گناہون کو اپنے
سر پر لے گیا اور اب وہ جو کہ اسکے کفارہ پر ایمان لائیں ان کے تمام گناہ بخشے جائینگے اور وہ
ان وعدون کے مستحق ہونگے ۔ جو کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نیک بندون کے ساتھ
کئے ہیں ۔ مگر اس بات پر غور کرنے کے ساتھ ہی پہلا اعتراض جو اسپر پڑتا ہے ۔ وہ یہ
ہے کہ جب خدا بھی قادر مطلق اور بیٹا بھی تو کیا وجہ کہ مسیح نے اپنی قدرت سے تمام
لوگوں کو نجات نہ دیدی ۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یعقوب باب ۸ آیت ۱۳ میں صاف
طور سے لکھا ہے کہ "رحم عدالت پر غالب ہوتا ہے" تو کیون خدا کو ضرورت پڑی کہ اپنے
اکلوتے بیٹے کو قربان کرے اور خلقت کو گناہ سے بچائے جب کہ رحم عدالت پر غالب ہے
تو کیون اسنے رحم کر کے لوگون کو نہیں چھوڑ دیا اور کیون اس نے ان کو جو کہ گناہگار تھے
بخش نہ دیا ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یعقوب کا قول ہمارے لئے سند نہیں تو یہ ایک نہایت ذلیل
عذر ہوگا ۔ کیونکہ اگر ایسا ہے تو کیون یعقوب کے خطوط کو بائبل میں جگہ دیگئی ہے اور اگر وہ اس
قابل ہیں ۔ کہ انکو ردی کے ٹوکرہ میں پھینک دیا جائے تو کیون اب بھی عیسائی اس
سے سند لیتے ہیں ۔ اگر وہ خطوط غلطی سے بائبل میں درج ہو گئے تھے تو اب ان کو نکال

سکتا ہے مگر اس صورت میں بھی ایک بہت بڑی مشکل پیش آویگی ور وہ یہ کہ مسیح نے اپنے بارہ حواریون کے لیئے تخت کا وعدہ کیا تھا اور اگرچہ وہ پورا نہیں ہوا مگر پھر بھی عیسائیون نے تخت سے مراد آسمانی تخت لیکر کسیقدر اپنا پیچھا چھڑوایا تھا اور اب جبکہ یعقوب سے کےسطون کو بھی خلاف ارشاد حضرت عیسیٰ انصویا جائیگا - تو لازم ہوگا کہ یعقوب کو بھی ایک بدگو اور جھوٹا انسان سمجھا جائے اور اس صورت میں دو حواری روحانی تختون سے بھی محروم ہو جائینگے ایک تو یعقوب دوسرے یہودا اسکریوتی جس نے تیس روپے لے کر اپنے استاد یسوع کو دشمنون کے حوالہ کر دیا اور اس روحانی تخت سے محروم رہا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا - اور اب جب کہ دو حواری آسمانی تخت سے محروم کیئے جائینگے تو معلوم نہیں کہ عیسائیون کو وہ کس قسم کے تخت مان پڑینگے - جس کا کہ یسوع نے اپنے حواریون سے وعدہ کیا تھا - اب میں اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہون اور عیسائیون کو اسبات کی طرف توجہ دلاتا ہون - کہ وہ ذرہ "رحم عدالت پر غالب ہوتا ہے" کے معنے تو بتائیں - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دانیال نبی کی کتاب میں باب ۹ آیت ۱۶ میں لکھا ہے -

"اے خداوند میں تیری منت کرتا ہون - کہ تو اپنی ساری راستبازی کے موافق اپنے قہر اور اپنے خشم سے جو تیرے ہی شہر یروشلم پر ہے - جو کوہ مقدس ہے دست بردار ہو کیونکہ ہمارے گناہون کے اور ہمارے باپ دادون کی شرارتونکے سبب سے یروشلم اور تیرے لوگ ان ساری قومونکے حضور میں جو اس پاس ہیں مورد ملامت ہو گئے" - اسجگہ دانیال نبی اپنے گناہون اور اپنی قوم کے گناہون کی معافی خدا تعالے سے چاہتے ہیں - پس اگر وہ گناہ معاف نہیں کر سکتا اور عادل ہے تو دانیال نبی کا یہ فعل عبث ہو جاتا ہے - مگر اسکے برخلاف جبریل نے آکر ان کو سنایا ہے کہ تیری دعا سنی گئی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تواریخ نمبر ۲ باب ۳ آیت ۲۰ میں لکھا ہے کہ حزقیا نے نبی اسرائیل کے لیئے دعا مانگی اور خداوند نے اس کی سنی اور معاف کیا گیا عیسائی صاحبان اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ جب خدا کی عادت ہے کہ وہ گناہ معاف کر دیتا ہے تو کیون اس کو لغو کام سوجھا کہ اپنے بیٹے کو مفت میں پھانسی دلوائی اور لوگون کے گناہ معاف نہ کیئے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اسبات کے جواب میں بعض دفعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یسوع سے پہلے جو لوگ بیٹے پر ایمان رکھتے تھے ان کے گناہ بھی بخشے گئے لیکن اس جگہ یہ بات بھی نہیں

کیونکہ ایمان لانے والے کے گناہ تو پہلے ہی بخشے گئے خدا نے یہ کیا لغو بات کہی کہ میں نے حزقیا کی دعا سنکر گناہ معاف کئے جو کفارہ پر پہلے سے ہی ایمان لائے ہوئے تھے اور جن کا یقین اور اخلاص اول ہی سے کامل تھا ان کو گناہ گار ٹھہرانا ایک بہت بڑی ناانصافی ہے اور یا تو اس جگہ خدا سے ہی غلطی ہو گئی ہے۔ یا حزقیل نبی نے نعوذ باللہ افترا سے کام لیا اور مخلوق الٰہی کو دھوکا دینا چاہا ہے اور یہ دونوں ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں سے ایک کو مان کر بھی عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر نہیں جس مذہب کا خدا گناہ سے پاک نہیں اس میں ایک نبی پر تہمت کا لگنا اور گناہ گر ثابت ہونا کوئی بڑی بات نہیں پھر ہم دیکھتے ہیں اب تک جو ہم نے ثابت کیا ہے یہ ہے کہ عسائیون کا خدا اول تو اس قابل ہی نہیں کہ وہ سمجھ میں آسکے اور پھر اس کی باتین اور کلام کچھ ایسی متناقض واقع ہوئی ہیں کہ ایک عقل مند سے عقل مند انسان ان کے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ گناہ معاف کرتا ہے اور دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ میں عادل ہون اور گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ یہ بات تعجب اور حیرت سے دیکھنے کے قابل ہے کہ خدائے قادر کو کیا ضرورت پڑی کہ اس نے ایسا دو رخا کلام کیا۔ کیا وہ اپنے بندوں سے ڈرتا ہے یا کوئی اور بھید ہے جسکو ہم سمجھ نہیں سکتے مگر پہلی بات زیادہ زبردست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس نے یہودیوں کی مار کھا کر ایک تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ اور خیال کیا تھا کہ اگر میں کفارہ کا باطل مسئلہ ان کے سامنے پیش نہ کروں گا۔ تو معلوم نہیں مجھ سے کیا سلوک کرینگے۔ اب ہم اتنا تو ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کفارہ کا مسئلہ انسانی عقل سے بعید ہے اور یہ کہ عیسائیون کا خدا دو رخا کلام کرتا ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ایسے خدا سے محبت کریں۔ اور ہر لحظہ اور ہر گھڑی اپنے دل میں اس کا تصور جمائے رکھیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں تو عیسائیون کا خدا جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا بھی نہیں کرتا۔ اس نے کہا ہے کہ گناہ کی سزا جسم پر بھی پڑتی ہے اور روح پر بھی اور یہی اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ پیدائش باب ۳ آیت سولہ میں ہے کہ "میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور درد سے تو لڑکا جنیگی" اسی طرح آیت ۱۸ و ۱۹ میں ہے "وہ زمین اتیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگا دیگی اور تو کھیت کی بنات کھائیگا۔ تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی کھائیگا" اور یہ وہ سزا ہے جو کہ آدمؑ اور حوا کو بسبب ایک گناہ کے خدا تعالیٰ

نے دی ہے. مگر جبکہ کوئی مسیح کے کفارہ پر ایمان لائے تو چاہئے کہ وہ اس تکلیف سے بچ جائے۔ کیونکہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے سے اُسکے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کئے گئے اور اب اس کا حق ہو کہ اگر وہ عورت ہے تو دردِزِہ سے بچہ نہ جنے اور اگر مرد ہے تو اس کو محنت مزدوری نہ کرنی پڑے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ میں ہر سال بیسون عورتین بچہ جننے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاتی ہیں. کیا خدا کو اپنا وعدہ بھول گیا۔ یا وہ آرام میں ہے۔ اور قصون کے دیون کی طرح جو کہ ایک دراز زمانہ تک ایک ہی کروٹ پر سوتے رہتے ہیں وہ بھی سو رہا ہے بہر حال کچھ بھی ہوا سکو خبردار کرنا چاہئے اور تمام عیسائیون کا فرض ہے کہ وہ ملکر اُسکی خدمت میں ایک ڈیپوٹیشن پیش کریں تاکہ اِس روز مرہ کی تکلیف سے بچ جائیں۔ اور ایسا ہو کہ پھر عورتین بلا درد کے بچہ جنیں۔ اور مرد بلا محنت کے روزی حاصل کریں. تب بیشک عیسائیون کا فرض ہوگا کہ وہ دنیا کے سامنے اس مذہب کو پیش کریں اور گو کہ تثلیث لوگونکی سمجھ میں نہ آوے مگر ان کا یہ کہنے کا حق ہو جائیگا. کہ وہ جو ہم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ کرنے والا ابھی موجود ہے. مگر جبکہ ان کا خدا وعدہ کر کے بھول جاتا ہے. تو ہم اُس سے نجات کی کس طرح امید رکھ سکتے ہیں ہم دیکھتے ہیں. کہ اس نے عیسائیوں سے تین وعدہ کئے ہیں. مگر اب تک ان میں سے ایک بھی پورا نہیں کیا اسنے بارہ حواریون سے بارہ تخت کا وعدہ کیا۔ یہان تک کہ لوقا باب ۲۲ آیت ۳۶ میں ہے کہ "اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے،،) اِسکا سوائے اسکے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ اُس تخت کے وعدے کو اور بھی مضبوط کیا جائے مگر افسوس ہے تخت تو کیا ملنے تھے ان میں سے ایک حواری تو برگشتہ ہو گیا جسنے کہ تیس کھوٹے درہم لیکر اپنے استاد کا سراغ بتایا اور ایک نے تین دفعہ یسوع پر لعنت کی پس ایک تو یہ وعدہ تھا جو آجتک پورا نہ ہوا۔ اور دوسرا وہ ہے جو قیامت تک بھی نہ ہوگا یعنی مسیح نے حواریون سے وعدہ کیا تھا۔ (لوقا باب ۲۱ آیت ۲۷،، (لوگ ابن آدم کو بدلی میں قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آتے دیکھینگے،، پھر آیت ۳۲ و ۳۳ میں ہے کہ ((میں تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تک یہ سب ہو نہ لیوے یہ پشت کبھی نہ گزریگی۔ آسمان و زمین ٹل جائینگے پر میری باتین کبھی نہ ٹلینگی،، مگر وہ پشت تو الگ رہی اس زمانہ سے آجتک یہودیون کی بیسون

پشتیں گزر گئیں مگر اب تک یسوع آسمان سے قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ نہیں اترا پھر تیسری وعدہ خلافی وہ ہے جو کہ ہم اوپر گناہوں کی معافی کی نسبت بیان کر چکے ہیں - اب دیکھنا چاہیئے کہ جب یہ تینوں وعدے جو مسیح یا خدا نے اپنے بندوں سے کئے تھے وہ آجتک پورے نہیں ہوئے تو اس سے اور کیا امید ہو سکتی ہے - اب ہم آخری بات جو ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح لعنتی تھا - اور یہ بات بالکل ہی لغو اور بیہودہ ہے کیونکہ لعنت تعلق رکھتی ہے دل سے اور کسی کا لعنتی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا دل خدا سے پھر گیا مگر یہاں تو خود مسیح ہی خدا تھا - اس کا دل پھرا تو کس سے پھرا - اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت انسانی قالب میں تھا تو اور الزام آئیگا - اور اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ اس کا دل خدا سے جو باپ تھا پھر گیا اور یہ بات ناممکن ہے - کیونکہ وہ اسی کی طرف تو لوگونکو بلانے آیا تھا پس ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا وہ خدا نہیں جس سے ہم کسی بہتری کی امید کر سکیں یا ہمارا دل جسکی طرف محبت کرنیکے لئے جھک جائے اور یہ کفارہ کی آڑ بھی سوائے دھوکے کی ٹٹی کے اور کچھ نہیں اور یہ ایک لغو بات ہے کہ مرے کوئی اور گنہ گار بخشے جائیں ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا - کہ ایک شخص کے سر درد ہو اور دوسرا اپنے سر میں پتھر مارے اور وہ جو کہ سر درد میں مبتلا تھا بیماری سے شفایاب ہو پھر ہم کس طرح یقین کر سکتے ہیں - کہ مسیح نے دنیا پر رحم کھا کر اپنے آپ کو قربان کر دیا اور دوسرونکے گناہونکو اپنے سر لے لیا - اور وہ جو کہ قادر مطلق تھا اور خدا کا اکلوتا بیٹا تھا - ایک دن اسپر ایسا بھی آیا کہ وہ اپنے باپ سے تعلق توڑ بیٹھا اور اس قادر مطلق کا انکار کر دیا جس کی طاقت اور جلال کا وہ سب سے زیادہ واقف تھا - کیونکہ لعنت کا یہی مفہوم ہے اور اگر توریت ہمکو ایسی نظیر بتاتی تو کچھ بات بھی تھی مگر بجائے اسکے کہ توریت کفارہ کی کوئی نظیر بتائے وہ الٹی اسکی منکر ہے کیونکہ پیدائش باب ۴۴ آیت ۱۶ و ۱۷ میں لکھا ہے - کہ "یہودا بولا کہ ہم اپنے خداوند سے کیا کہیں اور کیا بولیں اور کیونکر اپنے تئیں پاک ٹھہراویں کہ خدا نے تیرے چاکروں کی بدکاری ظاہر کی دیکھ کہ ہم اور وہ بھی جس پاس سے پیالہ نکلا اپنے خداوند کے غلام ہیں - وہ بولا خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں یہ شخص جس پاس سے پیالہ نکلا وہی میرا غلام ہوگا - اور تم اپنے باپ کے پاس سلامت جاؤ" اسجگہ حضرت یوسف اپنے بھائی کو ایک پیالہ کی چوری کا ملزم ٹھہراتے ہیں (یہ سمجھنا چاہیے

کہ کہیں درحقیقت حضرت یوسف کے بھائی نے چوری کی بلکہ پیالہ حضرت یوسف کے غلاموں سے غلہ کی بوری میں رکھا گیا تھا) اور اُنکے دوسرے بھائی اپنے آپ کو اُنکے پاس ایک قیدی یا غلام کے طور پر پیش کرتے ہیں مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں اور اگر کفارہ جائز ہوتا تو حضرت یوسف کے بھائی جواب دیتے کہ جب خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا کی خاطر قربان کر دیا اور اس بیٹے کی قربانی کو قبول کیا تو کیا وجہ کہ ہماری قربانی اپنے بھائی کی بدلے رد کی جائے - اور خود حضرت یوسف جو کہ نبی تھے یہ فقرہ زبان پر نہ لاتے - کیونکہ خدا نہ کرے کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ایک کے بدلے دوسرے کو پکڑنا شریعت کے لحاظ سے ناجائز تھا - اس لئے حضرت یوسف فرماتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ مجھ سے ایسا برا فعل سرزد ہو - اسجگہ کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی اپنے بھائی کے بدلے میں اپنے آپ کو غلام نہیں قرار دیتے بلکہ وہ اپنے آپ کو اُسکے ساتھ پکڑواتے ہیں - مگر حضرت یوسف کے جواب پر غور کرنے سے یہ بات اسپر کھل جائیگی کہ اُنکا اصل مطلب یہی تھا کہ انہیں سے ایک رکھا جائے - اور چھوٹا بھائی چھوڑ دیا جائے اور پھر اس گفتگو میں یہودا کا آگے چلکر آیت ۳۲ میں یہ کہنا کہ "اب مجھے اجازت دیجئے کہ تیرا چاکر جوان کے بدلے اپنے خداوند کی غلامی میں رہے اور جوان کو اُسکے بھائیوں کے ساتھ جانے دے" صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسکے بدلہ میں قید کروانا چاہتا تھا - مگر حضرت یوسف نے صاف جواب دیا اور اسکو ایک گناہ قرار دیا - پس جبکہ کفارہ شریعت میں ناجائز تھا اور نبی اسکو ایک گناہ ٹھہراتے تھے تو کیونکر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ اسکے کفارہ پر ایمان رکھتے تھے - یا کفارہ پر بھی ہم کس طرح یقین کریں جبکہ شریعت موسوی اسکو ناجائز ٹھہراتی ہے جس شریعت پر چلنے کا فخر خود حضرت عیسیٰ کو تھا - پھر ان دلائل کے علاوہ ایک بات ایسی زبردست ہے کہ جسکو خیال میں لا کر ہم ایک دم کے لئے بھی حضرت عیسیٰ کو خدائی کا منصب نہیں دے سکتے یا دوسرے الفاظ میں ہم قطعاً یہ وہم بھی نہیں کر سکتے کہ عیسائی مذہب سچا ہے - اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر سرینگر کے خانیار محلہ میں معلوم کی گئی ہے - اور انجیل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں بلکہ اُس پر سے زندہ اتار لئے گئے تھے - اور تاریخی شہادتوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچائی گئی ہے - کہ وہ

سرینگر میں آئے اور وہاں آکر فوت ہوئے جسکی گواہی خود سرینگر کے باشندے بھی دیتے ہیں اب ہم نے مختصر سے دلائل اسبات کے دیدئے ہیں۔ کہ آیا عیسائی مذہب سچا ہے یا نہیں۔ یا کہ اس کا خدا اس قابل ہے کہ ہم اس سے محبت کریں یا نہیں۔ اور ان دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے انسانی تصرفات اس مذہب میں جگہ رکھتے ہیں اور یہ اس قابل نہیں رہا کہ خدا کی تلاش کرنے والا آدمی اس سے کچھ فائدہ اٹھائے اس لئے اب ہم یہودیوں میں خدا کی تلاش کرتے ہیں کہ شاید ہمکو وہ خدا ملے جس سے کہ ہم محبت کریں اور وہ ہماری محبت کا بدلہ دے اور اس قابل ہو کہ ہم اس سے تسلی پائیں۔ جو کہ آفات اور مشکلات کے وقت اپنے بندوں کی دستگیری کرے۔ مگر افسوس کہ اس مذہب کی طرف ایک ہی قدم اٹھا کر ایک مایوسی سی ہو جاتی ہے اور طالب حق جو کہ حق اور اصلیت کی تلاش میں دن رات سرگردان و پریشان رہتا ہو اور جسکو فکر اور غم اس لئے گھیرے رہتے ہوں کہ کیطرح اسکو وہ خدا ملے کہ جسکی محبت سے اس کا دل پاک ہو جائے اور یہ ایک سکھ اور چین کی زندگی پاوے۔ گھبرا اُٹھتا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے۔ کہ جسکے پیروان خدا کے تعلق اور اسکے راستہ کی ہدایت کو اپنے لئے ہی مخصوص سمجھتے ہیں۔ ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سوائے ہمارے نجات کسیکو نہیں ملسکتی اور یہ کہ اور کوئی شخص اگر ہم میں داخل ہونا چاہئے تو اسکے لئے یہ دروازہ قطعاً بند ہے۔ اور ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شخص توریت اور حضرت موسیٰ پر ایمان لاکر یہودیوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے اگر کوئی شخص یہودیوں میں داخل نہیں ہو سکتا تھا تو چاہئے تھا کہ کوئی اور طریقہ بھی نکالا جاتا کہ جس سے دنیا دائمی عذاب اور ہمیشہ کے لئے لعنت سے بچ جاتی مگر نہیں شاید خدا تعالیٰ کا یہودیوں سے رشتہ ہے کہ نجات سوائے انکے اور کسیکو مل ہی نہیں سکتی۔ اس نجات کا فائدہ ہی کیا ہوا کہ سوائے ایک فرقہ کے اور کسی کو نہ ملے باقی تمام فرقہ اور تمام قومیں باوجود اقرار کرنے کے کہ یہودی مذہب سچا اور خدا کی طرف سے ہے اسبات سے محروم رہیں کہ وہ خدا کی محبت کی لذت اٹھائیں۔

پھر جبکہ یہودیوں پر ہی نجات کا ملنا نہ ملنا منحصر ہے۔ تو جزا و سزا اور حشر و نشر وغیرہ بالکل بیہودہ اور لغو ہو جاتے ہیں۔ اور اسی لئے یہودیوں کے بعض فرقہ بالکل انکار کر بیٹھے ہیں کہ کبھی جزا و سزا کا کوئی دن آویگا۔ اور انہوں نے یہی نہیں کیا کہ جزا و سزا کا ہی انکار کریں۔ بلکہ ان کے خیال

ہیں مذہب کوئی چیز نہیں صرف کچھ قوانین ہیں تاکہ بنی نوعِ انسان میں انتظام قائم رہے پس ایسے لوگوں کا ذکر کرنیکی کوئی ضرورت نہیں جنہوں نے مذہب کو ایک معمولی قوانین کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کبھی کوئی سلطنت اس دو ہزار سال کے عرصہ میں رہ ہی نہیں سکتی تھی کیونکہ اس عرصہ کے درمیان کوئی یہودی سلطنت ہوئی ہی نہیں۔ پھر یہ انتظام جو ہے تو کیونکر قائم رہا اور اگر یہ کہیں کہ عیسائی بھی توریت پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی سلطنت یہودیوں کی سلطنت ہی ہے۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ انکو تو بزعم خود کسی شریعت کی ضرورت ہی نہیں اور انکو اجازت ہے کہ سوائے چند باتوں کے جو کہ حواریوں کی کونسل نے قرار دی ہیں اور سب کام کریں اور جس طرح دل چاہے عمل کریں ان کے گناہوں کا بوجھ تو بیچارے مسیح کی گردن پر رکھا گیا ہے اور یہ بلکل آزاد ہیں پھر عیسائیوں کی سلطنت کو اپنے اصول کے مطابق سمجھنا خلاف واقع ہوگا۔ اور اسکے علاوہ عیسائی سلطنتیں کہیں قصور معاف کرتی ہیں تو کہیں سزا دیتی ہیں حالانکہ توریت میں ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ لو تاکہ دنیا عبرت حاصل کرے۔ پس عیسائی سلطنتوں کو اپنے میں شامل کرنا تو کسی طرح بجا ہی نہیں۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں بغیر تعلیم موسوی کے بھی انتظام چلسکتا ہے۔ اور دوسری قومیں بھی اس قابل ہیں کہ وہ بغیر توریت کی مدد کے دنیا کا انتظام چلا دیں۔ پس ہم اب ان فرقوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزا و سزا کے قائل ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ کے روبرو لوگ اپنے اعمال کا حساب دینگے اور وہ کام جو کہ انہوں نے دنیا میں کئے ہونگے انکا بدلہ انکو ملیگا مگر یہاں پھر یہ اعتراض آتا ہے۔ کہ جب یہودیوں کے لئے نجات لازم ہے اور دوسروں کیلئے حرام تو جزا و سزا کے دن کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ جزا و سزا اس لئے ہے۔ کہ وہاں بھلے اور برے میں فرق کر کے دکھایا جائے اور ظاہر کیا جائے کہ فلاں نے بہت عمدہ کام کیا اور فلاں نے بہت برا اور اس لئے اسکو جو کہ نیک اور شریف تھا خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ یہ انعام دئے جاتے ہیں اور وہ جو کہ بد تھا اور برائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ سزا دی جاتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ بات ہی نہیں۔ کیونکہ یہودیوں کے لئے

نجات لازم ہوئی اور دوسرے کیلئے حرام پھر کیا ضرورت تھی کہ حشر و نشر کا دن مقرر کیا جاتا اور پھر خدا تعالیٰ کا نعوذ باللہ یہ سخت ظلم ہے کہ اس نے ایک شخص کو یہودیوں میں پیدا کیا اور دوسرے کو نہیں اور باوجود اسکے کہ وہ یہودی نیک اعمال بھی نہیں کرتا اور یہ دوسرا آدمی چاہتا ہے کہ میں یہودی فرقے میں داخل ہو کر نجات پاؤں۔ مگر وہ جو یہودی ہے مفت میں نجات حاصل کرتا ہے اور وہ جو کہ کسی اور گروہ سے ہے بلا گناہ کے مارا جاتا ہے اگر خدا تمام دنیا کو یہودی پیدا کرتا تو بھی بات تھی کہ اُس نے تمام انسانوں کو یہودی پیدا کیا تھا۔ مگر ایک نے اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سزا پائی اور دوسرے نے نجات مگر یہاں تو گویا کہ دھکے دے کر نبی نوع انسان کو نجات اور محبت الٰہی سے خارج کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اگر ایک انسان کہے کہ میں تو یہودی مذہب قبول کرنے کے لئے تیار تھا۔ مگر اے خدا تو نے اور تیرے جانشینوں اور حاکموں نے مجھ کو ایسا کرنے سے باز رکھا تو اس وقت خدا تعالیٰ کیا جواب دے سکتا ہے سوائے اسکے کہ میری مرضی میں جسکو چاہوں دوزخ میں ڈالوں اور جسکو چاہوں بہشت عطا کروں۔ مگر یہ وہ جواب نہیں ہو سکتا کہ جس سے ایک عاقل کی تسلی ہو سکے۔ اور اس صورت میں یہودیوں کے مذہب اور اسکے خدا کی مثال اس کنوئیں کی سی ہوگی جسپر ایک شخص کھڑا ڈول نکال رہا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو پیاسا ہے اس طرف آئے تاکہ میں اسکو شیریں اور ٹھنڈے پانی سے سیر کروں اور اس گرمی کی شدت اور سختی سے بچاؤں جو کہ سورج کی گرم ... اور جھلس دینے والی دھوپ سے پہنچ رہی ہے مگر جب ایک پیاسا جو کہ کئی کوس کا سفر کرتا ہوا۔ اور ریتیلے میدان اور دھوپ کی گرمی سے تکلیف اٹھاتا ہوا آیا اور اسنے اس کنوئیں پر کھڑے ہوئے شخص کی آواز کو سنکر اور اسکے کلمات سے تسلی پاکر اس سے کچھ پانی مانگا۔ تو اُسنے اس آفت زدہ مسافر کو جھڑک دیا کہ جا اپنا راستہ لے۔ کیونکہ یہ پانی تیرے لئے نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو کہ سامنے اس بڑے گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور جو کہ شیریں اور سرد چشمہ کا پانی اچھال رہے ہیں۔ اور بے فکری اور خوشی انکے چہرہ سے عیاں ہیں۔ پس کیا کوئی شخص اُس شخص کو عقلمند کہے گا جس نے کہ ایک پیاسے آدمی

کو تھوڑا سا پانی دینے میں دریغ کیا تاکہ وہ پیاس کی شدت کو رفع کرے اور اُن لوگوں کو ایک ڈول دینا چاہتا ہے جو کہ خود ایک چشمہ میں پاؤن ڈلے ہوئے بیٹھے ہیں اور درخت کا سایہ اُن کو دھوپ کی شدت سے بچا رہا ہے پس دیکھو کہ وہ کنواں تو وہ تعلیم ہے جو کہ یہودیون کا خدا دیتا ہے اور وہ شخص جو پانی نکال رہا ہے۔ وہ خود خدا ہے جو کہ نجات کے لئے لوگون کو پکار رہا ہے اور وہ لوگ جو سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور چشمہ میں پاؤن ڈالے بیٹھے ہیں یہودی ہیں جو کہ یہودی ہونے اور بنی اسرائیل میں پیدا ہونیکی وجہ سے خوش ہیں۔ اور عذاب آخرت سے بے فکر ہیں اور وہ جو کہ دور سے پانی مانگتا آتا ہے اور جسکو پیاس کی شدت سے سخت تکلیف ہے ان لوگون میں سے ہے جو کہ دوسرے مذہبون قومون اور فرقون سے تعلق رکھتے ہیں اور جو کہ (خدانخواستہ) یہودیون کی تعلیم ہی سچی سمجھکر اور پیاس کو بجھا دینے والی سمجھکر آیا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھکو بھی وہی تعلیم تلقین کی جائے مگر آگے سے صاف جواب ملتا ہے کہ نہیں یہ تو انہی لوگون کے لئے ہے جنکو پہلے سے ہی یہودیت کا جامہ پہنایا گیا ہے پس اس صورت میں کیسا باطل ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ دعویٰ کہ نجات حاصل کرنیکا یہی وابستہ ہے اور یہی وہ پیالہ ہے جسکے پینے سے محبت کی آگ تسکین پکڑتی ہے کیونکہ جب ایک گمراہ اور ایک پیاسا ہدایت پانا اور پیاس کی شدت سے بچنا چاہیں تو صاف جواب دیا جاتا ہے کہ پہلے یہودیت کا یعنی بنی اسرائیل ہونیکا سارٹیفکٹ دکھاؤ اور پھر نجات ملیگی اُس تعلیم کا فائدہ ہی کیا ہے جو کہ عالمون کو دی جائے اور کس کام کی ہے وہ نجات جو کہ نجات یافتون کو ملے۔ پس یہ عقیدہ عیسائیون کے کفارہ کی طرح اس قابل نہیں کہ جسکو کوئی عقلمند باور کر سکے یا کوئی حق کا طالب جس سے تسلی پا سکے بلکہ فوراً خیال اس طرف جاتا ہے کہ ضرور اس تعلیم میں کوئی ایسا نقص ہے کہ جسکو چھپانے کے لئے نجات کا دروازہ صرف یہودیون پر ہی کھولا گیا ہے اور مخالفونکی نظرون ۔ ۔ ۔ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُنکی کمزوریان دوسرون پر کھل جائیں۔ اب ہم یہودیون کی تعلیم پر کچھ روشنی ڈالنی چاہتے ہیں مگر اس کے پیشتر اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق بھی اگرچہ یہودی صاف طور سے نہ کہیں مگر انکے عقاید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی حد تک یہ خدا تعالےٰ کے جسم

کے قائل ہیں جیسا کہ لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرکے ساتویں دن آرام کیا اور آرام کرنیکے لئے جسم کی ضرورت ہے کیونکہ تھکاوٹ کے بعد ہی آرام ہوتا ہے اور تکلیف کے بعد ہی راحت کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم اسکو مان لیتے اگر اسکے یہ معنے ہو جاتے کہ یہ ایک استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مگر قرآن شریف نے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا اور تھکا نہیں جس سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت یہود کا مذہب یہی تھا کہ خدا درحقیقت تھک گیا۔ اور اُس کو آرام کی حاجت ہوئی اور یہود نے اس کا انکار نہیں کیا کہ ہم تو کسی تھکاوٹ کے قائل ہی نہیں اور یہ ہم پر تہمت لگائی گئی ہے۔ بلکہ وہ خاموش رہے اور اس سے ثابت کیا ہے کہ ہم اس عقیدہ کو درحقیقت سچا سمجھتے ہیں۔ پس ایسا خدا جو خود تھک جاتا ہے ہماری محبت کا کیا بدلہ دے سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ دنیا کی انتظام سے ہی تھک جائے اور دوزخ بہشت سب کو فنا کردے اور اس طرح وہ جو کہ گنا ہگار ہیں۔ فایدہ میں رہے کہ اس دنیا میں بھی عیش کرتے رہے اور آگے بھی کوئی پرسش نہ ہوئی اور وہ نیک اور صالح آدمی جو کہ تمام عمر خدا تعالےٰ کی محبت کے لئے بڑے بڑے مجاہدات کرتے رہے بے بدلہ کے چھوڑ دے جائیں اور انکی تمام محنتیں برباد ہو جائیں۔ غرضیکہ یہ مسئلہ انسانی سمجھ سے بالا ہے اور اس لئے ہم اس پر بیفائدہ خامہ فرسائی نہیں کرنا چاہتے۔ اور چاہتے ہیں کہ اب ہم یہودیوں کی تعلیم کو دیکھیں کہ وہ کیسی ہے شاید وہی کچھ ایسی تسلی بخش نکل آئے کہ باقی سب دھبے مٹ جائیں۔ مگر افسوس کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ وہ انسانی فطرت کے برخلاف ہے کیونکہ حکم ہے کہ جو کوئی تمہارا دانت توڑے تو تم اس کا دانت توڑ دو اور اگر کوئی تمہاری آنکھ پھوڑے تو تم انکی آنکھ پھوڑ دو اور اسی طرح یہ کہ اگر کوئی تمہارا آدمی مار دے تو تم اسکو مار دو یا دیت لو اور تمام امور میں عفو کا کہیں نام بھی نہیں حالانکہ انسانی فطرت میں ہے کہ بعض دفعہ ایک انسان ایک گنہ کو معاف کر دیتا ہے تو دوسرے وقت میں کسی مصلحت کے لئے کسی گناہ کی سزا بھی دیتا ہے۔ اور اگر یہودیوں کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو ایک دن میں ہی دنیا کا کام تمام ہو جائے یعنے ملک میں طرح طرح کے فساد اور بیسیوں بغاوتیں پھوٹ پڑیں اور کوئی گورنمنٹ یا حکومت نہ ہو کہ جسکی رعایا اس قاعدے سے تنگ آکر مقابلہ پر کمر

نہ باندھے ۔ اصل میں یہ بات ہے کہ یہ قوانین وقتی تھے اور ایک قوم کیلئے محدود تھے . . . .
اس لئے اُن کو تمام دنیا پر حاوی کرنا سخت نادانی ہے اور پھر اگر یہودی بننے کا دروازہ کھلا ہو۔ تو
اسباب پر بحث کی جائے اور اچھی طرح ثابت کیا جائے کہ وہ کوئی اور ہی زمانہ تھا۔ کہ جب یہ تعلیم
پھیلائی جاتی اور قابل عمل سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اب دنیا کے حالات بدل گئے ہیں اور دنیا میں علم اور
سائنس کے بڑھ جانے ریلوں کے جاری ہونے اور تار کے پھیلنے سے لوگوں کا دستور العمل
اور طریقہ معاشرت بھی بدل گیا ہے پس اس زمانہ میں یہ تعلیم ایک بوسیدہ عصا سے زیادہ
وقعت نہیں رکھتی کہ جسکو زور سے زمین پر مارنے سے کھل جاتا ہے کہ اس کے اندر سوائے
کچھ کرم خوردہ بورے کے اور کچھ نہیں ہے۔ پھر مکالمہ و مخاطبہ الہام یا وحی جو کچھ بھی اسکو
کہیں یہ ایک فرقہ کی کامل سچائی کی دلیل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک
فرقہ کی بہت سے افراد الہام الہی سے مستفیض ہوتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ
نصرت الہی بھی شامل ہے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اس سلسلہ کے ساتھ خدا تعالے کا سچا تعلق
ہے جو اوروں کے ساتھ نہیں اور ضروری اور یقینی ہوگا۔ کہ وہ سلسلہ خدا تعالے کی طرف
سے ہو۔ کیونکہ خدا تعالے کی نصرت اور اس کا کلام کبھی جھوٹے اور مفتری انسان یا گروہ کے
شامل حال نہیں ہوتا۔ اور اسبات کی بحث ہم اگلے حصے میں کرینگے کہ آیا الہام ضروری ہے یا نہیں
اور اس وقت صرف مجملاً بیان کرتے ہیں کہ الہام ایک بڑی شہادت ہے کسی مذہب کے سچا
ہونے یا نہ ہونے پر مگر یہودی اور عیسائی اس سے محروم ہیں جس معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دینی جسم اب
الہام یا دوسرے الفاظ میں سچائی کی روح سے خالی ہے اور اس قابل نہیں کہ ہماری تسلی کر سکے
کیونکہ جب ہم محبت کرینگے تو فطرتاً ہمارے دلمیں محبوب سے کلام کرنے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔
اور اگر وہاں سے کوئی جواب ہی نہ ملے تو کیا کیا بدظنیاں ہمارے دل میں پیدا نہ ہونگی۔ پس ہماری تسلی
کے لئے یہ موجودہ یہودی مذہب تو کافی نہیں ہو سکتا۔

اور اس لئے اب ہم ہندو مذہب پر نظر ڈالتے ہیں۔ یا یہ کہو کہ ہم سناتن دھرم کی طرف توجہ
کرتے ہیں۔ مگر ہم اول یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مذہب کے پیروان کے نزدیک یہ مذہب
اس وقت سے چلا آتا ہے جبکہ یہ موجودہ دنیا پیدا ہوئی اور انکے خیال کے بموجب یہ میشور نے

اپنا کلام چار رشیون پر اتارا اور انکو الہام سے مستفیض کیا مگر اسکے بعد الہام کا دروازہ ہمیشہ کیلیئے بند کر دیا اور اب خواہ کوئی کتنا سر پٹکے لیکن ممکن ہی نہیں کہ وہ دروازہ کھولا جائے - پھر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بتون کی پرستش کے سوا پرمیشور کا ملنا محال ہے اور پھر یہ کہ تناسخ ہمیشہ انسان کے ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے اور ایک انسان کبھی گائے کی شکل میں اور کبھی کتے کی شکل میں اس دنیا میں بار بار آتا ہے - اب ہم جدا جدا ان مسائل پر نظر ڈالتے ہیں اول یہ کہ وید سب سے قدیم ہے اُس کی تعلیم مکمل ہے اور پھر الہام کی ضرورت نہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وید کا قدیم ماننا بالکل غلط ہے - کیونکہ سب سے پرانے وید کی عمر جو ہے تو وہ تین سوا تین ہزار سے زیادہ نہیں کیونکہ وید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کا لکھا ہوا ہے جبکہ آریہ ہندؤں کو ہندوستان کے اصلی باشندون سے مقابلہ اور جنگیں پیش آئی ہیں کیونکہ اس میں دعائیں ہیں کہ یا الٰہی ہمکو فتح دے اور ہمارے دشمنون کو ذلیل کر اور ہماری گائیں زیادہ دودھ دیں پس یہ کوئی بڑا عرصہ نہیں ہے بلکہ اگر چار ہزار سال بھی مان لیں تب بھی حضرت نوح کے بعد کا زمانہ ہی ہے اور اس طرح ہندؤن کا یہ دعویٰ کہ ہم اور ہماری کتابیں قدیم سے چلے آتے ہیں بالکل غلط ٹھہرتا ہے ہم مثال کے طور پر یہان چند منتر نقل کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو جائیگا - کہ درحقیقت وید میں کیا ہے اور کس زمانہ کا ہے - رگ وید - انو کا سکت میں اسطرح لکھا ہے کہ "اے ہم تیری جو ہمارا دوست ہے اور جسکو سب فوقیت دیتے ہیں اور سب بلاتے ہیں منت کرتے ہیں تاکہ تو اے گھرونکی حفاظت کرنے والے اپنے پوجاریون پر مہربان ہو" "

پھر آگے چلکر اسی میں ہے کہ "وہ پس اے اندر جو ہمارے بہتری میں راضی ہوتا ہے ایسا کر کہ ہمیں خوراک بافراط ملے اور مظبوط اور بہت دودھ دینے والی گوئیں ہمارے ہاتھ آویں جنکے باعث سے ہمیں خوشی نصیب ہو"

پھر انو کا بارہ سکت نویں ہے "وہ ایسا ہو کہ اگنی تیرے دولتمند تمہاری بہت خوراک حاصل کریں ایسا ہو کہ وہ بہادران جو تیری مہما کرتے ہیں - اور تجھے جمانے ہیں ان کی عمر دراز ہو ایسا ہو کہ ہم لڑائیون میں اپنے دشمنون سے لوٹ حاصل کریں اور دیوتا کا بھاگ

انہیں نظر کریں"۔

ان تین منتروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کس زمانہ کا لکھا ہوا ہے گائیوں کی زیادتی کی دعا۔ گھروں کی حفاظت کی دعا۔ عمروں کی ترقی کی دعا۔ اور دشمن پر فتح پانے کی دعا صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت کا لکھا ہوا ہے جبکہ آریہ ہندو وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستان میں آئے تھے اور یہاں کے اصل باشندوں سے ان کی جنگیں رہتی تھیں جو باشندے کہ اب تک بھی کہیں کہیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور پھر منو کے دہرم شاستر میں جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں کہ اس طرح ہمیں رہنا چاہئے اور ہم میں سے فلاں فلاں قوم سے یہ یہ حقوق ہونے چاہئیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت تک ہندوؤں میں سوشل قانون نہ تھے جنکے بغیر کوئی فاتح طاقت یا حاکم قوم کبھی رہ ہی نہیں سکتی اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریہ ہندوں کا زمانہ یا وید کا زمانہ منو کے قریب قریب کا زمانہ ہی ہے پس اس طرح بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وید سب سے پہلی یا ازلی کتاب نہیں ہے بلکہ کئی کتابوں کے بعد کی ہے اور ایک محدود زمانہ رکھتی ہے پس مدعی کا یہ دعویٰ کہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور اسکے بعد الہام کی کوئی حاجت نہیں بالکل غلط ٹھہرتا ہے۔ پہلی کتاب تو اس لئے نہیں کہ اس زمانے سے پہلے جبکہ وید کا دنیا میں نزول ہوا یا یہ کہو کہ وید لکھا گیا ہے کئی اور قومیں اور نسلیں بڑی بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کر چکی ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ کسی مذہب کی پابند ہوں کیونکہ ان کے لئے بھی پرمیشور نے کوئی طریقہ تو ہدایت اور رہنمائی کا رکھا ہی ہوگا اور اگر ان کی رہنمائی کے لئے کوئی کتاب یا صحیفہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا تھا تو اس طرح خدا سخت ظالم ثابت ہوتا ہے کہ جس نے باوجود اس کے کہ ایک گروہ کو پیدا کیا زبان دی طاقت دی اور دنیا پر اختیار دیا مگر وہ راستہ جو اسکی طرف رہنمائی کرتا تھا انکو نہ بتایا اس دنیاوی زندگی کے لئے جو کہ چند روزہ ہے ہر طرح کے آسائش کے سامان ان کے لئے مہیا کئے گئے۔ مگر اس دائمی زندگی کے لئے اور اس دائمی عیش کے لئے جو کہ مرنے کے بعد انسان کو مل سکتا ہے کوئی طریقہ یا قاعدہ مقرر نہ کیا گیا اور انسان کو وحشی جانور کی طرح زمین پر چھوڑ دیا کہ زمین میں پھرے اور سوائے کھانے

پینے کے اور کسی کام سے سروکار نہ رکھے۔ مگر چونکہ ہندون کا یہ عقیدہ ہے کہ پرمیشور ظالم نہیں اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ ان لوگون کے لئے بھی ہدایت کی کوئی راہ مقرر کی گئی تھی پس ہم یہی ثابت کرنا چاہتے تھے اور جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ وید سے پہلے بھی کوئی کتاب تھی جس سے دنیا کی رہنمائی کی جاتی تھی۔ پس ہندون کا یہ عقیدہ کہ پرمیشور ایک ہی دفعہ بولا اور اس کی طرف سے ایک ہی کتاب ہے یعنی وید خود انکے اپنے عقیدے کے رو سے باطل ٹھہرتا ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ پرمیشور پہلے تو بولتا تھا۔ لیکن وید چونکہ مکمل کتاب تھی اس لئے اسے پھر بولنا اور کسی کو اپنے کلام سے مستفیض کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ خدا کوئی لغوبات تو کرتا ہی نہیں پس جب ضرورت نہ رہی تو اسنے کلام کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ مگر یہ بات بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ وید کی اصلاح کی ضرورت ہوئی اور اس لئے منو کا دہرم شاستر بنایا گیا۔ اور بفرض محال ضرورت نہ بھی پڑی ہی تو بھی تو ضرورت نہیں کہ خدا تعالےٰ کلام نہ کرے اور چپ ہو کر بیٹھ جائے جب ایک وقت بولتا تھا تو اب کیون نہیں بولتا۔ مانا کہ تعلیم پوری ہو گئی مگر ایک عاشق جو کہ دن رات اسی فکر مین رہتا ہے کہ کسی طرح اپنے معشوق یا محبوب سے کلام کرے اس کا بھی تو کچھ حق ہے کہ وہ اس تڑپ کو دور کرنیکا جو کہ اسکے دل مین بار بار پیدا ہوتی ہو کوئی ذریعہ حاصل کرے پس اگر کچھ نہیں تو اس بیقرار کو ہی جو کہ پرمیشور کے بدلے اپنا مال اسباب۔ جان اور عزت و ابرو تک قربان کر کے جنگل بہ جنگل پھر رہا ہے اپنی آواز سنایا کرے تا کہ اس کے دل کو تسلی ہو اور وہ اس محبت میں جو کہ خالص اسی کے ساتھ رکھتا ہو اور بھی ترقی کرے اور نہ صرف یہی بلکہ دوسرے لوگون کی تسلی کا بھی باعث ہو۔ کیونکہ جب لوگ دیکھینگے کہ خدا تعالیٰ ایک آدمی سے کلام کرتا ہے تو انکے دل میں اس کی ہستی کا کامل یقین ہو جائیگا اور وہ خود بھی کوشش کرینگے کہ ہم بھی اس آدمی کی طرح خدا تعالےٰ سے محبت کر کے یہ رتبہ حاصل کریں۔ پس یہ بات نہ صرف ایک بے قرار محبت کی تسلی کا باعث ہوگی بلکہ لوگون کی ترقی ایمان اور خدا تعالےٰ سے محبت کرنے کی خواہش کا ذریعہ بنیگی جس سے کہ خدا تعالےٰ کی وہ غرض بھی پوری ہو جائیگی جو کہ اس نے انسان کے

پیدا کرنے میں رکھی تھی پس تعلیم کا پورا ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ الہام و وحی کا سلسلہ بھی بند کیا جائے بیشک شریعت ختم سمجھی جائیگی۔ لیکن خدا تعالےٰ سے کلام کرنیکی خواہش جو کہ محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ کبھی بھی رُک نہیں سکتی۔ کیونکہ ہمیشہ محب یعنی محبت کرنے والا اس بات کو چاہتا ہے کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں کسی طرح اُس کا حال بھی مجھکو معلوم ہو کہ وہ مجھکو چاہتا ہے یا نہیں۔ اور اس بات کے دریافت کرنے کے لئے وہ ہر طرح کی کوشش کرنے کے لئے تیار رہتا ہے مگر اہل ہنود کے مذہب میں کوئی ایسی بات نہیں رکھی گئی ہے جس سے کہ محب محبوب کی محبت کو دریافت کرسکے اور اس طرح گویا کہ کل عاشقوں کا خون کیا گیا ہے جو کہ اپنی جانیں اس بات کے لئے قربان کر دیتے ہیں کہ کسی طرح محبوب ہم پر ایک نظر ڈالے اور جبکہ ان کو تسلی ہی نہ ہوگی کہ پرمیشور ہماری محبت کو جانتا ہے یا نہیں تو انکو دل کس طرح قرار پائینگے اور وہ کوشش جو کہ خدا تعالےٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں کس طرح جاری رہ سکیگی جبکہ انکو معلوم بھی نہ ہوگا کہ ہماری کوشش کہانتک بار آور ہوئی یا کس حد تک اسکے کامیاب ہونیکی امید ہے اور اس صورت میں تھوڑی مدت کے بعد عاشقوں کے دل کھٹے ہو جائینگے اور طرح طرح کے خیالات اور وساوس میں پڑ جائینگے یہانتک کہ خود اُس ہستی سے ہی انکار کر بیٹھینگے۔ جیساکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوں میں کثرت سے خدا کا انکار پایا جاتا ہے جیساکہ آریہ جینی ناستک مت وغیرہ وغیرہ میں اس وقت آریہ کا لفظ پڑھکر ناظرین تعجب کرینگے کہ ان کا نام دہریوں یا خدا کی ہستی کا انکار کرنیوالوں کی فہرست میں کیوں لایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا انکار نہیں کرتے بلکہ اقرار کرتے ہیں۔ مگر میں آگے چلکر انشاء اللہ آریوں کے بیان میں ثابت کرونگا۔ کہ آریہ درحقیقت خدا کا ہی انکار کرتے ہیں۔ اور دہریت کے پھیل جانے کے علاوہ جو لوگ خدا پر ایمان بھی لاویں وہ بھی اس یقین اور معرفت کے ساتھ خدا کو کب مان سکتے ہیں جیساکہ وہ جنکے سامنے ہر وقت ایسے لوگ موجود ہیں جن سے کہ خدا ہمکلام ہوتا ہے۔ کیونکہ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ان کو کیا معلوم کہ کسی . . زمانہ میں کچھ رشی گزرے تھے اور ان سے کلام بھی کیا گیا ہے۔ لیکن اب وہ سلسلہ قطعاً بند کیا گیا

ہے اور جو کہ اس بات پر کچھ بھی غور کرینگے ان کے دل میں فوراً یہ شک گزریگا کہ کہیں یہ رشیون کا ہونا اور اُن سے خدا کا کلام کرنا ان قصوں میں سے تو نہیں جو کہ بچوں کے بہلانے کیلئے بنائی گئے ہیں کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا کہ خدا کسی سے کلام بھی کرتا ہے تو آج کل بھی کسی سے کرتا یا کم سے کم کسی تاریخی زمانہ میں اس کی شہادت پائی جاتی۔ مگر ایسا نہیں اس لئے ضرور اس میں کوئی راز ہے۔ اور ایسے شکوک کو رفع کرنے کیلئے اور دنیا پر اپنا نام ثابت کرنے کے لئے پرمیشور کو ضروری تھا کہ وہ کچھ بندوبست کرتا مگر افسوس کہ ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نہیں آتا جس سے کہ ہم اس اعتراض کو مٹا سکیں اور اگر کوئی ہے اور اب بھی کوئی ایسا انسان دنیا میں موجود ہے۔ جس سے خدا کلام کرتا ہے تو امید ہے کہ کوئی ہندو مہاشہ ہمیں اس سے انٹرڈیوس کرائینگے اور دنیا پر ایک بڑا احسان کرینگے کہ آجتک مخالف جس بات کا رونا رو رہے تھے اور بار بار اعتراض کرتے تھے کہ الہام الٰہی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے وہ غلط ہے اور ہندوؤں میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ رشیون کی طرح خدا سے اس قسم کا تعلق رکھتے ہیں۔ مگر یہ ثابت کرنا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ یہ ثابت کرنا کہ تین ایک ہے اور ایک تین پس ہم دوسری بات کو لیتے ہیں اور اس بات کو کہ آیا ہم نے ہندوؤں کا سلسلہ الہام سے منقطع ہونا ثابت کر دیا ہے یا نہیں ناظرین کے انصاف پر ہی چھوڑتے ہیں اور وہ دوسری بات ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بتوں کی پرستش کے بغیر نجات کا ملنا محال ہے۔ اس عقیدہ کے رد کے لئے ہمکو کچھ بہت گہری تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم پہلے اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ کسی سوال کا آگے سے جواب ملنا ہی اس بات کا کامل ثبوت ہوتا ہے کہ وہ چیز درحقیقت اس بات کے لایق ہے۔ کہ ہماری بات کو پورا کر سکے یا ہمکو تسلی ہی دے سکے مگر بتوں کے آگے سر جھکانا اس قدر فضول ہے کہ خواہ کتنا ہی چیخیں چلائیں وہاں سے جواب باصواب ملنا تو الگ رہا انکار تک سے اطلاع نہیں دیجاتی پھر ہم کسطرح تسلیم کر لیں کہ وہ سنتے بھی ہیں۔ کیونکہ ایک چیز کا یا ایک جاندار کا بولنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ سنتا بھی ہے مگر جب چیخنے پر بھی جواب نہ ملے تو فوراً خیال اس طرف جاتا ہے کہ ضرور اس جاندار کی یا تو زبان نہیں یا کان نہیں اور ان دونو صورتوں میں بتوں کا ابطال ہوتا ہی اگر سنتے نہیں تو انہوں نے ہمارے کام خاک کرنے ہیں اور اگر بول نہیں

جبکہ وہ خود اپنے لیئے گویائی پیدا نہیں کر سکتے تو ہمارے لیئے کیا کر سکتے ہیں اور دوسرے
غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوں نے ان عجائباتِ قدرت کو جن کے سمجھنے
سے انکی عقل قاصر رہی خدا یا اسکا نائب تصور کر لیا ہے اور اسی طرح بڑی اور شاندار
چیزونکو بھی وہی درجہ عطا کیا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دو چیزونکو انہون نے
خدا نہیں بنایا۔ بلکہ لاکھون چیزون کو قابل پرستش ٹھہرایا ہے یہان تک کہ اندازہ لگایا جاتا
ہے کہ ہندون کے تینتیس کروڑ دیوتا ہیں۔ اور کامل ثبوت ہے ہمارے دعویٰ کا در حقیقت
جس بات کی بڑائی ان کے دل مین بیٹھ گئی اس کی یہ پرستش کرنے لگ گئے۔ اور جو بڑا
آدمی ان میں پیدا ہوا۔ اس کی انہون نے پوجا شروع کر دی یہان تک کہ انہون نے مسلمان
فقیرون کو بھی اوتار مان لیا ہے اور آج ہندوستان میں کئی سو سے زیادہ ایسی مسلمانوں کی
قبریں ہونگی جنکو کہ ہندو پوجتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ درخت جب پورانا ہو جاتا ہے۔
تو اس کی بھی یہ پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ خوبصورت پتھرون کی پوجا شروع
کر دیتے ہیں۔ اور ضعیف الاعتقادی میں یہان تک بڑھ گئے ہیں۔ کہ عورت اور مرد کی
شرم گاہون تک کی پوجا کرتے ہیں۔ پس کیا یہ بات اس بات کے ثبوت کیلئے کافی نہیں کہ ہر
ایک عجیب اور شاندار چیز کی یہ پرستش کرنے لگ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید
اسی میں ہی خدا مل جائے اور جسکو اس بات پر بھروسہ نہ ہو کہ خدا کس طریقہ سے ملتا ہے تو وہ
اورون کی ہدایت کا بیڑا کس طرح اٹھا سکتا ہے اور وہ کس طرح کہہ سکتا کہ خدا اس طریقہ
سے ملتا ہے اور اس طریقہ سے نہیں۔ قرآن شریف نے بت پرستی کے ابطال میں ایک
بہت عمدہ دلیل بیان کی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان نے جو کہ نبی اسرائیل کے ایک
بڑے بادشاہ گزرے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی ہونے کا درجہ بھی
رکھتے ہیں۔ ایک عورت کو جو کہ صبا کی شہزادی تھی اپنے پایۂ تخت میں بلایا اور وہ شہزادی
سورج پرست تھی (یہ پوجا ہندون میں نہایت کثرت سے جاری ہے) اور انہون نے
اسکو غلطی پر ثابت کرنے کے لیئے ایک مکان بنایا اور اس میں ایسے شیشہ کا فرش کیا
جو کہ نہایت صاف تھا اور اسکے نیچے سے نہر گزاری جس سے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ

گویا یہاں نہریں جاری ہیں اور بیچ میں کوئی روک حائل نہیں اور جب وہ شہزادی وہاں سے گزرنے لگی تو اس نے نہر سمجھکر اپنے پائنچے اُٹھائے مگر حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے نہر نہیں جس پر اُس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا کہ میں جو . . . سورج کی پرستش کرتی تھی اس میں میری غلطی ہی تھی۔ سورج کے لئے روشنی مہیا کرنے والی ایک اور ذات ہے جس نے خود سورج کو پیدا کیا اور اس میں روشنی پھیلانے کے خواص بھی رکھی پس اسی طرح ہنود میں یہ جس قدر بت پرستی پھیلی ہوئی ہے صرف کم توجہی کی وجہ سے ہے اگر اس معاملہ میں یہ تدبیر کرتے اور پرمیشور سے دعا کرتے تو ممکن تھا۔ کہ اُن کو ہدایت ہوتی مگر انہوں نے اس معاملہ میں کچھ بھی توجہ نہ کی۔ حالانکہ اسی پر آئندہ زندگی کا مدار تھا اور موت کے بعد کا زمانہ کا اس کے مطابق آغاز تھا۔ یعنی بھلے کاموں کی جزا بھلی اور بُرے کاموں کی جزا بُری ملنی تھی۔

اب ہم تناسخ کا مسئلہ لیتے ہیں کہ جس پر ہندوں کو بڑا فخر ہے اور جس پر کہ مدت سے ہندوں اور دوسرے مذاہب میں مباحثات کا سلسلہ جاری ہے۔ تناسخ یہ ہے کہ مرنے کے بعد جس طرح انسان کام کرتا ہے اسی طرح کا اس کو بدلہ ملکر وہ دوسری دفعہ پھر پیدا ہوتا ہے اور اگر کسی نے کوئی بُرے کام کئے ہوتے ہیں تو بیل گدھا کتا وغیرہ بہت سی مختلف شکلوں میں اس دنیا میں دوبارہ لوٹ آتا ہے اور ایک مدت کے بعد جبکہ اس کے گناہوں کی پوری سزا ل چکتی ہے۔ تو پھر اسکو بہشت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اب دیکھنے کی یہ بات ہے کہ جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو اس وقت گویا کہ وہ کچھ اچھے کام کر کے اسکے بدلہ میں یہ انعام پاتا ہے اور اگر پھر وہ اچھے ہی کام کرے تو پھر اسکو دوبارہ دنیا میں انسان کی شکل ہی میں آنا چاہئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک زمانہ میں ہندوں میں ایک بہت بڑا عالم و فاضل پیدا ہوتا ہے اور اُس کے مرنے کے بعد ایک زمانہ گزر جاتا ہے مگر کوئی اس کا جوڑ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر تناسخ کا مسئلہ درحقیقت صحیح تھا تو ضروری تھا کہ ایک بڑا آدمی جو کہ اپنی ساری عمر میں ہمیشہ اچھے کام ہی کرتا رہا پھر ایک عالیشان گھرانے میں پیدا ہو اور دنیا میں اپنے ظہور سے برکتیں پھیلائے مگر مشاہدہ اسکے برخلاف ظاہر کرتا ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی غلط ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ کوئی التناسخ

برے اعمال کرنے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا - تو یہ ماننا پڑیگا کہ سناتن دھرم نجات کے بالکل برخلاف ہے اور اس کے پیروان بیفائدہ نجات کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ تناسخ کی وجہ سے نجات کا دروازہ بلکل بند ہے اور اگر یہ بھی مانا جائے کہ تناسخ سے نجات پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو کم سے کم یہ مشکل تو حل نہیں ہوتی کہ کرشن علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ آخر زمانہ میں جب بدی بڑھ جائیگی گائے بکری کے برابر دودھ دیگی دس برس کی لڑکی بچہ جنیگی - تو اس وقت کلنک اتار جنم لینگے اور وہ کلجگ کا زمانہ ہوگا - پس اس صورت سے لازمی تھا - کہ بجائے اس کے کہ دنیا میں انسانی کی دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی روز بروز آبادی گھٹتی جاتی کیونکہ کلجگ کے زمانہ میں بدیوں کی کثرت کی وجہ سے انسان بہت کم پیدا ہوتے اور کتے گھوڑے خچر بندر اور ریچھ کی کوئی حد ہی نہ ہوتی - بلکہ بجائے اس کے کہ دنیا میں اس قدر ترقیاں ہوتیں چاہیئے تھا کہ انسان وحشیوں کی طرح ہو جاتے - تمام ترقیاں رک جاتیں اور درندوں اور انسان میں کوئی فرق نہ رہتا - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوں میں اس وقت کوئی سلطنت نہیں ہے حالانکہ بعض نیکیوں کا بدلہ ہوتا تھا - کہ انسان ایک باخدا راجہ یا مہاراجہ ہو جائے - جیسا کہ بکرماجیت پرتھی راج وغیرہ پہلے زمانہ میں ہوئے - اور یہ کہ اس کے ماتحت ایک بڑا ملک ہو جس پر کہ وہ خود مختارانہ حکمران ہو - مگر آج چونکہ ہندؤں میں ایسا کوئی نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیکیاں اور وہ خوبیاں جنکا بدلہ انسان کو اس صورت میں ملتا ہے وہ اب رہی ہی نہیں اور دنیا سے ایسے عمدہ کام ہی اٹھ گئے ہیں جن سے کہ ایک انسان خود مختار راجہ بنتا تھا - اور اس طرح ہم خیال کر سکتے ہیں کہ چند مدت تک بعد یہ مذہب مر جائے بلکہ روحانی طور پر اب بھی مردہ ہی ہے کیونکہ اس وقت ان میں کوئی ایسا نیک بخت نہیں ہے جس نے کہ نیک کام کرنے کے بعد راجہ مہاراجہ کا درجہ حاصل کیا ہو - اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت بھی ہم میں راجہ مہاراجہ موجود ہیں تو یہ بے فائدہ کی ہٹ ہوگی - کیونکہ اس وقت کے راجوں کی حالت تو اظہر من الشمس ہے - پس معلوم ہوتا ہے - کہ اس مذہب میں سے وہ نیکیاں جن سے کہ با اختیار راجہ کی صورت میں انسان پیدا ہوتا ہے نہیں رہیں اور اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے - کہ ایسا آدمی کسی اور مذہب میں

پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ گویا اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنی ہے کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑیگا۔ کہ دوسرے مذاہب بھی سچے ہیں اس وقت ایک اور بہت زبردست دلیل ہمارے خیال میں آئی ہے جس سے کہ تناسخ کا ابطال خوب اچھی سے ہوتا ہے ہنود کو بڑا فخر اسبات کا ہے کہ ہم قدیم سے ہیں اور ہم فلان فلان سورماؤں کی نسلوں سے ہیں اور دوسری تمام نسلین پیچھے کی ہیں اور ہماری نسبت کم درجے کی ہیں مگر تناسخ کو مانتے ہوئے یہ عقیدہ بالکل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ تمام دنیا کی قوموں کی شناخت تمام نسلوں کا امتیاز اور تمام ملکون کے باشندون کا فرق تناسخ کو ماننے کی صورت میں قطعاً نہیں رہتا کیونکہ جو کوئی اچھے کام کریگا وہ اس مذہب میں آجائیگا اور جو کہ بُرے کام کریگا وہ دوسرے مذاہب کے حصہ میں آجائیگا پس کوئی بڑی بات نہیں کہ ایک شودر نیک کام کر کے برہمنون کے زمرہ میں جا ملے اور ایک برہمن بُرے کام کر کے عیسائیون میں جا پیدا ہو۔ اور ایک مسلمان اپنے اعمال کی وجہ سے شودرون مین جنم لے پس یہ تمام ذات پانت کے جھگڑے لغو اور بیہودہ ہو جاتے ہیں جن پر کہ ہندو دھرم نے بڑا زور دیا ہے۔ اگر ایک شودر نیک کام کر کے اگلے جنم میں برہمن بن سکتا ہے تو شودر اور برہمن میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ جس شودر پر کوئی سختی روا رکھی جائے وہ اس وقت برہمنون میں ملنے کا کام کر رہا ہو اور جس برہمن کی ہندو دھرم کے رو سے رعایت کی جائے اس کے اعمال اسوقت ایسے ہوں جیسے کہ شودرون کے پس کیا اس شودر پر سختی کرنی اور اُس برہمن کی رعایت کرنی جن کے اعمال مذکورہ بالا طریق پر ہوں ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جاے کہ دوسرے لوگ نیک اعمال ہی نہیں کرتے تو اس صورت میں بھی بہت مشکل پیش آتی ہے۔ کیونکہ پھر تو گویا کہ پرمیشور نے ہندو دھرم کے تباہ کرنے کی نیت کی ہے کیونکہ دوسرون نے تو نیک اعمال کرنے ہی نہ ہوئے اور ہندو دھرم نے بڑھنا ہی نہ ہوا اور دوسرے لوگ نیک اعمال کرینگے تبھی تو وہ تناسخ کے ذریعہ ہندو دھرم میں جنم لینگے مگر جب وہ نیک اعمال کرینگے ہی نہیں تو ہندو دھرم بڑھیگا کیونکر اور جب بڑھیگا نہیں تو کم ضرور ہوگا کیونکہ بُرے اعمال تو ہندوؤں نے ضرور کرنے ہوے اور اس طرح وہ دوسرے مذاہب میں جا کر جنم لینگے۔

اور ہندو دہرم روز بروز گھٹتا ہی جاویگا۔ اور پھر ایک اور مشکل پیش آویگی کہ گائے جو کہ انکے نزدیک ایک بڑا متبرک جانور ہے اس کی جون میں دوسرے مذاہب والے جنم لیتے رہینگے۔ غرضیکہ اس طرح لازم تھا۔ کہ ہندو مذہب دو چار صدیوں میں ہی تباہ ہو جاتا مگر چونکہ اب تک تباہ نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ دوسرے مذاہب والے نیک اعمال نہیں کرتے۔ بلکہ ثابت ہوا۔ کہ وہ نیک اعمال کرتے ہیں اور اسکے بدلے ہندوؤں میں جنم لیتے ہیں اور اس صورت میں وہ ذاتوں کے تمام قوانیں جو کہ ہندوؤں میں ایک سخت حکم کے طور پر سمجھے جاتے ہیں فضول ٹھہرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں اور جب ایک مذہب کی وہ بات جو کہ بڑے ستونوں میں سے ہو رد کی جائے تو باقی کی نسبت ہم کیا امید کر سکتے ہیں۔ اور یہاں تو صرف ایک ہی نہیں بلکہ کئی اور باتیں ہم غلط ثابت کر چکے ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ تناسخ سے عملی طور سے فائدہ کیا مرتب ہوتا ہے۔ اگر تناسخ سے یہ فائدہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ انسان اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر پاک ہو جائے تو یہ صورت تو ناممکن ہے کیونکہ ہر ایک گناہ کے بدلے ایک جون بھگتنی پڑتی ہے۔ اور پھر ہر ایک جون میں گناہ لازم ہووے تو اس طرح کبھی انسان جونوں کے پھندے سے بچ نہیں سکتا۔ پس ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس جونوں میں بدلنے کے کام سے پرمیشور نے کیا فائدہ سوچا ہے جہاں تک ہم سوچتے ہیں تناسخ کی وجہ سے نجات ایک دم کے لیئے بھی حرام ہی پس پرکاش کا عقیدہ رکھنا یا سرگ پر ایمان لانا بالکل غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ جب نجات ممکن ہی نہیں تو بہشت یا جنت بھی ساتھ ہی ناممکن ٹھہرے۔ میرے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ اس عقیدہ پر ایمان لا کر پھر کوئی شخص نجات کا قائل ہو سکے۔ اگر اس عقیدہ کو مانیں تو پرمیشور کا نعوذ باللہ فریبی ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر اس عقیدہ کا انکار کریں تو پھر مذہب ہنود کا سچا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس اب اس صورت میں جو کہ کچھ سناتن دہرمی صاحبان اپنے پر گوارا کر لیں وہی ہم کو بھی منظور ہوگا یا تو کہدیں کہ بیشک انسان کو خدا نے ایک خیالی جنت کی طرف بلایا ہے۔ حالانکہ بہشت صرف ایک ڈھکوسلا ہے یا اقرار کریں کہ ہمارا مذہب جھوٹا ہے۔ اگر ہماری رائے پوچھیں تو ہم دوسری بات کو ترجیح دینگے کہ اصل میں تو یہ

مذہب کسی وقت کسی صورت میں خدا کی طرف سے ہی تھا مگر بعض ناخدا ترسوں نے دنیا کے گمراہ کرنے کے لئے اس میں بہت کچھ ملا دیا جس سے کہ اس مذہب کی صورت مسخ ہو کر اور کی اور ہی بن گئی پس اس صورت میں جو الزام خدا پر وارد ہوتا ہے وہ بندوں پر لگ جائیگا۔ اور اس میں چنداں کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہی رہتے ہیں جنکو صرف جھوٹ اور فریب سے ہی دلچسپی ہوتی ہے اور ان کا خیال ہر وقت سچائی کو مٹانے کے درپے ہوتا ہے اب ایک اور مختصر اعتراض ہم اس عقیدہ پر کرتے ہیں کہ کم سے کم پرمیشور کو لازم تھا۔ کہ ان غریب جونیں بھگتنے والوں کو اس بات کی اطلاع کر دیا کرتا... کہ فلاں گناہ اور فلاں قصور کے بدلے میں تم کو یہ سزا دی جاتی ہے جس سے کہ اس انسان کو اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا۔ کہ وہ آئندہ اُس گناہ سے تو بچتا اور جب گنہ کا پتا ہی ایک آدمی کو نہ دیا جائیگا تو وہ اُس سے بچنے کی کیا خاک کوشش کریگا۔ بلکہ بے خبری کی وجہ سے پھر گناہوں میں پھنسکر گناہوں کا ایک اور تومار اکٹھا کریگا جس کی وجہ سے وہ کبھی جونوں کے چکر سے نجات حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ کیا انصاف اور کس قسم کا عدل ہے کہ بلا گناہ اور بغیر بتائے جرم کے ایک شخص کو سزا دی جاتی ہے حالانکہ یہی لوگ جو اس عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں اگر کہیں کوئی برٹش مجسٹریٹ غلطی سے کسی مجرم کو بلا بتائے گناہ کے سزا دیتا ہے تو اس قدر واویلا کرتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں رہتی ایک طرف تو اخباروں والے وہ شور مچاتے ہیں کہ اُن کے آرٹیکل پڑھتے پڑھتے لوگ تھک جاتے ہیں دوسری طرف وکیل اور بیرسٹر جلسوں پر جلسے کرکے پبلک کو جگاتے ہیں کہ دیکھو اس قدر ظلم ہم پر ہو رہا ہے حالانکہ وہ بات کچھ بھی نہیں ہوتی پھر اسی پر بس نہیں بلکہ بڑے بڑے لکچرار ملک کا دورہ کرتے ہیں اور دھواں دھار تقریروں سے ایک تنکے کا پہاڑ بنا کر دکھاتے ہیں اور سامعین سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اب کوئی ظلم کی حد رہ گئی ہے۔ مگر یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ تو بات ہی کچھ نہیں ہمارا پرمیشور بھی اسی طرح کرتا ہے کہ گناہ تو بتاتا ہی نہیں اور جھٹ ایک شخص کو پکڑ کر کتا بنا دیتا ہے تو دوسرے کو بندر اگر ان کی فطرت سے یہ بات باہر ہے کہ بغیر خطا کے بتائے کے سزا دی جائے اور یہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں تو سب سے پہلے تو انہیں پرمیشور کے مقابلہ میں ایجیٹیشن کرنا

چاہیئے تھا اور جوش کی نمائش کرنی چاہیئے تھی - کیونکہ جب وہ ذرہ سی سزا برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی سزا کس طرح برداشت کرینگے - اب میں اس مسئلہ کو ختم کرتا ہوں اور ناظرین کو یہ بتائے دیتا ہوں - کہ اگرچہ میں نے اتمام حجت کے لئے یہ جواب لکھ دیئے ہیں مگر اصل میں ان کی کوئی اتنی بڑی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ اہل ہنود کے پاس تناسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پرمیشور نے بتایا نہیں کہ فلان فلان گناہ کے بدلے فلان جون بھگتنی پڑیگی - انکے نبیون نے بھی ظاہر نہیں کیا - کہ پہلے ہم فلان جون میں تھے اور اب فلان جونین بھگتیں گے پھر عقل سلیم باور نہیں کرتی اب ان کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ رہ جاتا ہے کہ انسان تناسخ کے پھیر میں آکر جونیں بھگتیگا ہم کہتے ہیں کہ نہیں بھگتیگا ان کے پاس دلیل کیا ہے اگر انکا دعویٰ یہ ہے کہ ایسا ہوگا تو ہمارا دعویٰ ہے کہ نہیں ہوگا - اگر انکے پاس دلیل کوئی نہیں تو ہمارے پاس نہ ہونے کی دلیلیں ہیں - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - ہم نے اس مضمون میں بڑی بڑی باتیں غلط ثابت کر کے دکھائی ہیں [عل] - اور اب صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کا خدا تو اس قابل نہیں کہ ہم اس سے محبت کر سکیں - کیونکہ نہ ہماری پکار کا جواب دیتا ہے نہ ہم پر رحم کرتا ہے اور باوجود اس سے محبت کرنے کے وہ الٹا ہم کو تناسخ کے لایعنی پھیر میں ڈالتا ہے -

اب ہم آریہ ست کو لیتے ہیں - یہ ایک نیا فرقہ ہنود میں نکلا ہے مگر اپنا بہت سا پہلو بدل کر دنیا کے سامنے پیش ہوا ہے اس فرقے پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم اتنا کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس کے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس فرقے کے بانی اور اس کے چیلون نے جو نمونہ دنیا کو دکھایا ہے وہ سخت ہی قابل مذمت ہے اس فرقے کا ظہور چالیس پچاس برس کے اندر کا ہی ہے اور اس قلیل عرصہ میں بھی اس کے پیروان نے جس قدر لوگون کا دل دکھایا ہے اس کے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں یہ جب بات شروع کرتے ہیں تو گالیوں سے پہلے اسکو مزین کر دیتے ہیں - لڑائی جھگڑا اور فساد ان کے وعظون میں اکثر ہوتا ہے کوئی بزرگ دنیا میں نہیں گزرا ہوگا - کہ جس کی توہین نہ کی ہو - آدم کو گالیاں حضرت ابراہیم کو تبرے - موسیٰ کی توہین - عیسیٰ کی مذمت - اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہمارے نبی کریم کہ جن کے اخلاق کا نمونہ نہ کسی نے دکھایا نہ دکھا سکتا ہے اِن سے دشمنی

عل - ہنود لوگ بھی اسبات کے قائل نہیں کہ ان میں بھی کوئی اور داخل ہو سکتا ہو بلکہ ان کے خیال میں بھی یہودیون کی طرح نجات اور مذہب والوں پر بلکہ اور قوموں پر حرام ہے اور اگر ان کے میں داخل ہونا بھی کوئی چاہے تو بھی ناممکن ہے اور قطعی طور

کرنا ان کے نزدیک عین ثواب کا کام ہے اور نیکی کا جزو اعظم ہے اور پھر یہی نہیں باوا نانک صاحب کہ جنکو تمام مذاہب والے نیک کہتے ہیں اور ان کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اُنکی نسبت بھی سخت سُست الفاظ یہ لوگ زبان پر لاتے ہیں مگر اس بات کے جواب میں یہ لوگ تہذیب کو بالائے طاق رکھکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے مخالفین کو گالیان کیوں نہ دیں جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں مگر اسبات کا معلوم نہیں کیا جواب دینگے ۔ کہ کرشن اور رام چندر جی بیچارون نے کیا قصور کیا تھا کہ یہ لگے ان کو بھی بُرا بھلا کہنے اور اِسبات سے معلوم ہوتا ہے کہ اِنکو گالیان دینے سے کام ہے خواہ کوئی سامنے ہو جب دیکھا کہ فلان بزرگ کی بات ہمارے خیال کے برخلاف ہے تو پیٹ بھر کے گالیان سنا دیں اور دوسرے لوگ تو خیر مخالف ہی تھے اپنے باپ دادوں کو بھی خالی نہیں چھوڑا جن کی بہت سی باتوں پر یہ اب بھی عمل کرتے ہیں اور اُن کی بیویان تو تمام کل انہیں رسومات کی پابند ہیں جو پرانے زمانے سے چلی آتی ہیں ۔ پھر جبکہ گھر میں زور نہیں چلتا ۔ تو باہر دنیا پر کس طرح چل سکتا ہے ۔ یہی باتیں تھیں کہ جن کی وجہ سے ہم نے خیال کیا ۔ کہ ایسے لوگون سے کلام کرنا اور ان کی نسبت کچھ لکھنا گویا ان کو عزت دینا ہے ۔ اور اپنے بزرگون کی نسبت گالیان سنتا ہے مگر اس لئے کچھ لکھنا ضروری سمجھا کہ ان کا فتنہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے اور جیسا کہ چراغ بجھنے کے وقت ایک تیز روشنی دے کر گل ہو جاتا ہے ۔ یا ایک مرنے والا انسان مرتے وقت باوجود سخت بیمار ہونے کے کچھ دیر کے لئے بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اس میں غیر معمولی قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور نادان آدمی سمجھتے ہیں کہ اب یہ اچھا ہو گیا ۔ حالانکہ حکیم کی نظر میں یہ اس کی موت کی نشانی ہوتی ہے ۔ اسی طرح یہ لوگ جبکہ ویدک مذہب کی زیست کے دن ختم ہو گئے تو آریہ مت کی شکل میں ایک دفعہ چمکے ہیں ۔ یا ایک انسان کو مرتے وقت جو افاقہ ہو جاتا ہے اُس کی طرح ہنود میں بھی افاقۃ الموت کی طرح یہ لوگ پیدا ہو گئے ۔ اور نادان لوگ ان کی تیزی اور طراری سے خائف ہو گئے ہیں ۔ کہ کیا درحقیقت ان میں کوئی روحانیت ہے جس کی وجہ سے ان میں اس قدر جوش و فروش ہے مگر یہ لوگ

نہیں سمجھتی۔ کہ یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ یا مرتا ہوا انسان ہے کہ جو جلد ہی اس دنیا سے نابود ہو جائیگا ان کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ جلدی ہی کچھ تو ان میں سے دہریہ ہو جائینگے اور کچھ مسلمان۔ انہوں نے اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ کر گویا کہ ایک قدم ترقی کی طرف بڑھایا ہے مگر اس قدم بڑھانے میں کچھ ایسی غلطی کی ہے اور وہ ٹھوکر کھائی ہے کہ کہیں سے کہیں جا پڑے ہیں۔ اس فرقے نے ہنود میں ایک بڑی اصلاح کی ہے۔ کہ بت پرستی کو ترک کر دیا ہے مگر ساتھ ہی ایک ایسی خوفناک غلطی کر بیٹھے ہیں کہ اس پر غور کرنے سے بدن کانپ اٹھتا ہے یعنی انکا عقیدہ ہے کہ روح اور مادہ ایسے ہی ازلی ہیں۔ جیسے کہ خدا۔ اور یہ مخلوقات نہیں بلکہ خود بخود ہیں۔ اس پر بڑا اعتراض ہوتا ہے کہ پھر خدا کیون ہے۔ روح اور مادہ تو پہلے سے موجود ہیں تو پھر خدا کی ضرورت کیا رہی اور خدا سے ہمارے تعلقات کیونکر رہ سکتے ہیں وہ محبت کا تعلق جو کہ انسان کو خدا سے ہے وہ تو اسی صورت میں ہے جبکہ انسان اس کی مخلوق ہے اور جب کہ وہ خدا کسے بے پایان رحم اپنے پر دیکھتا ہے مگر جب کہ رحم تو خدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جونون کے چکر سے انسان کو وہ چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اور خالقیت کا بھی کوئی تعلق نہیں تو پھر انسان اُس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے۔ اور جب کہ خدا سے محبت کرنے کا کوئی مادہ موجود نہیں تو یہ محبت کہان سے آگئی اور انسانی دل میں محبت پیدا کرنے کا پرمیشور کو خیال کیونکر آیا۔ جبکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی محبت مجھ سے ہونی ناممکن ہے اور پھر یہ کہ انسان کے پیدا کرنے کی غرض کیا تھی۔ اس کی صفات تو اسبات کی مقتضی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ نہ وہ رحمان ہے کہ اس کی صفت رحمانی چاہتی تھی۔ کہ کوئی مخلوق ہو۔ اور میں اُس پر بے اس کے کسی کام کئے کے احسان کرون اور نہ وہ رحیم ہے۔ کیونکر جب وہ جونون کے چکر میں انسان کو سرگردان کرتا ہی اور اتفاقاً انسان کبھی گناہون سے پاک ہو کر (اگرچہ یہ ناممکن ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں) پرکاش کی سیر کا مستحق ہوتا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں نجات کے قابل ہو جاتا ہے تو پرمیشور آریون کے خیال کے مطابق ایک گناہ اسکا رکھ چھوڑتا ہے۔ تاکہ یہ میرے پھندے میں سے نکل نہ جائے۔ اور اس بات کا ہونا۔ ایک رحیم انسان سے بھی بعید ہے۔ چہ جائیکہ رحیم خدا ایسا کرے پس معلوم ہوا۔ کہ خدا رحیم بھی نہیں۔ اور دوسرے یہ بھی نہیں کہ اُس کی صفت خالقی اس کو

انسان کے پیدا کرنے پر مجبور کرنے۔ اس موقعہ پر مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی توڑنے جانے والی طاقت اُس کو مجبور کر رہی ہے۔ کہ وہ ایسی مخلوق پیدا کرے گر اول تو وہ خود ہی شرمندہ ہوگا۔ بشرطیکہ کچھ بھی حیا رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ صرف جوڑنے جانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور اس کے علاوہ بالکل ناطاقت اور بے اختیار ہو۔ اور دوسرے یہ بات نہ صرف سائنس دان یا علم طبعی کے جاننے والے ہی مانتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز میں ایک کشش اتصال ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے حصہ یا دوسری چیز کو کھینچتی ہے۔ بلکہ خود آریہ صاحبان بھی اس کے قایل ہیں۔ اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ پس اس طرح اس جوڑنے کی طاقت کا بھی ابطال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب مادہ میں خود ہی جڑنے کا مادہ تھا۔ تو خدا کو یا پرمیشور کو بیچ میں دخل دینے کی کیا حاجت ہوئی۔ مادہ نے تو خود بخود جڑنا ہی تھا۔ اور مختصر صورتیں اختیار کرنی ہی تھیں۔ پھر پرمیشور کا کیا تعلق۔ اور پھر جب کہ مادہ ازل سے موجود تھا۔ اور خدا نے اس کو نہیں بنایا تھا۔ تو اس میں ایک طاقت تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ پر قائم تھا۔ اور خدا تعالےٰ کے اُس پر قبضہ کرنے کے وقت ایک جنگ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ جب کہ ایک طاقت والی چیز دوسری پر قبضہ کرنا چاہتی ہے تو بغیر مزاحمت یا جھگڑے نہیں کر سکتی جیسا کہ ایک قوی آدمی پر جب بیماری کا حملہ ہوتا ہے تو اس کی طاقت اور بیماری میں ایک سخت جنگ ہوتی ہے اور اُس کے بعد جس کا غلبہ ہوتا ہے وہی انسانی مزاج پر حاوی ہو جاتی ہے پس اسی طرح خدا اور مادہ میں ایک جنگ ہونی چاہیئے تھی۔ اب اگر یہ جنگ نہیں ہوئی تو مادہ اور روح ازلی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ہوئی ہے۔ تو علاوہ اس کے کہ خدا کی طاقتوں اور صفتوں پر ایک سخت دھبا آتا ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک معین وقت سے ہے کیونکہ جنگ کا ہونا۔ اور پھر ایک کا دوسرے پر غلبہ پانا ایک وقت چاہتا ہے۔ اور اُس کے بعد پرمیشور کا جوڑنے جاڑنے کا کام کرنا ایک وقت محدود ہو جاتا ہے۔ جو کہ خود آریہ کے عقیدہ کے برخلاف ہے اور درحقیقت بات یہ ہے۔ کہ انہوں نے یہ دہریت کا پیش خیمہ کھڑا کیا ہے۔ ورنہ آریہ مت کوئی مذہب نہیں۔ کیونکہ جب خدا بھی ازلی ہوا۔ پھر روح بھی ازلی ہوئی۔ اور مادہ بھی ازلی ہوا۔ اور ان میں اتصال کی طاقت بھی ہے۔ تو باقی خدا کا کام کیا رہ گیا۔ اور یہ اس بات کی پکی دلیل ہے کہ آریوں نے اپنے پرانے مذہب کو

تباہ کرنیکے لئے ایک قدم ترقی کی ہے اور انہوں نے خیال کیا کہ اگر شروع مین ہی دہریت ظاہر کی تو ہندو پیچھے پڑ جاینگے اور بنا بنایا کام بگڑ جائیگا پس اس صورت سے قدم بڑھانے چاہئین۔ کہ ہندوؤن کو خبر نہ ہو اور کام بھی ہو جاے اور اس بات کے ثابت کرنی کے لیئے مجھے کوئی بڑی دلیل دینی کی ضرورت نہین بلکہ خود یہ مسئلہ بھی میرے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ کہ خدا مادہ اور روح تینون ازلی ہین اب خدا کا کام تو صرف اتنا رہ گیا کہ انکو جوڑ دے مگر ساتھ ہی پھر ان مین بھی جُڑنیکی طاقت ہے اب صرف ایک قدم ان کو اور چلنا ہوگا اور پھر یہ دہریون مین جا ملینگے۔ وہ یہ کہ خدا نے جوڑا بھی نہین بلکہ خود بخود یہ چیزین جڑ گئین کیونکہ ان مین قوت اتصال خود ہی تھی اور اب بھی یہ کوئی مذہب نہین رکھتی بلکہ صرف قومیت کے لئے انہون نے ایک مذہب بنا رکھا ہے ورنہ انکے خیالون مین جو کچھ ہے وہ صرف یہ چند روزہ دنیاوی ترقی ہے اور اسکے بعد ان کا کوئی عقیدہ نہین کہ کوئی دوزخ یا بہشت ہی دوزخ تو انہون نے تناسخ کے پھیر کا نام رکھا ہے اور بہشت وہ جب اس پھیر سے نجات ملے گر خود ان کا ایک عقیدہ ہی تناسخ کا رد کرتا ہے جس سی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تناسخ اور پرکاش کا عقیدہ صرف زبانی باتین ہین ورنہ دل ہے یہ اس بات کے قایل نہین وہ عقیدہ یہ ہے کہ فلان فلان رات کو عورت سے صحبت کرینسی لڑکیان پیدا ہوتی ہین اور فلاں فلان مین لڑکے اول تو یہ عقیدہ بذات خود غلط اور عقل سے بعید ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہوتا تو کم سے کم آریون کے ہان لڑکوں کی وہ کثرت ہوتی کہ دنیا ونگ رہجاتی مگر ہم ایسا نہین دیکھتے بلکہ خود پنڈت لیکھرام کے ہان جو کہ ان کا ایک گرو گھنٹال گذرا ہے کوئی اولاد نہین ہوئی اور اسوقت انکے بڑے بڑے لیڈرون کے ہان نرینہ اولاد نہین غرضیکہ یہ عقیدہ عملی طور سے بالکل غلط ثابت ہوا ہے اور پھر ایک اور بات اسکو غلط ثابت کرتی ہے اور اسکے بیان کرنے سی پہلے ہمکو افسوس ہے یہ کہنا پڑیگا کہ دروغ گورا حافظہ نباشد

* یہ قوم نجات کی سخت دشمن ہے کیونکہ تناسخ سے نجات ملنی ممکن نہین جب ہر ایک گناہ کے بدلے مین ایک جون مقرر ہے گنتی پڑ رہیگی تو نجات کیسی پھر نجات کے معنی ہین کامل خلصی مگر انہون نے ان کا مخلصی ہی رکھا بلکہ خدا ایک گناہ پھر بھی رکھ لیتا ہے تا کہ پھر انسان کو تناسخ کے پھیر مین ڈال دے *

اور وہ یہ ہے کہ جب پنڈت دیانند نے جو کہ انکے مذہب کا بانی ہی تاریخین مقرر کردی ہین۔ کہ فلاں مین لڑکے اور فلان مین لڑکیان پیدا ہونگی تو پھر اس بات کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی کہ نیوگ مین گیارہ لڑکے ہی شمار ہونگے اور لڑکیان اس شمار مین نہین ہونگی جبکہ لڑکے پیدا کرنا اپنے اختیار مین ہے تو پھر لڑکیون کا کیا ذکر وہ مرد جسکے اولاد نہین ہوتی وہ خود دیکھ لیگا کہ فلان رات لڑکا پیدا کرنے کی ہی وہ اُسی دن نیوگی خاوند کو بلا یگا اصلی بات وہی ہے جو کہ مین پہلے لکھ آیا ہون کہ پنڈت دیانند کو وہ قاعدہ بھول گیا جو کہ وہ لڑکے اور لڑکیان پیدا کرنیکی نسبت باندھ آئے تھے اور نیوگ کا ذکر کرتے ہوئے انہین فکر ہوئی کہ اگر لڑکیان ہی پیدا ہون تو پھر کیا ہوگا خاوند کی سب محنت رایگان ہوئی اور بیوی بھی ہاتھ سے جائیگی اسلیئے انہون نے قاعدہ بنایا کہ شرط یہ ہے کہ نیوگی اولاد نرینہ ہو مگر اسطرح خود انہون نے اُس قاعدہ کو توڑ دیا جو کہ اولاد حاصل کرنیکے لیئے باندھا تھا مگر اسوقت ہمارا مدعا اور تھا یہ قاعدہ بذات خود تو غلط ثابت ہو ہی گیا ہے اس لئے ہم اصل بات کی طرف لوٹتے ہین اور وہ یہ کہ آریون کا عقیدہ ایسا ہے کہ لڑکے اور لڑکیان پیدا کرنا اپنا اختیار ہے پس جبکہ ایسا ہے تو تناسخ غلط ٹھیرتا ہے کیونکہ ایک انسان جس نے پچھلے جنم مین ایسے کام کئے تھے کہ جنکی وجہ سے اسکے لڑکے نہین ہوتے تھے وہ اس قاعدہ پر چل کر نرینہ اولاد حاصل کر سکتا ہے پس اس سے تناسخ باطل ہو جاتا ہے تناسخ تو تب صحیح تھا کہ انسان لڑکے لڑکیان خود نہ پیدا کر سکے اور جیسے کرمعمل کئے ہین ویسی سزا یا بدلا پائے مگر اس صورت مین بدلہ نہین رہتا بلکہ انسان کا اپنا اختیار ہو جاتا ہی اور اسطرح تناسخ رہ جاتا ہے پھر ہم دیکھتے ہین کہ ایک غریب آدمی کے لڑکے ہوتے تھے اور ایک امیر کے لڑکیان اور یہ اس لئے کہ انہون نے پچھلے جنم اسی کے مطابق کام کئے تھے مگر امیر تو دیانند کے قواعد کے مطابق لڑکے حاصل کرتا ہے اور غریب کے لڑکیان پیدا ہوتی ہین حالانکہ وہ لڑکے کو بوجہ اس غریب کے پچھلے جنم کے کامون کے اُس کے ہان پیدا ہونے تھے اور خود وہ لڑکے جو کہ امیر کے ہان جا کر پیدا ہو گئے انکے اعمال تو ایسے تھے کہ وہ اس غریب کے ہان پیدا ہو کر فاقہ کشی کی عمر گذارتے انہون نے اعمال ہی ایسے کئے تھے کہ ان کو یہ سزا دیجاتی اب جو وہ امیر کے گھر پیدا ہو گئے تو کس کام کے بدلہ مین ہوئے جبکہ

مسئلہ تناسخ مجبور کر رہا ہے کہ وہ ایک غریب کے ہان پیدا ہو اب ہم دیکھتے ہین کہ اس عقیدہ ہی جو کہ خود آریون کا عقیدہ ہے تناسخ کی جڑ کٹ جاتی ہے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ لڑکے لڑکیان اعمال کے مطابق ہین اپنے اختیار مین نہین یا تناسخ کے عقیدہ کو باطل قرار دیا جائیگا اور ان دونون صورتون مین آریہ مت کا ابطال ہوتا ہے یہ دلیل ایسی قاطع ہے کہ ضد اور ہٹ سے اگر کام نہ لیا جائے تو آریون پر ایک بڑا سخت حربہ ہے ہان اگر آریہ صاحبان اپنی جبلی عادت کو کام مین لا کر پھر بھی گالیون پر اتر آئین اور ہماری اس دلیل کو غور سے نہ دیکھین نہ سمجھین تو اسمین ہمارا کوئی قصور نہین ہم مسلمانون کی طرف سے کافی دلایل اس بات کے ثبوت کے لئے دئے گئے ہین کہ آریہ مت کو قبول کر کے ایسے پرمیشور سے معاملہ نہین پڑتا جس سے کہ محبت کی جا سکے بلکہ سراسر اسکے برخلاف ہی مین انتظار کرتا ہون کہ اس اعتراض کے پڑھتے ہوئے آریہ صاحبان تناسخ کی سچائی کی کیا دلیل دیتے ہین اگرچہ یہ لازمی امر ہے کہ وہ کوئی جواب گھڑ تو ضرور لینگے اور اس شدومد سے اسکو بیان کرینگے گویا سچائی اور حق انکے دلو نمین بھرا ہوا ہے مگر عمل بھی ایسا ثابت کریں تو ہم انکے تیار ہین۔ یا یہ کہ عملی رنگ مین آریون کی تعلیم آسکے تو پھر کون اعتبار کر سکتا ہے کہ درحقیقت یہی حق پر ہین اب مین اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہون اور وہ یہ ہے کہ تناسخ خود ان کے عقیدہ کے مطابق غلط ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ تناسخ کی نسبت زبانی ہی ہے ورنہ یہ اصل مین موت کے بعد کوئی اور عالم مانتے ہی نہین اور دہریت کی طرف بڑی تیزی سے قدم مار رہے ہین یا بالفاظ دیگر دہریہ ہی ہین اور انکے اس عقیدہ سے مادہ اور روح ازلی ہین خدا کے علم مین بھی فرق آتا ہے کیونکہ جس چیز کو اس نے پیدا ہی نہین کیا انکی خاصیتون اور ماہیتون کا اسکا علم کیونکر ہوا وہ تو ازلی ابدی ہین جیسا کہ پرمیشور ہے۔ اور پرمیشور نے اسکو پیدا ہی نہین کیا تو کیونکر انکے مخفی در مخفی رازون سے واقف ہو گو ہا کم سے کم اسکو ایک مدت تجربات کرنی لگی ہوگی کہ وہ مادہ اور روح کی اصل حقیقت معلوم کرے جو کہ پرمیشور پر ایک بدنما دھبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرمیشور پر افترا کیا گیا ہے دوسری بات انکے اعتقاد کی یہ ہے کہ خدا جب دیکھتا ہے کہ تناسخ سے ایک آدمی نجات حاصل کرنے لگا ہے اور قریب ہی کہ وہ اس پھیری سے بالکل بچ جائے تو وہ اس کو

پر کاش مین جگہ دیتا ہے جہان کہ وہ کچھ مدت آرام سے گزارتا ہے اور پھر ایک گناہ کے بدلہ مین
جو کہ خدا نے نجات دیتے وقت چھوڑ رکھا تھا یعنے اُس گناہ کی سزا ابھی اسکو نہین دی تھی اسکو
تناسخ کے چکر مین ڈالدیا جاتا ہے اس موقع پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیون ایسا کیا
جاتا ہے جبکہ اسکا صرف ایک گناہ رہ گیا تھا اور وہ نجات کے کنارہ پر کھڑا تھا اور قریب
تھا کہ اس دریا مین ہمیشہ کے لئے غوطہ مارے اور دائمی تکالیف سے بچ جائے کہ پرمیشور
نے اسکو ایک غوطہ دیا اور باہر کھڑا کر دیا کہ جا پھر تکالیف کے سمندر مین تیر کیا یہ ظلم نہین
کیا یہ صریح زیادتی نہین اور پھر ایک ایسی چیز پر جسکا قدامت اور ابدیت مین ایسا ہی
دعوےٰ ہے جیسا کہ پرمیشور کا پھر جو اسکی مخلوق نہین اور پھر وہ جو کہ پرمیشور کی کوئی ضرورت
نہین رکھتی اگر پرمیشور نہ بھی ہو تو وہ خود بخود جڑ سکتی ہے اور مختلف شکلون مین تبدیل ہو سکتی ہے
اور پھر بھی نہین کہ اسطرح مادہ اور روح کو نجات حاصل کرنے سے روکا گیا ہے بلکہ نجات کے
دوسرے قواعد بھی ایسے سخت اور کڑے مقرر کئے گئے ہین کہ نجات ناممکن ہے کیونکہ ہر ایک
جیوہتیا پر چون کا چکر لگانا پڑتا ہے اور پانی جو کہ انسانی ضروریات سے مقرر کیا گیا ہے اسکے
ایک قطرہ مین ہزارون کیڑے ہوتے ہین اور ہوا مین کیڑے ہوتے ہین اور پھر یہ ہی نہین بلکہ
پنڈت دیانند کے مقرر کردہ قواعد کے رُو سے ہر ایک چیز مین روح ہوتی ہے یہانتک کہ پودون
اور درختون مین بھی ہوتی ہے تو اس صورت مین جو چیز انسان کھائیگا وہ جاندار ہوگی اور اسکا
کھانا جیوہتیا ہوگا۔ اور جو شخص ایک بھی سانس لے بوجہ ان جیمون کی ہتیا کے جو کہ ہوا مین ہوتے ہین
سینکڑون جونین بھگتیگا پس نجات ناممکن ہے اور خود پنڈت دیانند جی کو معلوم نہین اتنے کیڑون
اور جاندارون کو ہلاک کرنے کی وجہ سے جو کہ وہ اپنی زندگی مین کرتے رہی کن کن جونون مین جنم
لینا پڑیگا چونکہ ہندوؤن کے بیان مین کافی طور سے تناسخ کا رد ہو چکا ہے اس لئے زیادہ
لکھنے کی ضرورت نہین اور اب ہم انکے عملی حصہ کو دیکھتے ہین کہ کیا وہ ایسا حصہ ہے جو کہ
انسانی فطرت کے مطابق ہے یا نہین سو پہلے تو انکے طرز معاشرت پر نظر ڈالنے سے
ہمکو نیوگ کا ایسا خوفناک مسئلہ نظر آتا ہے جسپر عمل کرنا ایک شریف آدمی کا کام نہین۔
یہانتک کہ خود آریہ صاحبان بھی اس سے کچھ پرہیز ہی کرتے ہین ہان بعض بعض حد سے

بڑھے ہوئے اسکو بھی ایک خوبی ہی سمجھتے ہین مگر یہ شاذ و نادر ہی ہین اور شاذ کا عام مین دخل نہین اسلئے ہم یہی کہینگے کہ عام آریہ اس مسئلہ کے برخلاف ہین پھر جبکہ وہ خود اسپر عمل نہین کرتے تو دوسرے مذاہب والے تو خواہ مخواہ اس سے نفرت ہی کرینگے شاید بعض ناظرین اس مسئلہ کی حقیقت سے ناواقف ہون اس لئے مین انکے علم کے لئے اسکی تشریح کر دیتا ہون نیوگ آریہ سماج کا ایک مسئلہ ہے جسکی رو سے وہ مرد جسکے ہان اولاد نہ ہوتی ہو دو یا تین سال تک انتظار کر کے اپنی بیوی کو اولاد کی خاطر ایک اور مرد سے ہم بستر کرواتا ہے اور ایسے مرد سے جو اولاد ہوتی ہے وہ بانٹ لی جاتی ہے اور اس طریقہ سے گیارہ لڑکون تک حاصل کئے جا سکتے ہین اور یہ کام ایک ہی مرد سے نہین ہونا چاہیے بلکہ پانچ چھ آدمیون کے ذریعہ یہ تعداد پوری کروانی چاہیے اور پھر اس عرصہ مین جبکہ ایک مرد دوسرے کی بیوی سے نیوگ کر رہا ہو اس بیوی والے شخص کو چاہیئے کہ عمدہ عمدہ غذاؤن سے نیوگ کرنیوالے شخص کو تازہ کرے اور ہر طرح کی آسایش کے سامان اسکے لئے مہیا کرے اب دیکھنا چاہیے کہ اس عقیدہ پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا مین کیسی خوفناک تباہی آنے کا اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے کیونکہ اوّل تو عورتین خلقی طور پر باحیا اور شرمیلی بنائی گئی ہین جب انکو ایسے کام کے لئے کہا جائیگا تو ممکنات سے بعید نہین کہ ان مین سے بعض بلکہ اکثر خودکشی کر کے مر جائین جیسا کہ دنیا مین اس قسم کے موقعون پر ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہین اور پھر اگر وہ مان بھی لین تو آئے دن کے طعن و تشنیع سے وہ ایک مہینہ بھی زندہ نہین رہ سکینگی جب ایک عورت کا خاوند مر جاتا ہے اور وہ دوسرا خاوند کرتی ہے تو اسوقت ہی عورتین اسکو طعنے دیتی ہین تو جب وہ ایک مرد کے زندہ ہوتے ہوئے اور کسی مرد سے صحبت کریگی تو کیا کچھ اسپر اعتراض نہ آئیگا وہ خود اپنے دل مین کیسی شرمندہ ہوگی اور اپنے رشتہ دارون عزیزون مین کس منہ سے بیٹھیگی درحقیقت آریہ سماج نے زناکاری کا دروازہ کھول دیا ہے۔ کنچنیان جو کہ بازارون مین بیٹھکر اپنے پیٹ پالنے کے لئے زناہ کرواتی ہین ان بیچاریون کا پھر کیا قصور رہ گیا کہ ان کو برا کہا جائے اگر نیوگ درحقیقت جائز ہے تو انکا کام کچھ اچھا ہی ہے۔ کیونکہ وہ روزی کمانے کے لئے ایسا کرتی ہین اور اپنی عصمت کے بدلے کچھ پیسے لیتی ہین اور اس طرح

اپنی آخری زندگی کو تباہ کرکے اس دنیا کی زندگی کے لئے کچھ سامان مہیا کرتی ہیں۔ مگر نیوگ کرانے والی عورت تو نہ صرف اپنی پچھلی یعنی بعد از موت کی زندگی کو تباہ کرتی ہے۔ بلکہ اس دنیا کا سامان بھی ضایع کرتی ہے کیونکہ حکم ہے کہ نیوگی مرد کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس طرح اسے نیوگ کے لئے تازہ کرو اب آریہ صاحبان خود مقابلہ کر لیں کہ ایک عورت تو دین ضایع کرکے دنیا کماتی ہے اور دوسری دین و دنیا ضایع کرکے سوائے ندامت اور رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہیں کرتی ان دونوں میں سے کونسی مقابلتہً دوسری کے فائدہ میں ہی پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ مرد کی غیرت کسطرح قبول کرے گی کہ اپنے ہوتے ہوئے وہ اپنی بیوی کو دوسرے مرد سے ہم بستر کروائے اور پھر ساتھ ہی اسکی خاطر بھی کرے اس زمانہ میں بھی ایسی کئی واقعات پیش آئے ہیں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو دوسرے سے بے حجاب باتیں کرتے ہوئے دیکھکر ہی اسکو قتل کر دیا اور جبکہ اتنی بات ہی انسان کی غیرت برداشت نہیں کر سکتی تو زناہ کی حالت دیکھکر وہ کب برداشت کر سکیگا۔ اور اسی حالت کو دیکھکر ہماری مہربان گورنمنٹ نے بھی ایسے موقعوں کے لئے کچھ رعایت کر دی ہے اور ایسا آدمی جو کہ غیرت میں آکر کوئی خون کر بیٹھتا ہے اسکے لئے سزا میں کچھ نرمی رکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ ایسے موقع پر ایک قدرتی جوش پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کبھی برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ اسکی بیوی اور مرد سے ہم بستر ہو ایک عرصہ ہوا کہ ایک مقدمہ اس قسم کا پیش ہوا تھا جس میں ایک شخص پر اس لئے کارروائی چلائی گئی تھی کہ اس نے اپنی بیوی کو زناہ کی حالت میں دیکھکر قتل کر دیا تھا اور ماتحت عدالت نے اسکو سخت سزا کا حکم دیا گر اپیل ہونے پر جج نے فیصلہ دیا کہ درحقیقت یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ انسان غصہ کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے میں اسکے لئے یہ سزا مناسب نہیں سمجھتا بلکہ اگر وہ عورت پہلی ضرب میں مر جاتی تو میں اسکو سزا قریباً نہ ہی دیتا مگر چونکہ کئی ضربات سے عورت مری ہے اسلئے میں کچھ سزا اسکو دیتا ہوں اب دیکھنا چاہئے کہ انسانی فطرت اس عقیدہ کے برخلاف ہے جیسا کہ گورنمنٹ کے قانون سے اور روزمرہ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے اور خود آریہ مت کے پیروان بھی اس نیوگ کے عقیدہ پر عمل کرنیکے لئے تیار نہیں ہے تو پھر یہ عقیدہ

عملی رنگ میں لانے کے لئے نہ معلوم پنڈت دیانند نے کیوں پیش کیا شاید اسمین کوئی خاص غرض ہو جسکو ہم نہ سمجھ سکتے ہوں ورنہ اور کوئی بات تو نظر نہیں آتی اور جب مخلوقات عالم پر نظر کرتے ہیں تو سراسر اس عقیدہ کے برخلاف نظر آتا ہے انسانی فطرت اسکو برداشت نہیں کرسکتی عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اور یہاں تک کہ جانور تک اسکو پسند نہیں کرتے کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک مرغا جب کچھ مرغیوں میں پھر رہا ہوتا ہے اسوقت اگر کوئی اور مرغا ان میں آکر داخل ہو جاوے تو خواہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو اسپر حملہ کرتا ہے اور اسی طرح کتا بھی جب اسکے سامنے کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو دوسرے کتے پر حملہ کرتا ہے۔ پس جب جانور تک اس بات کو برا منا تے ہیں تو انسانی فطرت اسکو کیونکر برداشت کرسکتی ہے یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا کہ اسکو دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا اسکو دنیا میں مشتہر کرنے سے آریہ ست نے دنیا پر زناہ کاری کا دروازہ کھول دیا ہے اور انسانوں کی اخلاقی حالت پر ایک سخت خوفناک حربہ کیا ہے اور چونکہ یہ ایک گندہ مسئلہ ہے اسلئے اسپر زیادہ لکھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے اور انکے ایک اور عملی عقیدہ کو لیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک باایمان آریہ کا فرض ہے کہ وہ مردہ کو جلاتے وقت صندل عود اور کستوری وغیرہ کو کام میں لاوے اور یہی نہیں بلکہ ڈیڑھ من روغن زرد بھی جلا کر خاکستر کرے مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ عقیدہ ایسا کہ جس پر عمل ہو سکے یا صرف ستیارتھ پرکاش کے صفحوں کو سیاہ کرنیکے لئے گھڑا گیا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کتنی آریہ اسپر عمل کر سکتے ہیں یا کرتے ہیں اور غریب آدمی اسپر کسطرح عمل کر سکتا ہے۔ یا آریہ ست کے لحاظ سے غریب آریہ نہیں ہوتا اگرچہ پنڈت دیانند نے اسکے لئے جو کہ اپنی چیزوں کو مہیا نہ کرسکے قاعدہ تو مقرر کر دیا ہے اور ایک تجویز اسکو ایسی بتائی ہے جس سے وہ کامیاب ہو جاوے مگر وہ اصل حکم سے بھی زیادہ مشکل ہے وہ یہ کہ ایسا شخص بھیک مانگے یا گورنمنٹ سے مدد چاہے مگر جبتک کہ وہ غریب جسکے ہاں موت ہوگئی ہو قریباً ڈیڑھ سو روپیہ مختلف شہر و دیار میں پھر کر اور پیسہ پیسہ اور کوڑی کوڑی جمع کر کے لائیگا لاش سڑ جائیگی اور خاصکر طاعون کے دنوں میں کہ وبائی ہوا کی وجہ سے دوسری لاش بھی جلدی جلدی سڑ جاتی ہیں اور طاعون کے بیمار کی لاش تو چوبیس گھنٹہ کے اندر خراب ہو جاتی ہے پھر ایک لمبی عرصہ کی کوشش اور محنت کی بعد جو ایک شخص روپیہ جمع کر کے لایا بھی تو وہ کس کام آئیگا لاش تو پہلے ہی خاک ہو جائیگی

اور دوسری تجویز جو کہ گورنمنٹ سے مانگنے کی لکھی ہی وہ اور بھی عجیب ہی کیونکہ اول تو ایک عرضی گورنمنٹ کیخدمت مین دیجاوے کہ مجھے فلان فلان چیزین چاہئین اور پھر وہان سے منظوری ہو اور پھر روپیہ ملے اس صورت مین بھی لاش سڑ جائیگی اور تعفن اور سڑاند کیوجہ سے دوچار اور کو بھی ساتھ لے جائیگی جنکے لئے پھر بھیک مانگنی یا گورنمنٹ کے پاس امداد کے لئے درخواست کرنی پڑیگی اور دوسرے یہ کہ اگر گورنمنٹ ہر ایک لاش کے لیے دو دو سو روپیہ دینے لگی تو کام چل چکا جبکہ یہی آریہ صاحبان چیختے اور چلاتے ہین کہ ٹیکسون سے رعایا پس گئی ہے تو اس صورت مین نہین معلوم اور کتنے ٹیکس لگانے پڑینگے بلکہ پھر بھی خزانہ کو نقصان ہی ہوگا اور اگر گورنمنٹ ایسا منظور بھی کرے اور اس سے نقصان بھی ہو تو کل کو سکھ اُٹھینگے کہ ہمارے مردہ کے جلانیکے لئے پانسو روپیہ کی حاجت ہے اور پھر سناتن دہرم کہینگے کہ ہمارے مردہ کے لئے ہزار روپیہ کی حاجت ہے اور اس طرح گویا کہ گورنمنٹ کا کام مردہ جلانا ہی رہ جائیگا جو کہ اسکی شان سے بعید ہے اور پھر جنگون کے موقعہ پر یہ قانون کس طرح چل سکیگا کیونکہ وہان تو ایک گھنٹہ مین ہزارون خون ہو جاتے ہین اگر وہان کستوری گھی عود اور صندل جلانے لگے تو لڑائی کے دوسرے اخراجات سے زیادہ تو یہی خرچ پڑ جائیگا اور پھر اسوقت جبکہ سامان وغیرہ کا پہنچانا آگے ہی مشکل ہو جاتا ہے اگر عود اور صندل کے تو بار بھی جانے شروع ہو گئے تو لڑائی مین فتح پا چکے غرضیکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو کہ عمل مین قطعاً نہین آسکتا اور نہ معلوم پنڈت دیانند نے ایسا عقیدہ بیان کرنے مین کیا مصلحت سوچی تھی پھر ایک اور حکم ہے کہ چاہئے کہ ایک با ایمان آریہ چار سو سال کی عمر پا کر مرے اور یہ ایک ایسا حکم ہے کہ جسپر خود پنڈت دیانند بھی عمل نہین کر سکا اور چونکہ پنڈت دیانند نے اسکو ایمان کا معیار مقرر کیا ہے اسلئے ہم نہین کہہ سکتے کہ خود انکی کیا حالت ہوگی کیونکہ انہون نے ایک نیچ آریہ کی عمر بھی نہین پائی جسکی بابت انہون نے خود لکھا ہے کہ دو سو سال کی ہونی چاہیے پس جس تعلیم پر کہ خود معلم عمل نہ کر سکے اسپر دوسرا کب عمل کر سکتا ہے اور اب تک اگر اور کوئی آریہ اس کا ثبوت دیتا تو ہم مان بھی لیتے کہ درحقیقت ایسا دنیا مین ہوتا ہے مگر اسوقت تک تاریخ یہ بتاتی ہے اسوقت تک ہمین کوئی ایسا آدمی نہین

معلوم ہوتا جس نے آریون کے اصول پر عمل کرکے چارسو یا کم سےکم دوسو سال کی عمر بھی پائی ہو بس ان باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے زبانی جمع خرچ کے آریون کے پاس اور کچھہ نہین ہے وہ مسائل جن پر صرف ایمان لانے کی ضرورت ہی مثلاً روح اور مادہ کا خدا کی طرح ازلی ہونا اور تناسخ وہ تو ایسے لغو ہین کہ دہریہ مین اور آریون مین کوئی فرق نہین رہتا اور وہ مسائل جنپر عمل کرنیکا آریونکو حکم دیا گیا ہے ایسے بودے ہین اور انپر عمل کرنا اسقدر مشکل بلکہ ناممکن ہی کہ خود آریہ مت کا بانی اور اسکے چیلے بھی اسپر عمل نہین کرسکے جیساکہ نیوگ اور مردہ کے جلانیکے قواعد اور پھر چارسو سال کی عمر کا پانا غرضیکہ یہ مذہب سر سے پیر تک ایسی ہی باتون سے بھرا ہوا ہے اور نہ معلوم ان لوگون مین باوجود اسقدر نقایص ہونیکے دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی جرأت کیونکر پیدا ہوئی اور خاصکر اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب پر بے بنیاد تہمتین لگانیکا خیال انکے دلونمین کیون کر سمایا۔ . . . . حالانکہ انکو چاہئے تھا کہ خود اپنے مذہب مین اسقدر نقایص اور غلطیان دیکھکر کسی اور مذہب کی طرف رجوع کرتے اور جسطرح ہوتا کوشش اور سعی سے آخر اس بات کو دریافت کرلیتے کہ کونسا مذہب سچا ہے اور اسصورت مین امید قوی تھی کہ خدا تعالیٰ جو کہ رحیم و کریم ہے آخر ان لوگونکو ہدایت دیتا اور گمراہی سے بچاتا اور اس اندھیرے سے جسمین کہ یہ کھڑے ہوئے سرگردان و پریشان ہو رہے ہین نکالکر کسی روشن جگہ کھڑا کرتا یا کم سے کم اگر ان لوگون مین اسقدر ہمت اور دلیری نہ تھی کہ یہ سچا مذہب اختیار کرتے تو خود ہی خاموش بیٹھتے اور بلاوجہ لوگون کا دل نہ دکھاتے اور بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام پر تہمتین نہ لگاتے اور گالیون سے باز رہتے مگر انہون نے ایسا نہیں کیا اور شوخی کا پہلو اختیار کیا اور حلم اور انکسار کو چھوڑ دیا کیا انہون نے کسی آئندہ حساب کتاب کا گمان نہین کیا بلکہ سوچا کہ جو کچھہ ہی اسی دنیا مین ہے جیساکہ ہم ثابت کرچکے ہین کہ ان کے عقیدون سے پایا جاتا ہے گالیان دینا اور بزرگون کو بری طرح یاد کرنا تو انکے خمیر مین ہے یہانتک کہ انکے بعض پرجوش ممبرون نے ایسی کتابین لکھی ہین کہ جن سے سوائے حق پوشی اور مسلمانون کا دل دکھانیکے اور کوئی مطلب نہین اور ان کتابون مین ہمارے نبی کریم کو ایسی سخت الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کہ سنکر بھی دل کباب ہو جاتا ہے اور

معاً خیال آتا ہے کہ مہ نور می فشاند و سگ بانگ مے زند اور دل مین ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان لوگون کو دندان شکن جواب دیا جائے اور انکے گندہ اور ناقابل عمل عقاید کو خوب کھولکر انکے سامنے رکھدیا جائے اور پھران سے پوچھا جائے کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے کہ اسپر کوئی شریف آدمی عمل کر سکے مگر پھر خیال آتا ہے کہ اس تعلیم کو اچھی طرح سے کھولکر رکھدینا بھی ایک سخت مشکل کام ہے اسلئے نہیں کہ وہ ایک مضبوط دیوار مین ہے اور اسپر حملہ کرنا دشوار ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اسقدر گندی اور فحش ہے کہ دنیا اسکو حیا کے مارے دیکھہ نہین سکیگی اور شریف آدمی اسکو پڑھکر غیرت سے کانپ اٹھیگا کہ کیا یہ تعلیم ہے جو کہ آریہ صاحبان دنیا مین پھیلاتے ہین اور جسکو یہ لوگ عالمگیر اصول قرار دیتے ہین اسلئے ہم نے دو تین باتین انکی بیان کر دی ہین تاکہ یہ خیال نہ کرین کہ ہمارے مذہب کے قلعہ کو کوئی توڑ نہین سکتا اور خدا کے فضل سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہی کہ آریون کا خدا اس قابل نہین کہ اس سے کوئی طالب حق محبت کر سکے نہ تو اس نے ہمکو پیدا کیا ہے اور نہ ہمکو مٹا سکتا ہے نہ وہ رحیم ہے اور نہ ہی وہ ہمکو نجات دیسکتا ہے پس اس مین کسی قسم کا بھی حسن نہین جسکی وجہ سے ہم اس سے محبت کرین تعلیم وہ ہے جو کہ ناقابل عملدرآمد ہے۔ عقیدہ وہ ہے کہ انسان جو ایک منٹ کے لئے بھی اپنے ذہن مین نہین رکھ سکتا اور خود اس تعلیم پر چلنے والون اور ایسا عقیدہ رکھنے والون کا نمونہ اسقدر برا ہے کہ رہی سہی امید بھی منقطع ہو جاتی ہے سلئے ہم اسلام پر ایک مختصر نظر ڈالتے ہین کہ کیا یہ مذہب بھی باقی تمام مذہبون کی طرح انسانی دست برد کے نیچے آچکا ہی یا نہین اور کیا اسمین بھی ایسی کمزوریان ہین جن پر کہ دشمن کے ہاتھ پڑسکتے ہین مگر اسکے پہلے کہ مین اسلام کی دوسری باتون پر نظر ڈالون اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہون کہ اسلام نے جو دوسرے مذاہب کی نسبت اپنی رائے بیان کی ہے وہ یہ ہی کہ خدا تعالیٰ نے تمام ملکون اور قومون کے لئے انہین کی حالات کے مطابق رسول بھیجے اور انکو ہدایت کی اور وہ باتین بتائین جن سے کہ وہ اسکو یعنی خدا کو پالین اور یہ کہ خدا کی سنت رہی ہے اور اسنے ہر زمانہ مین انسانون کے لئے ایک ایسی تعلیم مقرر کی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے عادات و اطوار کو خدا کے منشا کے مطابق کرین اور جب ایک قوم نے بوجہ کسل سستی اور عیش و آرام کے زیادہ ہو جانیکے خدا تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی تو اس نے پھر دوبارہ ایسے نبی مقرر کئے جو کہ بندون کی اصلاح کرین اور انکو پھر اپنے اصل مقام پر لا کھڑا کرین اب اسلام ہمکو بتاتا ہے کہ

کسی قوم پر تب تک عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا جب تک کہ انہیں رسول نہ پیدا کیا جائے جو کہ اُنپر خدا کی حجت کو قایم کرے اور جبتک کہ وہ دلائل عقلی و نقلی سے اور معجزات والہامات الٰہی سے انپر انکی غلطیوں کو ثابت نہ کردے اور خدا سے ملنے کی راہ کو ان پر آشکارا نہ کردے لوگ مستوجب سزا نہیں ہوتے اسلام ہمکو بتاتا ہے کہ مجھہ سے پہلے بہت سی اور مذہب گزرے ہین جو کہ خدا کی طرف سے ہوئے ہین اور جو مختلف قوموں اور زمانوں کے لئے رہنما تھے اور اسی وجہ سے ہمارا ایمان ہے کہ عیسائی یہود اور ہنود وغیرہ مذاہب اصل مین سچے تھے اور امتداد زمانہ سے مسخ ہوکر انکی شکلین بدل گیئن اور یہ قرآن شریف کے شروع ہی مین سورۃ الحمد سے بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ہے الحمد للہ رب العالمین ترجمہ سب تعریفین ہین اسکے لئے جو کہ تمام جہانون کا رب ہے اب دیکھنا چاہئے کہ رب کے کیا معنے ہین رب کے معنے ہین وہ ذات جو کہ ایک چھوٹی چیز کو رفتہ رفتہ نشوونما دیکر بڑا کرے اور یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ وہ ایک نطفہ سے انسان بناتا ہے اور رفتہ رفتہ انسان کی حالت اور عمر کے لحاظ سے سامان مہیا کرکے اسکو ترقی بخشتا ہے یا ایک دانہ کو جب کہ وہ زمین کے اندر پڑا ہوا ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ انسان کے پیرون تلے کچلا جاکر تباہ نہ ہوجائے یا کسی جانور کی خوراک نہ بنے اگاتا ہے اور جب کہ ذرہ سی سبزی دانہ کے باہر نکلتی ہے اسوقت بھی وہ نہایت نازک ہوتا ہے اور اسکے ٹوٹنے یا تباہ ہوجانیکا خطرہ ہوتا ہے پس خدا تعالیٰ وہان سے بھی اسکو بچاتا ہے اور اسکو غذا دیکر اور بھی بڑا کرتا ہے یہانتک کہ وہ بڑا ہوتے ہوتے آخر خود دانے نکالتا ہے اور کئی بالین ایسی نکلتی ہین جنمین کہ سینکڑون دانے ہوتی ہین غرضیکہ ہر ایک چیز کی ربوبیت کرکے اور اسکے مناسب حال غذا دیکر خدا تعالیٰ بڑا کرتا ہے اور اسی لئے اسکا نام رب ہے پس آیت شریف میں ہے کہ سب تعریفین ہین اسکے لئے جو کہ سب جہانون کا رب ہے۔ اب ربوبیت کی بھی دو قسمین ہین ایک تو ربوبیت جسمانی اور ایک روحانی کیونکہ انسان دو چیزون سے مرکب ہے ایک نفس سے جسکو عوام الناس روح کہتے ہین اور اسی لئے روح کے نام سے ہی مشہور ہے لیکن قرآن شریف روح کے معنے کلام کرتا ہے اور دوسری چیز جس سے کہ انسان مرکب ہے وہ جسم ہے پس ان دونون کیلئے مختلف قسم کی ربوبیت کی ضرورت ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی ربوبیت کرتا ہے

اور ہر ایک کو کرتا ہے پس اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف اس موجودہ مذہب اسلام سے ہی دنیا کی ربوبیت نہیں کی بلکہ روحانی الوہیت اس سے پہلے بھی وہ کرتا رہا ہے اور مختلف قوموں اور ملکوں میں اسکی طرف سے روحانی طبیب مقرر ہوتے رہے ہیں اسجگہ موجودہ مذہب اسلام کا لفظ جو کہ میں نے استعمال کیا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ ایک اسلام تو یہ ہے جو کہ نبی کریمؐ کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوا مگر اس سے پہلے جو مذہب ہوتے رہے ہیں وہ بھی اسلام کے ہی مطابق تھے اور خدا تعالیٰ نے انکا نام بھی اسلام ہی رکھا ہے فرق یہ ہے کہ وہ مکمل نہیں تھی اور موجودہ مذہب اسلام ہر پہلو سے مکمل ہے غرضیکہ ربوبیت تو خدا پہلے بھی کرتا تھا مگر اسوقت یہ فرق تھا کہ وہ خاص قوموں اور خاص ملکوں اور مقررہ وقتوں کے لئے ہوتی تھی اور وہ قواعد روحانی ربوبیت کے جو کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کئے تھے وہ ایک مدت کی بعد کچھ تو لوگ بگاڑ دیتے تھے اور کچھ زمانہ کی حالت کی وجہ سے بدلا دئے جاتے تھے اور اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ یہ تمام قومیں جو اسوقت گمراہی میں پڑ رہی ہیں کسی وقت خدا کے کلام سے مستفیض ہو چکی ہیں اور بوجہ سستی اور غفلت کے جو کہ انہوں نے خدا کے حکم سے ظاہر کی یہ اس سے دور جا پڑی اور اس درخت کی طرح ہو گئیں جو کہ پانی سے دور ہو اور کچھ عرصہ کے بعد بالکل سوکھ جائے اور یہ کل مذاہب کے برخلاف عقیدہ ہے یعنی ہندو عیسائی یہود اور آریہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ سوائے انکے کسی اور کو ہدایت ہوئی اور انکے خیال میں انکے اپنے بزرگوں کے سوا کسیکو کلام الٰہی سے حصہ نہیں ملا حالانکہ یہ صریح ظلم ہے اور زیادتی ہے کہ ایک تو خوب سیر کیا جائے اور دوسرا خواہ بھوک اور پیاس کے مارے تباہ ہو جائے روٹی کے ایک لقمہ یا پانی کے ایک گھونٹ سے بھی محروم رکھا جائے اور چونکہ ہم اسکو ہندوؤں اور یہودیوں کے حصہ میں اچھی طرح لکھ آئے ہیں اسلئے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں غرضیکہ وہ ظلم جو کہ اور مذاہب نے جائز رکھا ہے اسکو اسلام نے مٹا دیا ہے اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں انسانی نسل رہتی ہے خدا نے اپنی طرف رہنمائی کرنیکے لئے سامان مہیا کر دیا ہے اور اپنے بندوں کی کمزوری پر ہر جگہ رحم کیا ہے اور یہ بات عقل کے برخلاف ہے کہ خدا نے جسمانی ربوبیت کا سامان تو تمام دنیا کے لئے مہیا کر دیا لیکن روحانی الوہیت کا بالکل خیال ہی نہیں کیا اور سوائے ایک قوم کے سب کو اس سے محروم رکھا اور اسی لئے خدا تعالیٰ اپنے کلام کے شروع ہی میں اسبات کی تردید کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں ہر قسم کی ربوبیت ہر

جہان کے لوگون کی کرتا ہون اور یہ جو افترا باندھا گیا ہے کہ مین کسی اور کی ربوبیت نہین کرتا بلکہ صرف ایک قوم کا ہی متکفل ہون بالکل غلط ہے بلکہ مین تو تمام جہانون کا ربوبیت کرنے والا ہون اب خواہ وہ ربوبیت جسمانی ہو اور خواہ روحانی اسجگہ مخالف ایک اعتراض کر سکتا ہے کہ جب اسلام نے بھی سنجات اسلام پر ہی منحصر رکھی ہے تو ربوبیت تمام جہان کی کہان گئی مگر اسکا جواب صاف ہے کہ گو خدا تعالیٰ نے آیندہ کے لئے اسلام پر ہی سنجات کا دار و مدار رکھا ہے مگر پھر بھی یہ اعتراض نہین پڑ سکتا کیونکہ خدا نے شریعت کا دروازہ بند کیا ہے اور وہ بھی اسلئے کہ شریعت کامل ہو گئی ہے ورنہ الہام الٰہی کا دروازہ تو بالکل کھلا ہے اور یہ جو شخص کہ جایز طریقہ سے اسکا فایدہ اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے یعنی اسلام مین داخل ہو کر اور نبی کریم کی سنت کی اطباع کر کے ایک شخص خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کر سکتا ہے حالانکہ دوسرے مذاہب کا خیال ہے کہ سوائے ان لوگون کے جو کہ انکے آبا و اجداد تھے اور کسیکو یہ درجہ نصیب نہین ہوا پس انکین تو ربوبیت کا دروازہ غیر مذاہب والون پر بلکہ خود ان پر بھی بند ہے اور اسلام مین یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور اب بھی ہم مین ایک ایسا شخص موجود ہے جس سے کہ خدا کلام کرتا ہے اور اپنی پاک آواز اسکو سناتا ہے اور اسکے سبب سے اور لوگ بھی اسکے غلامون مین سے ایسے موجود ہین جو کہ الہام الٰہی سے مستفیض ہین اور اسکے کلام کی سچائی آتھم کی وجہ سے عیسائیون اور یہودیون پر اور لیکھرام کی وجہ سے آریون اور سناتن پر ثابت ہے اور اب اگر وہ نہ مانین تو اسمین نہ تو اس خدا کے بندہ کا کچھ قصور ہے اور نہ خدا کا ہی ظلم ہے انپر حجتین قایم ہو چکی ہین اور عذاب الٰہی کا دروازہ کھل رہا ہے اور کھلنے والا ہے چونکہ اسجگہ مین نے آتھم اور لیکھرام کا نام لیا ہے اسلئے اسکی بابت کچھ لکھدینا ضروری سمجھتا ہون آتھم ایک عیسائی تھا جسکی سرشت مین گالیان دینا اور مسلمانون کا دل دکھانا بھرا ہوا تھا اور اس نے ایک موقع پر نعوذ باللہ دجال کا لفظ نبی کریم کے لئے استعمال کیا جسپر حضرت **مسیح موعود** نے اسکو مباہلہ کے لئے بلایا اور اسکے لئے پیشگوئی کی کہ اگر رجوع الی الحق نہ کیا تو تجھپر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تو پندرہ ماہ کے اندر اس دنیا سے اٹھا لیا جائیگا اسلئے کہ تو نے نبی کریم کے لئے دجال کا لفظ استعمال کیا ہے مگر اس نے یہ سنتے ہی اپنے کانون پر ہاتھ رکھا اور اس لفظ کے کہنے سے مکر گیا اور پیشگوئی کا رعب اسکے دلپر ایسا پڑا کہ وہ اس عرصہ

بین بھاگتا پھرا اور اپنے دوستون کو کہتا تھا کہ مجھ پر تین دفعہ حملہ کیا گیا ہے ایک دفعہ تو ایک پڑھے ہوئے سانپ نے مجھپر حملہ کیا اور دو دفعہ مصلح سپاہیون نے مگر ناظرین پڑھے ہوئے سانپ کی حقیقت خوب سمجھ سکتے ہین اور گورنمنٹ انگریزی کی عملداری مین مصلح آدمیون کا حملہ کرنا بھی سمجھ مین آسکتا ہے جبکہ ہتھیار رکھنے کی قطعاً ممانعت ہے اور پھر دن کے وقت اور لدھیانہ جیسے شہر مین جہانکہ اسکا داماد ایک معزز عہدہ پر نوکر تھا۔ پس یہ باتین صاف ظاہر کرتی ہین کہ وہ پیشگوئی سے اسقدر خائف تھا کہ اسکی قوت متخیلہ نے اسکے سامنے ایسے نظارہ پیش کئے اور یہی اسکے ڈرنے کی علامات تھین جسکی وجہ سے وہ میعاد کے اندر مرنیسے بچ گیا مگر چونکہ اس نے میعاد کے بعد یہ تہمتین لگائین کہ مجھپر حملہ کئے گئے اور مجھکو مارنے کی فکر کی گئی اور حق کو چھپانا چاہا اسلئے اسکو قسم کے لئے بلایا گیا اور کہا گیا کہ اگر تو اپنے دل مین خائف نہین ہوا اور پیشگوئی کا رعب تیرے دل پر نہین چھا رہا تھا تو تو آکر قسم کھا جسکے جواب مین عیسائیون نے کہا کہ ہمارے مذہب مین قسم کھانا منع ہے حالانکہ پولس رسول نے قسم کھائی ہے اور یہ صرف ایک ڈھکوسلا تھا اور اسکی سزا مین یہ ہوا کہ آتھم پھر پندرہ مہینے کی میعاد مین مر گیا اور اس سے پہلے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ چونکہ اسنے حق پوشی کی ہے اسلئے یہ اب بھی سزا سے بچ نہین سکتا اور یہ صاف بات ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرتا اور دل مین خائف نہ ہوتا جیسا کہ خود اسنے روتے ہوئے اپنے دوستون کے سامنے اسکا اقرار کیا تو پیشگوئی ایک طرح سے لغو ہو جاتی کیونکہ خدا نے یہ کیون شرط لگا دی جبکہ اس نے توبہ ہی نہین کرلی تھی تو چاہیے تھا کہ خدا صاف ظاہر کرتا کہ اس میعاد مین یہ مر جائیگا مگر چونکہ اسنے خایف ہونا تھا اس لئے یہ شرط لگائی گئی اور اسطرح دو پیشگوئیان پوری ہوئین ایک تو وہ خایف ہوا اور دوسرے جلدی مر بھی گیا جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا کہ یہ اگر قسم نہ کھائیگا تو سزا پائیگا اور اس طرح اسکی موت سے نہ صرف عیسائیون پر ہی حجت پوری ہوئی بلکہ یہودیون پر کیونکہ انکا اصل ایک ہی ہے اور دونون ایک ہی شریعت پر عملدرآمد کرنیوالے اپنے آپکو ظاہر کرتے ہین گو عمل نہ کرین اور اب مین دوسری پیشگوئی کا بیان کرتا ہون یعنے وہ جو لیکھرام کی نسبت .... کی گئی تھی یہ پیشگوئی اسطرح ہوئی ہے کہ لیکھرام جو کہ آریون کا ایک زبردست چلتا پرزا تھا جب اسلام کو برا بھلا

کہنے مین حد سے زیادہ گزر گیا اور نبی کریم کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کرنے لگا۔ تو اسوقت مخالفت کے جوش مین حضرت مسیح موعود کو بھی کہا کہ اگر تمہارا خدا سچا ہے اور تمکو اپنی کلام سے مستفیض کرتا ہے تو میری نسبت کوئی عذاب کی پیشگوئی کرو اور چونکہ اس شخص کے کلام سے اور تحریر سے مسلمانون کے دلون کو سخت صدمہ ہوا تھا اور ان کے جگر اسکے جھوٹے دعوون اور نبی کریم کو گالیان دینے سے چھد گئے تھے اور کمزور اعتقاد کے مسلمان قریب تھا کہ ڈگمگا جائین کیونکہ ان کو اپنے دین سے اسقدر واقفیت نہین تھی کہ مخالف کو اعتراض کا جواب دیسکین اور اس شخص نے اسلام کی خوبیون کو برائی کے رنگ مین رنگین کر کے ایسی الفاظ مین پیش کیا کہ وہ حیران ہو گئے اور سوائے خاموشی کے کچھ جواب نہ دیسکے اور اس لئے ضروری ہوا کہ اسکے باطل دعوون کو لوگون پر کھولدیا جاے اور اسکی لاف وگزاف کو ظاہر کردیا جائے اور اسی لیے حضرت مسیح موعود نے خدا سے دعا کی اور وہان سے یہ جواب ملا کہ چھ برس کے اندر عید کے دوسرے دن یہ شخص قتل کیا جائیگا چنانچہ یہ پیشگوئی عام طور پر شایع کی گئی اور چونکہ لیکھرام شرارت مین حد سے زیادہ گزرا ہوا تھا اس لئے اسکی واسطے توبہ کا دروازہ بند تھا اور کوئی شرط اس پیشگوئی مین نہ تھی اور قطعی فیصلہ تھا کہ چھ برس کے اندر عید کے دوسرے دن یہ شخص قتل کیا جائیگا اور اس نے بھی اسکو ایک بناوٹی بات سمجھکر ایک پیشگوئی شایع کی کہ مرزا صاحب تین برس کے اندر مر جائینگے۔ مگر اس نے تو دیکھ لیا کہ وہ پیشگوئی غلط ہوئی اور دنیا گواہ ہے کہ بجاے مرزا صاحب کے فوت ہونیکے وہ اب تک زندہ ہین اور ایک بڑی جماعت انکے ماتحت ہو گئی ہے جسکی تعداد کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے مگر اس بات کی تمام دنیا گواہ ہے کہ اس پیشگوئی کے پانچوین سال جبکہ ایک ہی سال پیشگوئی مین باقی رہ گیا تھا عید کے دوسرے دن عصر کیوقت وہ قتل کیا گیا اور قاتل کا ابتک پتہ نہین لگا۔ کہ وہ کون تھا حالانکہ اسکے مکان کے ارد گرد ایک شادی ہو رہی تھی اور دروازہ پر بہت سے لوگ کھڑے ہوے تھے اور پھر وہ قاتل اپنا چھرہ اور تہبند بھی وہین چھوڑ گیا اور ان قرائن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی فرشتہ تھا تمام ہندوستان چھان مارا گیا بڑے بڑے مسلمانون کی تلاشیان لی گئین مگر قتل کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا بعض بیدرد دشمنان اسلام نے مسلمان بچون کو زہر آلود

مٹھائیان کھلا کر مار ڈالا یہانتک کہ بیسیون بچے ملک پنجاب مین اسطرح بیدردی سے ہلاک کیے گئے کہ الامان۔ مگر پنڈت لیکھرام کا خون جو دھبہ آریہ سماج اور کل ویدکے پیروان کے دامن پر لگا گیا وہ نہ ابتک مٹا ہے اور نہ آیندہ مٹیگا گو پنڈت لیکھرام کا خون آریون مین ایک جوش پیدا کر گیا لیکن ساتھ ہی ثابت کر گیا کہ اسلام خدا کی طرف سے ہی اور آریہ سماج اور دوسری ویدک مذاہب محض باطل قصوںکی لڑی ہین اور یہ بھی ثابت کر گیا کہ خدا کا کلام اب بھی اپنے نیک بندون پر نازل ہوتا ہے اور اسکی ربوبیت اب بھی اسلام مین عام ہے اب مین ثابت کر چکا ہون کہ یہ عقیدہ جو اور مذاہب کا ہے کہ سوائے ہماری قوم کے چند افراد کے اور کسی کو الہام نہین ہوا اور وہ بھی اب آیندہ کے لئے بند ہے بالکل غلط ہے اور اسلام مین اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور اسکا ثبوت آجکل کے زمانہ مین بھی موجود ہے جیسا کہ لیکھرام کی اور آتھم کی موت اور یہی ایک خوبی اسلام کی سچائی کی کافی دلیل ہی اور آیندہ اور بحث کی ضرورت نہین گر مین چاہتا ہون کہ حتی الوسع وہ اعتراضات جو غیر قومون پر پڑتے ہین (وہ جو کہ مین پیچھے ذکر کر آیا ہون) ان سے اسلام کو پاک ثابت کرکے دکھلاؤن اور یہ بتلاؤن کہ اسلام تمام خوبیون کا مجموعہ ہے اب مین تناسخ کے مسئلہ کو لیتا ہون جسکو مین ثابت کر آیا ہون کہ یہ ایک لغو مسئلہ ہے اور انصاف کے برخلاف ہی اس مسئلہ کی اسلام نے سخت تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہین گر اسکے ساتھ ہی اسلام ہمکو ایک اور تناسخ بتاتا ہے جو کہ ایسا خوبصورت ہے کہ نہ تو وہ انسانی فطرت کے برخلاف ہی اور نہ ظلم کے لفظ کا اسپر اطلاق ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے انسان کے لئے تین جونین بھگتنی مقرر کی ہین یعنی انسانی حالت کی تین درجہ مقرر کیے ہین ایک تو نفس آمارہ پھر نفس لوامہ اور تیسرے نفس مطمئنہ یہ تین حالتین ہین جن مین سے کہ انسان کو گزرنا پڑتا ہے نفس امارہ تو وہ انسانی حالت ہے جبکہ انسان گناہ کرتا ہے۔ اور بدیون مین گھرا ہوا ہوتا ہے اور نفس لوامہ وہ حالت ہے جبکہ انسان اس درجہ تک ترقی کر جاتا ہے کہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو ساتھ ہی اسکے پھر اس گناہ سے پچھتاتا بھی ہے اور نفس مطمئنہ وہ انسانی حالت ہے جبکہ ایک انسان گناہون کے دائرہ سے نکل کر حالت اطمینان مین ہو جاتا ہے اور اسکو شیطانی حملون اور برے خیالات سے نجات ملجاتی ہے یہ تین حالتین ہین جو کہ انسان پر وارد ہوتی ہین میرا خیال ہے کہ شاید اس مسئلہ سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ ہوگا جس سے

بگڑ کر یہ تناسخ کا مسئلہ نکل آیا اگرچہ ایسا لطیف اور پرمعنے ارشاد سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اگر شاید کوئی اس عقیدہ سے ملتا جلتا عقیدہ ان مذہبوں میں بھی ہو میں یہ نہیں مان سکتا کہ بالکل یہ عقیدہ ان لوگوں میں ہوگا کیونکہ اگر یہ ہوتا تو کبھی ان لوگوں کو یہ غلطی نہ پڑتی اور یہ لوگ کبھی بھی تناسخ کے قائل نہ ہوتے کیونکہ یہ بالکل سیدھا اور سادہ ہی اور پھر انسانی فطرت کے مطابق ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ پہلے مذہب بھی ناقص تھے اور کامل نہ تھے اسلئے اچھی طرح سے انمیں یہ عقیدہ بیان نہیں کیا گیا اور کسی دھوکے کیوجہ سے ہندو وغیرہ تناسخ کے قائل ہوگئے اور میرے اس خیال کی تائید بدھ کا[1] یہ عقیدہ بھی کرتا ہی کہ انسانوں کے چار درجہ ہیں ایک تو وہ جنمیں کہ انسان بار بار تناسخ کے پھیر میں آتا ہے اور دوسرا وہ جنمیں کہ انسان صرف ایکدفعہ جون کے چکر میں آتا ہے اور تیسرا وہ جنمیں ہو کر انسان کبھی نہیں لوٹتا اور چوتھا تیسرے کا کمال ہے۔ یعنی بہت ہی پاک لوگوں کا درجہ اور یہ عقیدہ اظاہر کرتا ہے کہ ان لوگوں میں بھی کچھ ایسی بات تھی جسکو کہ یہ تعلیم کے ناقص ہونے کی وجہ سے اچھی طرح ظاہر نہیں کر سکے اور آخر اسلام نے جو کہ کامل مذہب ہے اسکو انسان پر کھولدیا۔ اور اس محبت کے تعلق کو جو کہ وہ خدا سے رکھتا تھا اس عقیدہ سے اور بھی بڑھا دیا۔ بدھ کے اس مذکورہ بالا عقیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تناسخ سے مراد وہ جونوں کا چکر مراد نہیں جسکے یہ لوگ قائل ہیں کیونکہ جب ایک درجہ ایسا بھی رکھا گیا ہے جس درجہ کا انسان دوبارہ دنیا میں ایک دفعہ ہی آتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ دوبارہ آنا حالی ہے یا بالفاظ دیگر حالت کے تغیر کا نام ہے کیونکہ اگر درحقیقت انسان دنیا میں دوبارہ آئے۔ تو پھر گناہ کریگا کیونکہ اسکو معلوم تو ہے ہی نہیں کہ میں دنیا میں کس گناہ کی سزا میں آیا ہوں پس پھر وہ جونوں کے چکر میں آ جائیگا مگر اس عقیدہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک دفعہ آئیگا زیادہ دفعہ نہیں پس یہ جسمانی تغیر نہیں بلکہ روحانی تغیر ہے یعنی جب اس درجہ پر انسان پہنچ جاتا ہے تو اسکو صرف ایک جون لینی پڑتی ہے اور وہ نفس لوامہ کو چھوڑ کر نفس مطمئنہ کو اختیار کر لیتا ہے مگر صفائی کے ساتھ اور دلائل کے ساتھ اگر بیان کیا ہے تو صرف اسلام نے ہی بیان کیا اور اسلام کو ہی فخر ہے اسبات کا کہ اسنے یہ راز انسانی مدارج کا دنیا پر ظاہر کیا اور وہ علم و معرفت اس عقیدہ میں بھر دی جس سے کہ دوسری مذاہب بالکل کورے تھے اور انمیں اسقدر کمال ہی نہ تھا کہ وہ اسکو دنیا پر ظاہر کر سکیں اور پھر یہ بھی تحقیقاً نہیں کہ آیا اس کے قریب قریب کوئی عقیدہ بھی ان میں تھا کہ نہیں کیونکہ اسپر کوئی تاریخی شہادت

[1] بدھ نے ایک اشٹانگ مارگ مقرر کیا ہی۔ اس کے معنے ہیں کہ آٹھ قسم کی ریاضت روحانی و جسمانی اور یہ عقیدہ اسی اشٹانگ مارگ سے نکلتا ہی۔

نہیں صرف میرا ایسا خیال ہے کہ بودھ کا تناسخ کے متعلق عقیدہ شاید اسکے قریب قریب ہو اور بوجہ تعلیم کے ناقص ہونیکے وہ دوسرے الفاظ اور دوسرے معنون مین استعمال کیا گیا ہو جیسا کہ مین اوپر لکھ آیا ہون بہرحال اسلام نے اس عقیدہ کو ایسے طریق اور ایسے روشن پیرایہ سے بیان کیا ہے کہ انسان کا ایمان تازہ ہوجاتا ہے اب مین اپنے اصل مطلب کی طرف لوٹتا ہون اور وہ یہ کہ اسلام نے ہمکو ایسے عقیدی کے متعلق رہنمائی کی ہے جس سے کہ انسان بہت کچھ روحانی ترقی کر سکتا ہے اور وہ کمزوریان اور نقایص جو کہ انسان مین بوجہ اسکے طبعی خاصہ کے ہوتے ہین اس عقیدہ پر ایمان لانے اور اسکی معارف پر غور کرنے سے خود بخود دور ہوجاتے ہین مین اس مسئلہ کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتا کیونکہ ہمارے امام و مرشد نے جلسہ مہوتسو کے موقعہ پر ایک لیکچر تحریر کیا تھا اور اسمین خوب اچھی طرح اور واضح طور سے اس مسئلہ کو حل کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ یہ مسئلہ سوائے اسلام کے اور کسی نے اسطرح نہین بیان کیا کہ جس سے انسان ہدایت پا سکے اسلئے جو صاحب اسکی نسبت مفصل علم حاصل کرنا چاہین وہ اس لیکچر کو پڑھین اور اب مین خدا تعالیٰ کے متعلق اسلام کا عقیدہ بیان کرتا ہون دیکھنا چاہیے کہ دنیا کا جو مذہب ہے (بشرطیکہ وہ خدا کا قایل ہو) اگرچہ خدا کے کتنے ہی شریک ٹھیراتا ہو مگر آخر توحید کا قایل ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح آخری نقطہ پر پہنچ کر وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خدا ایک ہے اسوقت کے مشہور مذاہب کا ذکر مین پہلے کرچکا ہون انمین سے عیسائیت توحید کی سخت دشمن ہے مگر انمین بھی یہ عقیدہ ہے کہ باپ بیٹا روح القدس تین خدا ہین مگر تین نہین تین نہین ایک خدا ہے اور اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ انہون نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی انکو فطرت کے تقاضے سے مجبور ہوکر کوئی ایسا طریق ایجاد کرنا پڑا ہے جس سے توحید مین خلل نہ آئے پھر ہم دیکھتے ہین کہ ہندو بھی باوجود کروڑون بت ماننے کے اپنے آپ کو ایک ہی خدا کے قایل بتاتے ہین اور یہود اور آریہ بھی توحید کے عقیدہ پر ہی زور دیتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کا عقیدہ انسان کی فطرت کے موافق ہے اور گو کہ امتداد زمانہ سے کسی مذہب مین کتنا ہی شرک ترقی کرجائے مگر پھر بھی اسکے پیرو توحید کو نہین چھوڑتے اور ہم پیچھے ثابت کر آئے ہین کہ توحید ہی درحقیقت سچ ہے اور وہ لوگ جو شرک کرتے ہین غلطی پر ہین اور اب ہم دیکھتے ہین کہ سوائے اسلام کے توحید پر کسی نے زور نہین دیا اور نہ کسی مذہب نے توحید کا ثبوت دیا ہے۔ عیسائی اگر ایک طرف توحید کے قائل ہین

توساتھ ہی تثلیث پر بھی ایمان رکھتے ہیں یہودیوں نے اگرچہ توحید میں کوئی خرابی نہیں پیدا کی لیکن انہوں نے شرک کی بیخکنی بھی نہیں کی اور نہ ہی توحید پر زور دیا ہندو توحید کو ماننے کی ساتھ ساتھ بت پرستی بھی لازم قرار دیتے ہیں اور آریہ جو کہ توحید پر اپنا پورا یقین بتاتے ہیں۔ روح اور مادہ کو ازلی مانکر عملی طور سے اسکا انکار کرتے ہیں یہ فخر صرف اسلام کو ہی ہے کہ وہ خدا کا شریک کسی کو نہیں ٹھیراتا اور شرک کی بیخکنی کرتے ہوئے توحید پر زور دیتا ہے ہاں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ عملی طور سے توحید کو قایم کر بت پرستی سے باز رکھتا اور خدا کی طرح کسی کو ازلی ابدی نہیں قرار دیتا اگرچہ تمام مذاہب نے توحید کو چھوڑ دیا۔ لیکن اسلام کے خدا نے ہر ایک مسلمان کے دل میں اس عقیدہ کو اس طرح داخل کر دیا ہی کہ وہ نکل ہی نہیں سکتا خود خدا تعالیٰ کا نام ہی اسلام میں وہ رکھا گیا ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہو سکتا وہ نام اللہ ہے یعنی تمام نیک صفات خوبیوں اور طاقتوں کا مجموعہ اور یہ نام کسی اور مذہب نے اپنے خدا کو نہیں دیا یہ ایک ایسا پیارا نام ہے جو کہ اس ذات پاک کی تمام خوبیوں اور احسانوں کو انسان کے دل پر کچھ اسطرح نقش کر دیتا ہے کہ اسمیں سے محبت کا ایک تیز شعلہ نکل کر اس دوئی یا شرک کو جلا دیتا ہے جو کہ انسان کے ساتھ ایک خفیہ دشمن کی طرح لگا رہتا ہے اور ایک صلاحیت رکھنے والا انسان اس نام کو اپنی زبان پر لاکر بیچین ہو جاتا اور محبت کے درد کو محسوس کرتا ہے کیونکہ معاً اسکو خدا تعالیٰ کی خوبیاں اور اسکے محاسن کا ایک مختصر نقشہ یاد آتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طاقتوں پر نظر کرتا ہے تو اسکی بڑائی جبروت شوکت اور صولت کو دیکھکر حیرت میں آ جاتا ہی اور دنگ رہجاتا ہے اور جب اپنی کمزوری بے بساطی بیکسی بے بسی پر نظر کرتا ہے تو حیرت تعجب اور دیدبہ محبت کی گداز کردینے والی گرمجوشی میں بدل جاتے ہیں اور سوخت انسان نہیں جانتا کہ میں اس محبت کو کسطرح ظاہر دل اور وہ محبت ایسی زبردست ہوتی ہی کہ انسانی دل اسکو سما نہیں سکتا اور آخر آنسوؤں کے رنگ میں اسکو کسی قدر ٹھنڈا کیا جاتا ہے پھر انسان خدا تعالیٰ کی بزرگی پاکی اور قدوسیت پر نظر کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنی گنہگاری غفلت اور سستی کو جا پکتا ہے تو پھر وہی پہلی حالت اسپر طاری ہوتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس مشت خاک پر یہ احسانات سوائے اس رحیم و کریم ذات کے اور کون کر سکتا ہے اور کسکی طاقت ہے کہ ہماری گناہوں کو بخشنے اور پھر ساتھ اسقدر انعامات کرے کہاں تو الگ رہی اگر ہزار سال تک ہمارا ہر ایک ذرہ ان کو گنے تو بھی

ناممکن ہے کہ گن سکے غرضیکہ اللہ کا نام زبان پر آتے ہی انسان کے دل و دماغ محبت کی زنجیر مین پڑے جاتے ہین اور جتنا اس نام کی وسعت پر غور کرو اتنا ہی اسلام کی سچائی کا یقین دل مین پختہ ہو جاتا ہے اور یہ اسلام کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایک بیّن دلیل ہے کیونکہ کسی اور مذہب نے خدا کی صفات اور طاقتون کا اسطرح بیان نہین کیا تھا اور صرف اسلام نے ہی اس بحر بے کنار کو ایک چھوٹے سے لفظ مین بند کیا ہے کہ اگر اسکی تشریح کی جائے تو خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہونگے ختم ہو جائین تب بھی وہ ختم نہ ہو اور انسان کی طاقت ہی نہین کہ اسکو بیان کر سکے صرف خدا تعالیٰ ہی قادر ہے کہ اپنی صفات اور طاقتونکو بیان کر سکے، اور اُسی کا کام ہے کہ اُس نے ایک اللہ کے لفظ مین سب کچھ بھر دیا۔ اور چونکہ سوائے اسلام کے تمام مذاہب ناقص اور نامکمل تھے اسی لئے اُنمین یہ لفظ نہین پایا جاتا اور ان مین ایسا کوئی لفظ نہین جو کہ اس لفظ کا قائمقام ہو سکے اور اس لئے وہ توحید کے ثابت کرنے مین قاصر رہے مگر اسلام چونکہ کامل اور مکمل مذہب ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اسمین یہ لفظ رکھدیا کہ جس سے شرک کی سخت بیخکنی ہوتی ہے اور وہ شخص جو کہ خدا یا پرمیشور کو اللہ مانتا ہو ممکن ہی نہیں کہ شرک پر یقین رکھے یا بدعتون کو جایز ٹھیرائے پس جیسا کہ اسلام نے ایک ہی لفظ سے شرک کا درخت جڑ سے اکھیڑ دیا اسطرح تمام مذاہب باوجود اپنے تمام دعوون اور لاف و گزاف کے نہین کر سکے پس کیا اسلام نے توحید کو دنیا پر ثابت کیا ہے یا دوسرے مذاہب نے کوئی عقلمند بھی ان کھلے کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے باور نہین کر سکتا کہ غیر مذاہب نے شرک کی اُسقدر بیخکنی کی ہے جسقدر کہ اسلام نے بلکہ اُس کے پاسنگ بھی نہین کی اور ایسے لفظ کا ان مین نہ ہونا ان مذاہب کے نامکمل ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جب خدا کی ہستی کو پوری طرح ظاہر کرنیوالا لفظ بھی ان مین نہین تو وہ اس ہستی کو سمجھ ہی کس طرح سکتے ہین اگر کسی اور زبان مین ایسا لفظ انکے موعود ذہنی پرمیشور یا خدا کے لئے موجود ہی تو اسکو پیش کر کے ہمکو جھوٹا ثابت کریں ناظرین یہ لفظ ایسا وسیع ہے اور خدا کی ہستی کا مفہوم اسطرح بیان کرتا ہے کہ ایسی ہستی مانکر جسکا نام اللہ ہو ہم شرک قطعاً نہین کر سکتے کیونکہ علاوہ ان صفات اور قوتون کے جو کہ اس نام مین ہین اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ہستی جسکا یہ نام ہے اسکا کوئی شریک نہین پس اسلام نے یہ نام بتا کے دنیا پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے جسکا انکار کرنیوالا خدا اور مخلوق دونون کے نزدیک سخت گنہگار رہے اب ہم یہ تو ثابت کر چکے ہین کہ اسلام نے ایک اللہ کے لفظ سی

اسی شرک کی جڑ اکھیڑ دی ہے اور اسکے علاوہ خدا تعالیٰ نے توحید کو مسلمانوں کے دلوں میں کئی طرح بٹھایا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان جب پیدا ہوتا ہے اسکو توحید کا سبق دیا جاتا ہے ایک بچہ کے پیدا ہوتے ساتھ ہی اسکے کان میں آذان کہی جاتی ہے جسمیں کہ صاف طور سے ہے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور اس طرح گویا کہ بچہ کے کان میں اسوقت جبکہ وہ ابھی دنیا میں داخل ہی ہوا ہوتا ہے توحید الٰہی کا کلمہ پھونکا جاتا ہے اور جس طرح جسمانی ترقیات کرنیکے لئے وہ پہلا قدم رکھتا ہے اسی طرح اسکو روحانی ترقیات کی طرف بھی بلایا جاتا ہے اور اسکے کانوں کو ان محبت کے الفاظ سننے کا مشتاق بنایا جاتا ہے جن کا سننا اسکی آیندہ روحانی ترقی کے لئے لازمی امر ہوتا ہے پھر ایک مسلمان کو دن میں کئی دفعہ خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا پڑتا ہے ایک نماز میں ہی بیسیوں دفعہ اللہ کا نام لینا پڑتا ہے جو کہ شرک کا قاتل ہے اور نمازیں دن میں پانچ دفعہ پڑھنی پڑتی ہیں اور پھر ہر ایک نماز کے وقت اذان اور اقامت کہی جاتی ہیں جو کہ خود توحید کی تعلیم دینے والی ہیں پھر ہر شادی اور غمی کے موقع پر اور تعجب و حیرت کے موقعہ پر ہمارے لئے ایسے الفاظ مقرر کئے گئے ہیں جن کی کہ توحید کا مفہوم خوب اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ خوشی کے وقت الحمد للہ کا کلمہ زبان پر لانا جسکے معنی ہیں کہ سب تعریف ہی واسطے اللہ کے اور اس طرح غم کے موقعہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون ط کا کہنا جسکے معنی ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹینگے پھر تعجب و حیرت کے موقع پر سبحان اللہ کہنا یعنی پاک ہے اللہ پس ہمارے ہر کام میں اُٹھتے بیٹھتے توحید کا ذکر ہوتا ہے۔ پھر جب ایک شخص اپنا پہلا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے لگتا ہے اسوقت بھی اس سے یہی کہلوایا جاتا ہے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ ۰ پس ان باتوں پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ہی اس واحد خدا کی طرف سے ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے تب ہی تو اسمیں توحید کا اسقدر لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب نے توحید کو دنیا میں پھیلانیکے لئے کوئی وسائل اختیار نہیں کئے۔ مگر اسلام نے کئے ہیں اور اللہ کا لفظ جو کہ بذات خود شرک کو رد کرنیوالا ہے اسلام نے ہی استعمال کیا ہے اور سوائے عربی کے اور کسی زبان یا مذہب میں اسکا ہم معنے لفظ نہیں پایا جاتا اب چونکہ

ہم اپنے اصل مدعا کو ثابت کر چکے ہین اس لئے دوسری بات کو لیتے ہین یعنی کفارہ کی نسبت اسلام نے ہمکو کیا بتایا ہے۔ یہ بات پیچھے لکھی جا چکی ہے کہ کفارہ پر ہی عیسائیت کی عمارت کی بنیاد ہے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق ہم کافی طور سے لکھ چکے ہین کہ یہ کسی سچے مذہب کا عقیدہ نہین ہو سکتا اور چونکہ ہم نے اسلام کو سچا مذہب قرار دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ دکھایا جاوے کہ اس مذہب مین کفارہ کا عقیدہ باطل سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ قرآن شریف مین جو کہ مسلمانون کی پاک کتاب ہے اور جسپر ایمان لانا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اور جس کے کسی مسئلہ کی نسبت بھی باوجود اس علم کے کہ وہ قرآن شریف مین ہے یہ کہنا کہ ہم اسکو نہین مانتے۔ کفر ہے۔ اسکے متعلق صاف طور سے یہ حکم ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہین اٹھا سکتا اور یہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص کوئی گناہ کرے اور دوسرا اسکو اپنے ذمہ لے لے اور درحقیقت ایسا نہ ہو تو لوگ خدا کا بھی انکار کر بیٹھین اور انکو سخت ابتلا پیش آدین کیونکہ اسطرح مذہب ایک کھیل بنجاتا ہے اور انصاف مین فرق آتا ہے پس اسی لئے خدا تعالیٰ نے اسکو ناجائز ٹھیرایا ہے اور اس بدنما دھبہ سے اسلام کا چہرہ بالکل پاک وصاف ہے اب خدا کے رحمان ہونیکا سوال ہے کہ آیا خدا رحمان ہے یا نہین یاد رکھنا چاہئے کہ صفت رحمانیت کے بہت سے مذہب انکار کرتے ہین مثلاً عیسائی ہنود آریہ وغیرہ اور ان کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ جو کچھ عطا کرتا ہے وہ صرف ہمارے اعمال کے بدلہ مین ہوتا ہے اور کوئی گناہ بخشا نہین جاتا جبتک کہ اسکی سزا نہ مل لے اور اس لئے عیسائیون کو کفارہ کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا ہے یا یہ کہو کہ کفارہ کی تصدیق کے لئے خدا کی رحمانیت کا انکار کیا گیا ہے اور ہنود آریہ اور بدھ مذہب وغیرہ کو خدا کی رحمانیت سے انکار کر کے تناسخ کا بعید از عقل عقیدہ ماننا پڑا ہے کیونکہ ان کو یہ مشکلات پیش آئی ہین کہ چونکہ انسان ضعیف ہے اس لئے وہ گناہون مین پھنسا رہتا ہے اور اگر اسکی سزا مین اسکو دوزخ مین ڈالا جاویگا۔ تو پھر تمام لوگ دوزخ مین ڈالدئے جاوینگے اور اسطرح نجات ناممکن ہو جاویگی پس انہون نے سوچکر یہ تناسخ کا مسئلہ نکالا کہ اس دنیا مین ہی بار بار اپنے گناہون کی سزا ملتی ہے اور ہر ایک گناہ یا ہر ایک نیکی کی وجہ سے انسان بدی یا

اچھی جونون مین ہمیشہ جنم لیتا رہتا ہے مگر اس عقیدہ کو ہم غلط ثابت کر چکے ہین اور یہ بھی بتا چکے ہین کہ اسلام نے صفت رحمانیت کی تائید مین بہت زور دیا ہے اور برخلاف دوسرے مذاہب کے اس صفت کو خدا کے لئے ضروری ٹھیرایا ہی بلکہ قرآن شریف کے شروع ہی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کی زندگی کے لئے یہ صفت لازمی اور ضروری ہے اور بغیر اسکے انسان کی زندگی محال بلکہ ناممکن ہے کیونکہ خدا کی صفت رحمانیت وہ ہے جسکی وجہ سے خدا بغیر کسی کام کے انسان یا دوسری مخلوقات پر رحم کرتا ہے اور انکی ضروریات کو مہیا کرتا ہی پس اگر خدا رحمان نہ ہو تو ایکدم مین انسان ہلاک ہو جائین کیونکہ ہوا پانی وغیرہ جو کہ ہر ایک جاندار کو میسر ہین اسی لئے میسر ہین کہ خدا رحمان ہی اور اگر وہ رحمان نہ ہو تو چاہئے کہ ہوا بند ہو جائے اور پانی خشک ہو جائین اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ پچھلے اعمال کی وجہ سے ہے تو یہ اعتراض ہو گا کہ کیا پچھلے اعمال کی وجہ سے ہر ایک کو ہوا اور پانی ملنے چاہئین کیونکہ کسی نے کم درجہ کے اعمال کئے ہین اور کسی نے بہت عمدہ اور کسی نے گھوڑا بننے کے کام کئے ہین تو کسی نے گدھا بننے کے ہر ایک کے لئے ہوا اور پانی کا مہیا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ یہ اعمال کی وجہ سے نہین بلکہ خدا کی صفت رحمانیت کی وجہ سے ہی کیونکہ دوسری صورت مین ماننا پڑیگا کہ تمام لوگ ایک دو ایسے کام ضرور کر لیتے ہین کہ اگلی جون مین ہوا اور پانی انکو میسر ہو جائے مگر جبکہ یہ تو معلوم ہی نہین کہ یہ چیزین کس نیکی کے بدلہ مین ملتی ہین تو انسان ایسے کام کیونکر کرتا ہے اور کس طرح کر سکتا ہی پس ہر ایک جاندار کیلئے پانی اور ہوا کا مہیا ہونا خدا کی رحمانیت اور تناسخ کے ابطال پر دلالت کرتا ہی اور پھر ایک اور بات بھی ہی کہ انسان کو دوسرے جانورون پر فوقیت دینا اور گدھے کو سور کی نسبت اچھا جاننا جو ہی یہ بھی تو خدا کی رحمانیت کا ثبوت ہے جبکہ تناسخ کے ماننے والے صاحب یہ کہتے ہین کہ اچھے اعمال کرنیوالا انسان بنتا ہے اور برے اعمال کرنیوالا حیوان تو اسطرح گویا کہ وہ انسان کی فضیلت دوسرون پر بتاتے ہین اور یہ فضیلت سوائے رحمانیت کے ہو نہین سکتی اور اس بات کو ماننے پر کہ انسان کو دوسرے جانورون پر فضیلت ہے۔ یہ سوال ہو گا کہ خدا نے انسان کو دوسرے جانورون پر فضیلت کیون دی اور اس کا جواب ہو گا کہ رحمانیت کی وجہ سے پس اسلام ہمکو یہی بتاتا ہے کہ خدا رحمان ہی اور بڑا احسان ہے اسنے ہمارے لئے وہ تمام چیزین جو کہ ضروری تھین بغیر ہمارے کسی کام کے مہیا کی ہین اور چونکہ ہم ضعیف مخلوق ہین اسلئے وہ ہمارے گناہون کو معاف بھی کر دیتا ہی اور اسی وجہ سے ہمارا دل ہر وقت

اسکی طرف جھکتا ہی اور محبت کرنیکے لئے یہ ضروری ہے کہ محبوب محبت کرنیوالے کی خطائین اور کوتاہیان معاف کرے اور اسکی غلطیون سے درگذر کرے پس اگر خدا ایسا نہ کرتا تو محبت قایم ہو ہی نہین سکتی تھی جب ایک انسان خدا تعالیٰ کے بیشمار احسانات اور انعامات کو دیکھتا ہے تو خود بخود اسکی طرف جھکتا ہے اور اسکا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ تمام رکاوٹون کو دور کرکے کسی طرح اُس محبوب سے جا ملون جو کہ میری محبت کا بدلہ دیسکتا ہی اور ایسا خدا صرف اسلام کا خدا ہے وہ رحمان ہے رحیم ہے علیم وخبیر ہی اور تمام مخلوقات کا خالق ہے اور یہ تمام باتین محبت کے تعلق کو بڑھانیوالی ہے چونکہ وہ خالق ہے اسلئے سب مخلوقات عالم فطرتاً اسکی طرف جھکتی ہے اور اس کے مخلوق ہونیکی وجہ سے ہر ایک ذرہ ذرہ اسکی حمد وثنا مین لگا رہتا ہے اور چونکہ وہ رحمان ورحیم ہے اس لئے اُسکے احسانات کو دیکھکر کوئی ذی روح نہین جو کہ سجدہ مین نہ گر جائے اور اسکے خیال مین ایسا محو نہ ہو جائے۔ کہ گویا اپنے آپکو بھول ہی جائے (بشرطیکہ طبع سلیم رکھتا ہو) اور چونکہ وہ علیم وخبیر ہے اس لئے ہر ایک محبت کرنیوالا دل اسکی اس صفت سے تسلی پکڑتا ہے اور جانتا ہے کہ میری محبت فضول نہین جائیگی اور چونکہ قادر ہے اسلئے کسی عمل کے ضایع جانیکا انسان کو اندیشہ نہین ہوتا اب ہم دیکھتے ہین کہ کیا اسلام نے دوسری قومون اور مذہبون کو اپنے مین داخل کرنیکا کوئی طریقہ رکھا ہے یا نہین اور اسکے لئے پہلی ہی نظر دوڑانے پر ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مسلمانون مین اسی فیصدی سے زیادہ ہندوؤن اور غیر مذاہب کے آدمی داخل ہین جس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اسلام کا خدا بخیل نہین بلکہ چونکہ وہ خالق ہے اس لئے اسنے اپنی تمام مخلوقات کی رہنمائی کے لئے دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور خود نبی کریم نے اپنی زندگی مین چارون طرف وکیل بھیجے تاکہ تمام دنیا مین اس بات کی تبلیغ ہو جائے کہ خدا کا وعدہ پورا ہو گیا اور وہ جو کہ ہدایت اور مرشد کا طالب ہی فائدہ اٹھائے اور قرآن شریف مین بار بار آتا ہے کہ قرآن شریف تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ہی پس یہ اعتراض جو کہ کئی اور مذاہب پر پڑتا ہے کہ انہین ہدایت کا دروازہ بند رکھا گیا ہے اسلام پر قطعاً نہین پڑتا اور اسوقت ہم ان مذاہب کو بھی جو کہ دوسرے اور لوگون کو اپنی اندر شامل کرنا جایز سمجھتے ہین یہ پوچھتے ہین کہ کیا ان کی کتابون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمام دنیا کے لئے ہین نہین قطعاً نہین کسی کتاب نے بھی ایسا دعویٰ نہین کیا مگر قرآن شریف نے یہ دعویٰ کیا ہے بلکہ دوسری کتابون مین یہ بھی نہین کہ ہماری تعلیم ہر زمانہ کے لئے ہی اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کرے کہ کسی کتاب نے

Digitized by Khilafat Library

یہ دعویٰ کیا ہو کہ مین ہمیشہ کے لئے ہون اور میرے بعد کوئی نبوت اور کتاب کوئی نہین آئیگی اور مین دعویٰ سے کہتا ہون کہ کوئی ایسا ثابت نہین کرسکیگا اور صرف اسلام نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان دو آیتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی جن مین سے پہلے کی نسبت تو خدا تعالیٰ نبی کریم کو فرماتا ہے کہ تو لوگون کو یہ آیت سنا۔ جسکے معنی ہین کہ مین تمام دنیا کی طرف رسول ہو کر آیا ہون اور دوسری مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن مین نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت آخری درجہ تک پہنچا دی یعنی اس دین کے بعد اور کوئی دین نہین آویگا اور اس دین کو کامل کر کے مینے اپنی نعمت کو بہ درجہ کمال پہنچا دی ہے پس یہ وہ دعویٰ ہے جو کسی اور کتاب نے نہین کیا اور غیر مذاہب کا کوئی حق نہین کہ اپنے مذاہب کو کامل اور ہر زمان و مکان کے مناسب حال قرار دین اور ان مذاہب کے پیروان کا ایسا دعویٰ کرنا گویا کہ مدعی سست اور گواہ چست کی مثال اپنے پر صادق کرنا ہے اور وہ دعویٰ ہرگز ہرگز قابل پذیرائی نہین ہوسکتا کیونکہ ان کا کوئی حق نہین کہ برخلاف اپنی کتاب کے ایک نیا عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کرین اور یہ خصوصیت جو کہ اسلام مین ہے اسکا جواب آریہ بھی نہین دیسکتے کیونکہ وید جسکو کہ وہ کامل کتاب مانتے ہین ایسا دعویٰ قطعاً نہین کرتا اور نہ انکی دیگر پرانی مذہبی کتابون مین یہ دعوے ہے پس اسلام نے ہی یہ دعویٰ کیا ہے اور اب مخالفین کو چاہئے کہ ان پر ایمان لائین کیونکہ کامل کتاب کی ضرورت تو انہون نے بھی مانی ہے اور ان کی اپنی کتاب کامل نہین اور ایک قرآن شریف نے ہی یہ دعوے کیا ہے اور اسکے بعد اور کوئی کتاب بھی نہین آئی پس باوجود اسکے پھر اس سے انکار کرنا ضد اور ہٹ دھرمی نہین تو اور کیا ہے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہین کہ تمام دوسرے مذاہب نے ایک مکمل مذہب کی ضرورت تسلیم کی ہے اور انہی الہام کے پیروؤنکو ضرورت پڑی کہ اپنے اپنے مذہب کو کامل کہین مگر وہ مکمل نہین ہوسکتے کیونکہ نہ تو خود انکی کتابون مین یہ دعویٰ ہے اور نہ ہی انکی تعلیم کامل ہے پس ان حالات کے ہوتے ہوئے ہم اسلام کی نسبت ہی یہ کہہ سکتے ہین کہ یہی مذہب ہے جو کہ اپنی تعلیم مین کامل ہے اور جو ہر زمانہ کے لئے مناسب ہے اور جو کہ ایک طالب حق کو تسلی بخشتا ہے جیسا کہ ہمارے امام نے فرمایا ہے۔ کہ

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے + لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہم نے

اب دو باتین رہ گئی ہین کہ جنکا جواب دینا ہمارے ذمہ باقی ہے ایک تو یہ کہ اسلام کی تعلیم کیسی ہے اور دوسرے یہ کہ اسمین الہام کا سلسلہ جاری ہے یا نہین پس پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم جیسی اور کسی مذہب

کی تعلیم نہین کیونکہ اسلام نے تعلیم مین ہر ایک بات کا لحاظ رکھا ہے اور ہمپر دو حقوق فرض رکھی ہین ایک تو حقوق اللہ اور دوسرے حقوق عباد اور یہی دو حقوق ہین کہ جنپر کسی مذہب کا انحصار ہوتا ہے کیونکہ انسان کو اپنی زندگی مین صرف دو تعلقات سے کام پڑتا ہے ایک تو وہ تعلق جو کہ خدا سے ہوتا ہی اور دوسرا وہ جو کہ اسکو دوسری چیزون سے ہوتا ہے اور جس مذہب مین ان دونون تعلقات کی نسبت تعلیم پوری ہو اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا چاہئی اور ہم دیکھتے ہین کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب نے اس تعلیم کو پورا نہین کیا حقوق اللہ کے پورا کرنیکے لئے ہمپر عبادت اور محبت الٰہی فرض کی گئی ہے اور حقوق عباد کے پورا کرنیکے لئے ہمپر حسن اخلاق اور احسان فرض کیا گیا ہے اور وہ تعلقات جو کہ اس دنیاوی زندگی مین بھی پیش آتے ہین انکی نسبت ایسی احکام دئے گئے ہین کہ جن سی نہ تو ہمارے تعلقات مین فرق آوے اور نہ خدا تعالیٰ کی کسی طرح کی نافرمانی ہو اسجگہ حقوق اللہ کا ذکر کرنا مین نہین چاہتا کیونکہ مضمون بہت لمبا ہو جائیگا اور اسکے لکھنے کی ضرورت بھی نہین جسکو ان کے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ شریعت اسلام سے واقفیت حاصل کری مگر مختصراً یہ کہ نماز پڑھو روزہ رکھو زکواۃ دو حج کرو خدا تعالیٰ سی محبت کرو اسکے نبیون سے اخلاص رکھو ملائکہ پر ایمان رکھو زنانہ کرو فسق و فجور سے بچو اور اسی طرح اور بہت سے احکام ہین اور حقوق عباد مین پہلے تو انسان کا حق خود اپنی پر ہوتا ہی اسلیئے اسکے لئے حکم ہی کہ علم سیکھو اور دین کے ساتھ ساتھ اپنی روزی کا خیال بھی رکھو سوال سے پرہیز کرو تا کہ اخلاق پر برا اثر نہ پڑے پھر والدین کے تعلق کی طرف حکم ہے کہ ان کی فرمانبرداری کرو بیوی کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ پھر اولاد کی نسبت ہی کہ انکی اچھی طرح تربیت کرو بھائیون اور بہینون کے لئے حکم ہی کہ ان سے نیک سلوک کرو۔ دوستون سے محبت اور اخلاق برتو ہمسایون کا خیال رکھو مسافرون کو مدد دو غریبون پر رحم کرو قیدیونکو چھڑاؤ بشرطیکہ انکی اصلاح کی امید ہو اور گورنمنٹ کی وفاداری کرو غرضیکہ وہ تعلقات جو ایک بندی کو خدا سے ہونے چاہئین اور وہ جو کہ بندون سے ہونے چاہئین ان سب کو اس خوبی سے بیان کیا ہی کہ ایک بدطینت آدمی بھی اگر انپر عمل کرے تو فرشتہ بنجائے پس یہ ایسی تعلیم ہے کہ اگر صرف اسلام مین یہی ہوتی تو بھی یہ مذہب اس قابل تھا کہ اسکی پیروی کی جاتی اور یہان تو ایک ایسی بڑی خوبی اسمین موجود ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے بھی اسلام کا انکار کرنا نہایت سخت بے شرمی ہی اور وہ خوبی یہ ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح الہام کے سلسلہ پر مہر نہین لگائی بلکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ جو کہ اسکے احکام پر چلے اور نیکی اور تقوی کا بیج اپنے دل مین بوئے اور اخلاص اور محبت کو خدا سے بڑہائے اسکو بلا امتیاز قوم اور بلا خصوصیت ملک ہر ایک زمانہ مین الہام ہو سکتا ہی اور یہ وہ دعویٰ ہی

جسکا مقابلہ اور کوئی مذہب نہین کرسکتا عیسائیت ہی تو وہ الہام سے منکر یہودی مذہب ہی تو وہ الہام کا مخالف۔ ہندو
ہین تو الہام کے ہونیسے بابوس اور آریہ کا تو کہنا ہی کیا ہے وہ تو الہام کو ایک فضول اور لغو بات قرار دیتے ہین مگر
یاد رکھنا چاہئے کہ الہام ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے کہ ہر ایک زمانہ کے لوگون کا دل تسلی پاسکتا ہی اگر کسی زمانہ مین الہام
ہوتا تھا تو آج کیون نہین ہوتا کیا خدا پہلے زمانہ مین بولتا تھا اور اب نہین بولتا کیا وہ کسی زمانہ مین سنتا تھا اور اب
نہین سنتا وہ کیا بات ہے جسکی وجہ سے وہ اب نہین بولتا ایک طالب حق جو کہ دن رات اٹھتے اور بیٹھتے خدا تعالیٰ کی محبت
مین ہی محو رہتا ہو اسکے لئے یہ کیسی کمر توڑ دینے والی بات ہے کہ خدا نے کسی زمانہ مین کلام کیا تھا مگر وہ اب کسی سے کلام
نہین کرسکتا آخر اسکے لئے کوئی وجہ ہونی چاہئے تھی جب بولنا خدا کی صفت ہے تو کیا خدا کی صفات معطل
بھی ہو جایا کرتی ہین۔ اگر معطل ہو جاتی ہین تو خدا قادر مطلق اور ازلی ابدی کیونکر ہوسکتا ہی اگر معطل نہین ہوتین
تو وہ اب کیون نہین بولتا یہ سوال ہین جو کہ ایک محقق کے دماغ مین فوراً گونج اٹھتے ہین جبکہ وہ یہ عقیدہ سنتا ہے۔ اور
اسکا جواب کوئی اور مذہب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہین دیتا مگر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ اسکا دندان شکن جواب
دیتا ہے وہ کہتا ہی کہ جو لوگ سلسلہ الہام کو منقطع خیال کرتے ہین وہ سخت غلطی پر ہین اسلئے یہ سوال ہی لغو ہے خدا
بولتا تھا اور اب بھی بولتا ہی چونکہ یہ اسکی صفت ہی کہ وہ بولتا ہی اسلئے یہ معطل نہین ہوسکتی اور اسلام کا دعویٰ ہی
نہین بلکہ اسکا عملی ثبوت بھی وہ دیتا ہے اور وہ یہ ہی کہ ہر زمانہ مین مسلمانون مین ایسے آدمی موجود رہتے ہیں جو کہ
الہام الٰہی سے مستفیض ہوتے ہین اور ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہی جو کہ الہام کے جھٹلانے والونکی رد مین ایک
زندہ دلیل ہوتا ہی اور اسبات کے ثبوت کے لئے کہ آیا کسی شخص کو واقعی الہام ہوتا ہی یا نہیں خدا تعالیٰ نے یہ علامت
رکھی ہے کہ ایسا شخص غیب کی خبریں بتاتا ہے اور وہ پوری ہوتی ہین مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہر ایک غیب
اسپر ظاہر ہوتا ہے بلکہ میرا مطلب اس سے یہ ہی کہ بعض خبرین غیب کی خدا تعالیٰ پیش از وقت بتاتا ہی تاکہ لوگونکو
اس بات کا ثبوت دے کہ درحقیقت یہ شخص جھوٹا نہین ہی بلکہ میری طرف سے ہی اور اسکا دعویٰ سچا اور بادلیل
ہے مگر چونکہ غیب کی خبرین تو بعض دفعہ نجومی اور جوتشی بھی دیتے ہین اور بعض اوقات دیکھا جاتا ہی کہ ان کی
باتیں پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ ہر موسم میں کچھ نہ کچھ بکتے رہتے ہین آخر کوئی نہ کوئی بات پوری ہونی
ہی ہوئی اور پھر یہ کہ ایک کہتا ہے بارش ہو گی دوسرا کہتا ہے کہ نہیں ہو گی آخر ان دونوں میں سے ایک
کی بات تو پوری ہوگی پس جسکی بات پوری ہو گئی اسکی دھاک بندھ گئی اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے پاک بندون
اور ان دنیا کے کیڑون کے درمیان فرق رکھا ہے ایک تو یہ ہی کہ نجومی کی بات تو کبھی پوری ہوتی ہی اور کبھی نہیں

ہوتی مگر ان لوگون کی پیشگوئیان ہمیشہ پوری ہو کر رہتی ہین ہاں عذاب کی پیشگوئیان بعض دفعہ ٹل جاتی ہیں مگر یہ اسوقت ہوتا ہی جبکہ وہ لوگ جن کی نسبت وہ پیشگوئی ہوئی ہو توبہ کرین اور گناہون سے بچیں اور اپنے پچھلے گناہون کا اقرار کر کے خدا سے عفو مانگین اور اسصورت مین ان کی سچائی اور بھی صفائی سے ظاہر ہوتی ہی دوسرا یہ فرق ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی پیشگوئیان اپنے اندر ایک خدائی جلال رکھتی ہین جن کے پورا ہونیسے انکی برائی اور ان کے مخالفوں کی ذلت ہوتی ہی پھر ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ظہور کیوقت لوگ خواہ مخواہ ان کی مخالفت کرتے ہین حالانکہ نجومیوں کی مخالفت کوئی نہیں کرتا اور ان کے ساتھ مخالفت کیکا نتیجہ آخر یہ ہوتا ہے کہ دشمن ہلاک ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑی انکی سچائی کی دلیل نصرت الٰہی ہوتی ہی یعنی دعاؤں کا قبول ہونا دوستوں کی تعداد اور فرمانبردارونکی جماعت کا بڑھنا دشمنوں کا پے درپے ہلاک ہونا اور زمینی اور آسمانی شہادتوں کا جمع ہونا غرضیکہ یہ ایسی نشان ہیں کہ عقلمند آدمی ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جبکہ وہ ایسا زمانہ دیکھے وہ آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہی کہ آیا مدعی جھوٹا ہے یا سچا اور اسکو خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہی یا القای شیطانی ہوتا ہی جیسا کہ ابوبکر رضؓ نے نبی کریم کا دعوی سنتے ہی قبول کیا اور فراست سے سمجھ لیا کہ یہ شخص جھوٹا نہین ہو سکتا اور اس زمانہ میں مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کو فوراً پہچان لیا اور ایمان لائے کہ یہ شخص کاذب نہین اور اسکا بدلہ ان لوگوں کو یہ ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک باقی لوگوں کی نسبت زیادہ مقرب ہو جاتے ہیں مگر باوجود آسان ہونیکے ایسے لوگوں کا پہچاننا مشکل بھی ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ مومن اور منافق میں فرق کرنیکے لئے لوگوں کو ابتلاء بھی ڈالتا رہتا ہی پس بڑا ہی دلیر ہوتا ہے وہ انسان جو کہ باوجود ابتلاؤن کے ایسے شخص کو قبول کرتا ہی اور آفات و مشکلات زمانہ سے بالکل بیخوف و خطر رہتا ہی اب مین اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہون کہ اسلام میں ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہین جو کہ وحی الٰہی سے خود بھی مستفیض ہوتے ہیں اور ان کی بدولت دوسروں کو بھی الہام ہو جاتے ہین اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لوگ ان کی تصدیق کرین اور الہام پر یقین کرین کہ یہ بھی کچھ چیز ہے اور عام لوگوں کو بھی ان کے زمانہ میں سچی خوابیں آتی رہتی ہین۔ تاکہ وہ بھی الہام کے وجود میں شک نہ لائیں پس کیا ایسا مذہب قابل قدر ہے جو کہ خدا سے ہمکلام کروا کر انسان کی تسلی کرتا ہی یا وہ جس میں ہمیشہ کے لئے مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بند کیا گیا ہے آریہ لوگ اپنی شوخی کی وجہ سے یہ اعتراض کیا کرتے ہین کہ کیا خدا بھی کبھی خوش ہو کر اپنے بندون سے

ملاقات کرتا ہی مگر ان دریدہ دہن مخالفون کو اُسوقت یہ بات بھول جاتی ہے کہ پرمیشور بھی ایک زمانہ مین رشیونکے ساتھ ملاقاتین کیا کرتا تھا اگر وہ کوئی عیب کی بات نہیں تو یہ بھی نہیں مین افسوس کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو قطعاً خیال نہیں آتا کہ ایک مردہ اور زندہ کا کیا مقابلہ ہوسکتا ہی یا ایک اندھے یا سوجاکھے کا کیا جوڑ ہے اگر دوسرے مذہب مردہ ہین تو اسلام زندہ ہے کیونکہ وہ اس زندگی کے پانی سی محروم ہین جو کہ وحی کے رنگ مین اسلام مین ہردم تازہ روح پھونکتا ہی اور دوسری مذاہب اگر اندھے ہین تو اسلام سوجاکھا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب کی روحانی آنکھیں وحی کی روشنی سے محروم ہین اور اسلام کی آنکھوں مین دن رات وحی والہام کی روشنی کا سرمہ ڈالا جاتا ہے اگر انسان غور کرے تو یہ بات سمجھ مین آنی کچھ مشکل نہیں ہی کہ وحی کے بغیر محبت کامل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کیا ثبوت ہے کہ خدا قادر ہے اور وہ سنتا بھی ہی اور دیکھتا بھی ہے جبکہ ہمکو کوئی جواب ہی نہین ملتا تو ہمارے پاس اسکی ہونے نہ ہونیکی کیا دلیل ہے اور جبکہ ہمکو اسکے وجود کا یقین نہین تو اُس سے ہماری محبت کامل کیونکر ہوسکتی ہے پس محبت کے کامل ہونیکے لئے الہام کی سخت ضرورت ہی اور یہ زندہ ثبوت اسلام کے پاس ایسا موجود ہی جسکی مقابلہ مین دوسری مذہب کچھ بھی نہین پیش کر سکتے اگر غور کیا جائے تو وحی ایک پانی کے چشمہ کی طرح ہی اور مذاہب درختوں کی طرح پس اسلام تو وہ درخت ہی جو کہ عین چشمہ مین کھڑا ہے اور جسکی جڑونمین ہر وقت پانی جذب ہوتا رہتا ہی جس کی وجہ سے وہ درخت تازہ اور سرسبز رہتا ہی اسکی ٹہنیان نرم پتے سبز پھول خوشبودار اور پھل شیرین اور تازہ ہین مگر دوسرے مذاہب اس درخت کی طرح ہین جو کہ پانی کی بہت ضرورت رکھتا ہو اور خشکی سے اسکی چھال گر رہی ہو اور جس کے اردگرد کوسون تک پانی کا نام و نشان نہ ہو اور جسکے پتے گر گئے ہون پھل کبھی لگا ہی نہ ہو پس کیا وہ درخت جو کہ چشمہ مین ہے نفع رسان ہے یا وہ جو کہ خشک کھڑا ہی۔ سبز درخت سے تو بہت سی فائدہ اٹھائے جاسکتے ہین مگر اس خشک درخت سی سوائے ایندھن کے اور کیا کام لیا جاسکتا ہے اب مین اپنی مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہون کیونکہ مین نے ثابت کیا ہے۔ کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہین ہین کہ ان سے محبت کی جاوے اور انکی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ انسان اُسپر عملدرآمد نہین کر سکتا مگر ساتھ ہی یہ بھی ثابت کر چکا ہون کہ اسلام پر کوئی اعتراض نہین پڑتا اور اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہی اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام مین یہ بتائی ہی کہ اسمین محبت کرنیوالے کو بالکل صاف

جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اسکے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنیوالے کی دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اور بھی چمک اٹھتی ہے۔ اور انسان کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اور بھی قریب ہو جاؤں اور اسطرح بڑھتے بڑھتے وہ یہانتک نزدیک ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسکی نسبت فرماتا ہے اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے بسبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میری سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنیوالے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اسکی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اسوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں بس محبت الٰہی کے لفظ پر جسقدر سوچتا ہوں اسقدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہمکو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کے لئے ایک مرہم کا کام دیتی ہے۔ اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مر جاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے انکی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن چیز سمجھی جاتی اور اسکو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کر سکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانیکے سوا اور کیا کر سکتے خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہوں ایک ایک ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اسبات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنیوالے کو بدلہ دے تو اسوقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے ایک خوشی حاصل کرتا اور خاص لذت محسوس کرتا ہے اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ہم سبکو خدا کیساتھ اخلاص اور محبت نصیب ہو اور وہ لوگ جو کہ گمراہ ہیں ہدایت پائیں اور اس ہستی سے محبت کریں جو کہ محبت کے لائق ہے۔ آمین

خاکسار میرزا محمود احمد

احمدیوں کے قتل کا فتوےٰ

قریباً ایک ماہ یا کچھ زیادہ عرصہ ہوا - کہ میں نے ایک آرٹیکل اِس مضمون کا اخبار بدر میں دیا تھا - کہ امیر صاحب جب کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں - جیساکہ انہوں نے علیگڈہ کے موقعہ پر کہا ہے - تو کیا وجہ کہ احمدی فرقہ پر وہ نظر نہیں اور کیا وجہ کہ انہوں نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو صرف اِس لئے کہ وہ جہاد کے منکر اور حضرت میرزا صاحب کے مرید ہیں سنگسار کرایا - بلکہ پتھر پھینکنے میں خود بھی حِصّہ لیا اور یہی نہیں بلکہ اُن کی لاش کو دفن کرنے کی بھی ممانعت کی اور اِس کے علاوہ اُن کے اہل وعیال کو نہایت سختی سے قید کرکے خوست سے روسی سرحد کی طرف جلاوطن کردیا - اور ان کا تمام مال ومتاع اُن سے چھین لیا گیا اور امیر صاحب نے ان غریب مزاج انسانوں کا اتنا بھی لحاظ نہ کیا جیساکہ عیدالضحیٰ کی تقریب پر انہوں نے گائے کا کیا - اور اس کے بعد امیر صاحب سے میں نے جواب مانگا تھا - کہ وہ اس بات پر روشنی ڈالیں تاکہ وہ حیرانی اور تعجب جو کہ ملک ہند میں امیر صاحب کی اس بے تعصبی کی وجہ سے پھیل رہا ہے وہ دور ہو - کیونکہ لوگ سخت حیرت میں ہیں - کہ وہاں تو وہ سنگدلی اور یہاں یہ بے تعصبی اور صرف ہندوستانی پبلک میں ہی یہ بات تعجب کی نظروں سے نہیں دیکھی گئی بلکہ میرے مضمون کے بعد ایک انگلش لیڈی نے بھی ایک پُرزور آرٹیکل سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شایع کرایا اور اُس میں امیر صاحب کی اِس بے تعصبی پر سخت حیرت ظاہر کی اور لکھا کہ یہ بات ماننے کے قابل نہیں کہ امیر صاحب ہندوستان میں اس قدر بے تعصبی دکھلائیں اور اپنے ملک میں وہ ظلم کہ میرے سامنے وہاں دو آدمی صرف اس لئے سنگسار کئے گئے کہ امیر صاحب سے کچھ مذہبی اختلاف رکھتے تھے - اور جو زمانہ کہ وہ انگلش لیڈی بتاتی ہے قریباً وہی ہے جس میں کہ عبدالرحمٰن اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کئے گئے تھے - پس معلوم ہوتا ہے - کہ یہ دونوں شخص جنکا وہ حوالہ دیتی ہے مولوی عبدالرحمٰن اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب ہی ہیں مگر ان دونوں مضمونوں کا جواب امیر صاحب نے کوئی نہ دیا - اور وہ الزام جو کہ ان پر لگائے گئے تھے اُن کا

رد قطعاً نہیں کیا اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اسی بات پر ایک مضمون پایونیر میں شایع کیا لیکن اس پر بھی وہی خاموشی رہی جو کہ پہلے دو مضمون پر تھی۔ مگر باوجود امیر صاحب کی اس خاموشی کے۔ ایک سرحدی مولوی صاحب ان کی طرف سے میرے مضمون کا جواب دیتے ہیں اگرچہ مجھ کو راقم مضمون کے سرحدی ہونے میں تو کچھ شبہ ہی ہے۔ کیونکہ اس اخبار کے ساتھ جس میں کہ میرے مضمون کا جواب دیا گیا ہے (سراج الاخبار جہلم) مولوی کرم الدین بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں جن کے خیال میں جھوٹ بولنا کچھ بڑی بات نہیں کیونکہ پیچھے ایک مقدمہ ہوا تھا جس میں کہ مولوی کرم الدین صاحب نے جھوٹ کی تائید میں بہت کچھ زور لگایا تھا۔ مگر اس مضمون کا راقم کوئی ہو اس سے ہمیں بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ کیا امیر صاحب کی طرف سے ان سرحدی مولوی صاحب کو جواب دینے کا کوئی حق تھا اگر میرے مضمون کے جواب دینے کا بہت ہی شوق تھا تو خود اپنی طرف سے جو چاہتے لکھتے مگر یہ کہنا کہ امیر صاحب کی طرف سے ایک گستاخ مرزائی کو جواب کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ امیر صاحب تو کبھی کلکتہ یا بمبئی میں سیر و تماشہ دیکھ رہے تھے ان کو اس مضمون سے کیا غرض۔ مگر بہرحال ہم اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے اس بات کو مان لینگے کہ امیر صاحب کی طرف سے یا ان کے ایما سے یا ان کے اعتقاد کے موافق یہ جواب دیا گیا ہے۔

پہلی بات جو راقم مضمون نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ امیر صاحب پر اعتراض کرنیوالے شخص تے یعنی میں نے صرف قرآن و حدیث سے۔ بے خبر ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر صاحب اپنے آپ کو سب فرقوں کے لئے یکسان مہربان بتاتے ہیں صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو کیوں قتل کیا گیا۔ کیونکہ انھوں نے یہ کام مخبر صادق کی پیشگوئی کے عین مطابق کیا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں آتا ہے۔ کہ عن علیؓ سمعت النبیؐ یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ لایجاوز ایمانھم حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجراً لمن قتلھم یوم القیمۃ ٥ یعنی علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریب ہی ایک قوم آخر زمانہ میں پیدا ہوگی جو کم عمر ناقص العقل ہوگی۔ ظاہر میں تو وہ ایسا کلام پڑھینگے جو تمام دنیا کے کلاموں سے اچھا ہے مگر اصل میں ان کے

نرخرون سے نیچے ایمان نہیں اتریگا وہ دین سے اس طرح دور نکل جائینگے جیسے کہ تیر شکار کے جانور میں سے نکل جاتا ہے پس تم ان کو جہاں پاؤ قتل کر دکیونکہ ان کے قتل کرنیکی وجہ سے قاتل کو قیامت کے دن ثواب ہوگا۔ اور اس حدیث کو احمدی فرقہ پر چسپان کرکے سرحدی مولوی ظاہر کرتا ہے کہ یہ قتل تو عین مطابق منشاء خدا اور رسول ہوا ہے اور در حقیقت یہ لوگ اس قابل ہیں۔ کہ جہان میں قتل کردیئے جاویں

ان کے نشانات میں سے راقم مضمون ایک یہ بھی نشان بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ ایسی نماز پڑھینگے۔ کہ تم لوگ (صحابہ) اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانوگے اور یہ لوگ قرآن شریف پڑھینگے مگر وہ ان کے نرخرون کے نیچے نہیں اتریگا۔ جیساکہ ابو سعیدرضؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ اور پھر یہ لکھتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ ہماری نمازون سے اچھی نمازیں پڑھتے ہیں اس لئے معلوم ہوا۔ کہ در حقیقت احمدی فرقہ ہی اس حدیث کا مصداق ہے۔ اور جو کچھ امیر صاحب نے کیا وہ ٹھیک کیا۔ مگر افسوس کہ راقم مضمون کو اس مضمون کے لکھتے ہوئے بوجہ اس بغض و عناد کے جو کہ یہ لوگ احمدیون سے رکھتے ہیں حضرت علی رضؓ کی حدیث کا پہلا حصہ بھول گیا۔ کہ میں آسمان سے نیچے گر پڑنا اچھا سمجھتا ہون بہ نسبت اس کے کہ نبی کریم پر جھوٹ باندھون اور وہ حدیث بھی بھول گئی جو کہ صحیح بخاری کتاب العلم میں مسلم بن اکوع سے روایت ہے کہ من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار یعنی جو کوئی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے افسوس اگر راقم مضمون جھوٹ کو کچھ گناہ سمجھتا تو اس طرح آنکھیں بند کئے نبی کریم پر اس قدر تہمت نہ لگاتا۔ کیا راقم مضمون کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث کیسا گئی ہے کیا اس کو ابو سعید الخدری کی حدیث معلوم نہیں جو کہ بخاری باب قتل الخوارج حضرت علی رضؓ کی حدیث کے پاس ہی ہے جس میں صاف طور سے لکھا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ آیَتُھُم رجلٌ احدی یَدَیہِ او قال ثدیہ مثل ثدی المرأۃ او قال مثل البَضعَۃِ تَدَرْدَرُ یخرجون علی حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید اشھد سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم **واشھد ان علیا قتلھم** وانا معہ جیئ بالرجل علی النعت الذی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ان لوگون کی نشانی یہ ہوگی کہ انمیں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح یا یون فرمایا کہ گوشت کے تھل تھل کرتے لوتھڑے کی طرح ہوگا یہ لوگ پیدا ہونگے جب مسلمانون میں پھوٹ پڑی ہوگی۔ ابو سعید رضؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہون کہ یہ بات میں نے نبی کریم سے سنی اور یہ بھی گواہی

دیتا ہون کہ علیؓ نے ان لوگون کو قتل کیا اور مین علیؓ کے ساتھ تھا - جبکہ وہ شخص لایا گیا اور اُس کی وہی شکل تھی جو کہ آنحضرت نے فرمائی تھی - پس اے راقم مضمون کیا یہ نبی کریم پر تہمت نہیں ہو - کہ انہون نے ایک بات کسی اور قوم کے لئے فرمائی تھی - تو تو اُس کو اور گروہ پر لگاتا ہے اِس مضمون کے لکھتے ہوئے اگر کچھ خدا کا خوف کیا ہوتا تو بہتر تھا - یہ حدیث پوری ہو چکی اور جب مسلمانون مین پھوٹ پڑی تھی اسی وقت خوارج کا ظہور ہوا تھا - پھوٹ پڑنا تو اُس وقت بولا جاتا ہے - جبکہ پہلے اتفاق ہو کیا **اس وقت لوگون مین اتفاق ہو** یا اس سے کچھ پہلے زمانہ اتفاق تھا کہ یہ حدیث ہم پر چسپان کی جائے - افسوس کیا دنیا سے امانداری اٹھ گئی ہے - کیا ایمان ثریا پر جا چڑھا ہو کہ آپس کی فریبون اور مکرون کو چھوڑ کر لوگ نبی کریم پر بھی تہمت لگانے لگ گئے ہیں اور یہ مذکورہ بالا حدیث تو اس قدر صاف ہے - کہ اس مین کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا علیؓ روایت کرتے ہیں پھر ابو سعیدؓ بھی وہی حدیث روایت کرتے ہیں اور ساتھ اُن کی نشانی بیان کرتے ہیں - اور پھر گواہی دیتے ہیں کہ مین نے یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہوئی بھی دیکھی اور حضرت علیؓ نے اُن لوگون کو قتل کیا ہے اور وہ شخص جو کہ نشانی کے طور پر نبی کریم نے بتایا تھا - اس کی لاش بھی اُن لوگون مین پائی گئی - پس باوجود اِن تمام باتون کے یہ حدیث ہم پر لگانا سخت جہالت یا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے - اور پھر اسی باب قتل الخوارج مین ایک حدیث ابن عمرؓ سے ہو - کہ انہون نے سہل بن حنیف سے پوچھا کہ کیا تم نے خوارج کی باب مین آنحضرت سے کچھ سنا ہو تو انہون نے جواب دیا کہ ہان مین نے آپ سے سنا ہو - آپ نے عرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یون فرمایا تھا کہ یخرج منہ قومٌ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام مروق السھم من الرمیہ یعنی عراق سے کچھ ایسے لوگ نکلینگے جو قرآن شریف کو پڑھینگے مگر ان کی ہنسلیون کے نیچے نہیں اتریگا - وہ لوگ اسلام سے نکل جائینگے جس طرح کہ تیر شکار کے جانور مین سے نکل جاتا ہو پس اس جگہ بھی وہی حدیث ہو اور سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے عراق کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ لوگ اِس ملک مین سے نکل لینگے اور اس پیشگوئی کے مطابق خوارج کا عراق سے ظہور ہوا - پس کیا ہی تعجب کی بات ہو کہ نبی کریم فرماتے ہیں - کہ وہ لوگ عراق سے نکلینگے اور عبداللہ ابن ذی الخویصرہ تمیمی کے قبیلے میں سے ہونگے اور اس وقت ہونگے جبکہ مسلمانون مین نفاق پڑیگا - اور پھر صحابہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ خوارج ہیں - یہانتک کہ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگون کو حضرت علیؓ نے قتل کیا اور مین نے ان میں اُس آدمی کی لاش دیکھی جسکی نسبت نبی کریم نے ارشاد فرمایا تھا - کہ ایک آدمی ان میں

ایسا ہوگا اور ساتھ ہی محدثین بھی اس پیشگوئی کو خوارج پر لگاتے ہیں - جیسا کہ بخاری نے ان تمام حدیثوں کو قتل الخوارج پر چسپان کیا ہے - مگر سرحدی مولوی صاحب ان سب کا انکار کر کے زبردستی احمدیوں پر لگاتے ہیں اور شاید یہی دینداری اور تقویٰ ہے جسکی وجہ آپ کو مولوی کا خطاب ملا - افسوس ایسے ہی زمانے کے لئے نبی کریم نے فرمایا تھا - کہ علم اس وقت اٹھ جائیگا جب کہ عالم نہ رہینگے اور جاہلوں کو عالموں کی جگہ دی جائیگی - پھر ایک عجیب بات اور ہے - کہ سرحدی مولوی صاحب **صرف یہ نشانی ان لوگونکی بتاتے** ہیں کہ قرآن پڑہینگے اور اصل میں ان کو ایمان نہ ہوگا - اور ابوسعید رضی کی بتائی ہوئی نشانی کو بالکل نظرانداز کر جاتے ہیں - کیونکہ وہ ان کے دعویٰ کو باطل کرتی ہے - حالانکہ ابوسعید رضی کی حدیث سے ملاکر ہی حضرت علی کی حدیث کے معنے سمجھ میں آتے ہیں - کیونکہ اگر قرآن شریف ٹھیک طرح پڑھنا اور نماز اچھی طرح پڑھنا ہمیشہ ایسے لوگون کی نشانی ہوتا - تو تمام بزرگ نعوذ باللہ اس حکم کے نیچے آجاتے اور خود آنحضرت تہجد کی نماز میں اس قدر دیر تک کھڑے ہوتے تھے کہ اُن کے پیر سوجاتے تھے اور آپ پسند کرتے تھے کہ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھا جائے اور خود امام بخاری جنہوں نے یہ حدیث لکھی ہے - نماز میں اس قدر محو ہوجاتے تھے - کہ ایک دفعہ بھڑ نے سترہ دفعہ کاٹ کھایا اور پتہ نہ لگا جیسے بخاری کے حالات میں لکھا ہے پس نمازون کا درست کرکے پڑھنا ان کی نشانی نہیں ہوسکتی اصل میں بات یہ معلوم ہوتی ہے - کہ معترض نے دیدہ دانستہ حدیث کے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے جس میں اُس نکلنے والی قوم کی علامتیں بتائی تھیں اور اس لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے - کہ آپ بھی لایجاوز تراقیھم کے مصداق ہیں - اور پھر ایک اور بات بھی ہے کہ جب ان لوگون کے خیالات ہماری نسبت ایسے ہیں کہ حدیث کسی اور قوم کے لئے ہے اور لگاتے ہمارے پر ہیں اور پھر ہم پر قتل کا فتویٰ دیتے ہیں - تو ہماری جانیں تو ہر وقت سراج الملت (**جیسا کہ یہ امیر کو کہتے ہیں**) کے ہاتھون سے خطرہ میں ہیں - اور خود ایسا عقیدہ رکھنے والون کے ہاتون سے بھی - کیونکہ جب یہ ہمارے قتل کو ثواب سمجھتے ہیں تو کیا تعجب کہ یہ ہمارے قتل کی خفیہ سازش کرتے ہوں اور اس لئے گورنمنٹ کو چاہئے کہ ان لوگون پر نگاہ رکھے اور کیا تعجب ہے کہ یہ اسی طرح بگاڑ کر کسی اور حدیث کے معنے یہ نکالتے ہوں کہ انگریز بھی واجب القتل ہیں - اور اس طرح ان لوگون کے ہاتھون سے سخت فساد کا اندیشہ ہے اور بعید از قیاس نہیں کہ انہیں لوگونکی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے سرحد پر آئے دن انگریزوں کا خون ہوتا ہو جن کے پرامن سایہ میں تیس کروڑ ہندو مسلمان - سکھ اور عیسائی آرام

سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کا خونی مہدی کا عقیدہ میرے خیال کی تصدیق کرتا ہے اور خدا کے فضل سے ہمکو اس بات پر فخر ہے کہ ہم اس عقیدہ سے بالکل پاک ہیں کیونکہ جب ہم نے ایک مسیح کو مانا ہے تو اس صورت میں ایک اور خونی مہدی کا قایل ہونا گویا کہ اپنے آپ کو جھوٹا ٹھہرانا ہے۔ اور چونکہ ہم ہی اسوقت خونی مہدی کے قایل نہیں اس لیئے یہ لوگ ہمکو کافر دجال اور مرتد کہتے ہیں اور ہماری جان کے درپے رہتے ہیں جیساکہ صاحبزادہ عبد اللطیف کا واقعہ ظاہر کرتا ہے اور پھر عبد الرحمن کا واقعہ اس کی اچھی طرح سے تائید کرتا ہے۔

اب میں دوسری بات کو لیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سرحدی مولوی صاحب اپنی تائید میں یہ فرماتے ہیں کہ لوگ نمازیں ہم سے اچھی پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب قرآن شریف سب سے عمدہ جانتے ہیں اور ان جیسے نکات کوئی سمجھتا ہی نہیں اور اسکے لئے مجھکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتے ہیں پس آپ لوگ جو عقیدہ قرآن کے فہم کے متعلق مسیح و مہدی کی نسبت رکھتے ہیں وہی ہم مرزا صاحب کی نسبت رکھتے ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ مسیح مہدی نہیں ہیں تو یہ ایک دوسرا سوال ہوگا اور بہر حال جب ہم ان کو مانتے ہیں کہ وہ مسیح و مہدی ہیں تو وہی درجہ اُن کو دینگے جو کہ خدا اور رسول نے اُن کے لئے مقرر کیا ہے۔

پھر سرحدی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق چونکہ صاحبزادہ عبد اللطیف اور مولوی عبد الرحمن صاحب کو قتل کیا گیا تھا۔ اس لئے بہت عمدہ کام ہوا۔ مگر میں پیچھے ثابت کر چکا ہوں کہ یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔ اور صحابہ اور محدثین کا یہی مذہب ہے پس اس حدیث کی آڑ میں ایک مسلمان کو قتل کرنا جو کہ نمازیں پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور کلمہ شریف پڑھتا ہو اس آیت کا مصداق بنتا ہے کہ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم آپ کو مسلمان ہی نہیں مانتے تو پھر اس حدیث کے مطابق وہ قتل ناجائز اور قابل مواخذہ ہوتا ہے کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسکو قتل نہ کرو۔

پھر سرحدی مولوی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ سردار نصر اللہ خان کو مولوی عبد اللطیف نے اپنے عقیدہ کے متعلق رسائل بھیجے اور اس طرح افغانستان میں فتنہ برپا کرنا چاہا مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ہرگز ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ سے کچھ بات سنے وہ غائبوں کو پہنچا دے اور اسی طرح ابو ذر کی یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھی جائے اور مجھ کو خیال آئے کہ کوئی ایسی بات رہگئی ہے جو میں نے نبی کریم سے سنی تھی اور لوگوں تک نہیں پہنچائی تو میں بیشتر اس کے کہ تلوار چلائی جائے وہ بات سنا دونگا

پس چونکہ حضرت مرزا صاحب کو ہم بوجہ مسیح و مہدی ہونے کے رسول کریم کا نائب مانتے ہیں اس لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ جو بات سنے وہ دوسروں کے فائدہ کے لئے اُن کو جاکر سنائے اور صاحبزادہ عبد اللطیف نے بغیر اپنی جان کے خوف کے اِس حدیث نبوی پر عمل کیا اور وہ سچا نمونہ جو کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے صحابہ نے دکھایا تھا۔ وہ اس وقت دکھا کر ثابت کر دیا کہ اسلام کی تعلیم ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا کرتی رہتی ہے جو کہ خدا کے حکموں کے آگے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے یہ بات قابل غور ہے کہ سردار نصر اللہ خان کو اس تعلیم کا پہنچانا کونسا گناہ تھا۔ جبکہ نبی کریم نے قیصر و کسریٰ کو خط لکھے کہ حق کی تابعداری کرو اور پھر اس وقت بھی ہمارے امام نے ملکہ قیصرہ وکٹوریہ کو لکھا تھا کہ دین اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اِس کو قبول کرو۔ مگر ملکہ قیصرہ جو کہ ہزاروں درجہ امیر صاحب سے زیادہ طاقتور اور ملک انگلستان و ہندوستان کی فرمانروا تھیں۔ انہوں نے بجائے نوٹس لینے کے شکریہ کا خط بھیجا بلکہ اُس مشتہر خط کی ایک کاپی بذریعہ تار کے منگوائی۔

میرے مضمون کے جواب میں سرحدی مولوی صاحب بار بار لکھتے ہیں کہ سراج الملت والدین نے یہ کام بہت اچھا کیا۔ مگر حیران ہوں کہ یہ نام یا خطاب آپ کو کس نے دیا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی خدا کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہیں۔ جو زیادہ پرہیزگار ہیں مگر کیا یہ امیر صاحب کی نسل کا نام ہے خطاب تو وہ ہے جو کہ خدا تعالیٰ دے یا اُس کا رسول یا دنیاوی خطاب ہو تو بادشاہ سے ہوتے ہیں جیسے کہ آگرہ میں امیر صاحب کو خطاب عطا ہوا۔ اور وہ خطاب لارڈ کچنر کے مطابق ہے۔ کیا امیر صاحب کو الہام کے ذریعہ سے یہ خطاب ملا ہے۔ یا حدیث میں اِس کی بابت کوئی اشارہ ہے یا آپ لوگوں میں سے کسی کو خدا کی طرف سے ایسا اشارہ ہوا ہے کہ امیر صاحب سراج الملت والدین ہیں یا قرآن حدیث میں کسی بادشاہ کو ان الفاظ سے پکارا گیا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ **سراج تو آنحضرت کا نام ہے**۔ جب آپ لوگ مسیح کے نام سے اس قدر چڑتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے مسیحائی کے دعوے پر آپ جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں اور اس قدر گھبراتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ کتابیں جو اُنکے برخلاف لکھی گئی ہیں۔ یا وہ تقریریں جو کہ اُنکے مقابل میں کی گئی ہیں اُن میں گالیوں کی ایسی بوچھاڑ کی گئی ہے کہ گویا سمندر کا طوفان ہے جو کہ امڈا چلا آتا ہے۔ مگر ایک دنیاوی بادشاہ کو بغیر قرآن و حدیث کے ارشاد کے **سراج الملت والدین** کہنا کچھ بھی ناگوار نہیں

گزرا حالانکہ وہان تو مسیحائی کا دعویٰ تھا - اور سراج کا وہ خطاب ہی - جو کہ خدا نے نبی کریم کو عنایت کیا ہے پس اِس کارروائی کو دیکھکر سوائے اِس کے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی لالچ اور مال کی طمع ایسا کام کرنے کے لئے آپ کو مجبور کر رہی ہی - گو مجھے شبہ ہی کہ آپ کو اِس مضمون کے بدلے میں امیر سے تو کچھ ملا نہ ہوگا اور جو خدا سے ملا وہ آخرت میں ظاہر ہوگا - انما ھی اعمالکم احصیہا علیکم اسکے آگے چلکر راقم مضمون لکھتا ہے کہ امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہمدردی (؟) کو کام میں لاکر اس حدیث کے حکم کا برخلاف کس طرح کر سکتے تھے - یعنی جبکہ حدیث صاف طور سے مرزائیون کا قتل جائز بلکہ ثواب قرار دیتی ہے تو کیونکہ امیر صاحب اُن کے قتل سے اپنے ہاتھ کو اس لئے روک دیتے کہ اُن کی ذاتی اور جبلی ہمدردی اِس کے برخلاف تھی - لیکن افسوس شاید راقم مضمون کو وہ حکم یاد نہیں جو کہ امیر صاحب نے دہلی کے دربار کے موقعہ پر دیا تھا کہ کوئی گائے ہمارے لئے ذبح نہ کی جائے کیونکہ اِس سے مسلمانون کا کوئی فائدہ نہیں اور ہندؤن کی دلشکنی ہوتی ہی - حالانکہ خدا تعالےٰ صاف طور سے فرماتا ہے - کہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالےٰ حکم کرتا ہے کہ تم گائے کی قربانی کرو - اور یہ حکم اُس وقت دیا گیا ہے جب کہ بنی اسرائیل ایک ایسے ملک میں تھے - جہان پر گائے کی پوجا کی جاتی تھی - اور ایسا کرنے سے وہانکے باشندونکی دلشکنی ہوتی تھی - مگر خدا نے پھر بھی حکم دیا کہ گائے کی قربانی کرو - کیا امیر صاحب خدا تعالیٰ کی غلطی نکالتے ہیں اور وہ کام جو اُس نے جائز رکھا اُسکو ناجائز قرار دیتے ہیں افسوس کہ اس موقعہ پر تو امیر صاحب اپنی ذاتی اور جبلی ہمدردی کے تابع ہو گئے اور عبد اللطیف کے شہید کرتے وقت تابع نہ رہ سکے اور پھر کونسا حکم پورا کیا وہ جو کہ نہ تو قرآن میں ہی اور نہ حدیث میں ہی کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ حدیث جس سے کہ راقم مضمون احمدیون کے قتل پر دلیل پکڑتا ہی - خارجیون پر پوری ہو چکی اور اس پر صحابہ اور محدثین کا اجماع ہے - پھر بار بار اِس حدیث سے استدلال کرنا اسکی شوخی پر دلالت کرتا ہی - کسی نے کہا ہی - کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد - اُسی باب میں اُسی حدیث کے متعلق صاف طور سے لکھا ہے کہ یہ خوارج کے متعلق ہی - اور لکھا ہی کہ وہ عراق سے پیدا ہونگے پھر بار بار اُس کے دوسرے معنے کرنا سخت بیباکی اور دلیری ہی -

سرحدی مولوی کا یہ لکھنا کہ اس فرقہ کا کابل میں پہنچنا پہلی ہی دفعہ ہوا تھا - بالکل غلط اور صریح بے بنیاد ہی - کیونکہ قریباً تین سال پیشتر اِس واقعہ کے صاحبزادہ صاحب کا ایک شاگرد مولوی

عبدالرحمٰن بھی اس لئے قتل کیا گیا تھا کہ وہ جہاد کا منکر اور مرزا صاحب کا مرید تھا - پس یہ بات کہ پہلی دفعہ ہی یہ سلسلہ وہان پہنچا تھا - خلاف واقعہ ہے - اور اگر پہلی دفعہ ہی ہوتی تو ممکن تھا - کہ یہ خیال کیا جاتا کہ امیر صاحب نے بے سوچے سمجھے صاحبزادہ عبداللطیف کو قتل کر دیا لیکن یہان تو یہ معاملہ بھی نہیں کیونکہ مولوی عبدالرحمٰن حسب الحکم مولوی عبداللطیف کے یہان آیا کرتا تھا - اور واپس جاکر یہان کے حالات سے مولوی صاحب کو واقف کیا کرتا تھا اور جب امیر صاحب کے والد امیر عبدالرحمٰن کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اُس گروہ میں سے ہے جو کہ جہاد کا منکر ہے تو اس نے اُسکو قتل کروا دیا -

آگے چلکر راقم مضمون پھر ایک حدیث صحیح مسلم کی بیان کرتا ہے کہ من اراد ان یفرق امر ھذہ الامة وھی جمیعًا فاضربوہ بالسیف کائنًا من کان یعنی جو شخص اِس امت میں نفاق ڈالتا ہے - اور امت میں اتحاد اور وحدۃ ہو - تو خواہ وہ کوئی ہو اس کو قتل کر دو اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی پہلی حدیث کی طرح اسی ایمان سے کام لیا گیا ہے - جو خود ثریا میں چلا گیا ہے اور اپنا قائم مقام چھوڑ گیا ہے - کیونکہ یہان صاف طور سے لکھا ہے کہ قوم متفق ہو - اور یہ حدیث عرفجہ سے مروی ہے - اور عرفجہ نے اِس حدیث کو دوسرے موقعہ پر اس طرح بیان کیا ہے کہ امرکم جمیعًا علیٰ رجل واحدٍ یعنی تم ایک شخص کے ماتحت ہو اور ایک تمہارا امام ہو اور دیکھنا چاہیے کہ امامت دو قسم کی ہوتی ہے - ایک دنیاوی اور ایک دینی سو اس وقت تم لوگوں کا نہ دینی طور پر کوئی امام ہے اور نہ دنیاوی طور پر - دنیاوی طور پر ایک بادشاہ نہیں کچھ عسائیون کی ماتحت ہو اور کچھ بدھون کے اور کچھ اپنے ہم مذہب بادشاہون کے اور دوسرے دینی امامت سو اس میں بھی تم لوگ متفرق ہو - تمہارا کوئی امام نہیں اول تو تمام مسلمانون کا ایک امام ہوتا مگر وہ نہ سہی ہر ایک فرقہ کا ایک ایک امام ہوتا تب بھی بات تھی کہ ایک ایک امام کے ماتحت سب امن سے زندگی بسر کر رہے تھے اور احمدیون نے اُس میں خلل ڈالدیا حالانکہ اس وقت ہمارے چھ مخالف ہیں ایک شیعہ سو اُن کا بھی کوئی امام نہیں ان میں سے بعض کا امام تو گیارہ سو برس سے غائب ہے بعض کا انتظار میں ہیں اور بعض اوتارون کے قایل ہیں جیسے آغاخانی اور بعض ائمہ موجودہ کے نیچے زیدی پھر خوارج سو ان میں بھی کوئی امام نہیں مقلد ہیں تو وہ بھی بغیر امام کے ہیں - متصوف گدی نشین ہیں تو وہ متفرق اور بلا امام کے ہیں پھر امرا کا گروہ ہے جو کہ اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں گورنمنٹ ہم سے ناراض نہ ہو جائے یا ترقی نہ رکجائے ہماری مخالفت کرتا ہے حالانکہ گورنمنٹ کے سایہ میں ہم امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ملکہ قیصرہ کو تبلیغ کرنے پر اُس نے بھی ہمکو کچھ نہیں کہا پس یہ ان کا گمان محض فرضی ہے اور دیکھا جائے تو ان لوگون کا بھی کوئی امام نہیں - پس ہمارے جتنے مخالف ہیں سب بغیر امام کے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا فلان امام ہے پس یہ حدیث قطعًا اس وقت کے مسلمانون پر نہیں لگ سکتی کیونکہ وہ متفرق ہیں اور اِس کے برخلاف

احمدی ایک امام کو مانتے ہیں اور اُسکا جو کچھ حکم ہو اُس کے ماننے کے لئے تیار ہیں پس ہمارے برخلاف کارروائی کرنا گویا کہ جماعت میں خلل ڈالنا ہے - اور ہماری مخالفت تو خود ہی متفرق ہیں ان میں نفاق پیدا نیکا کیا معنے ہیں مولوی صاحب کیا آپ سنت و الجماعت ہیں ذرا انصاف سے غور کرو جب تمہارا کوئی امام ہی نہیں تو جماعت کہاں اور سنت کا اتباع کیا تمہارے بزرگ وقتاً فوقتاً امام بنا لیتے تھے مگر اب تم نے اس سنت کو ترک کر دیا اس لئے اب تم نہ سنی ہو اور نہ صاحب جماعت - پھر آگے چلکر لکھا ہے کہ یہ جو لکھا ہے کہ جہاد کے انکار کر بدلے اور گورنمنٹ کو انکا ایسے سے بچانیکے لئے جو اس نے کوشش کی یعنی مولوی عبد اللطیف صاحب نے اور اسکو بدلہ میں وہ قتل کئے گئے یہ احمدیوں کی عادت کے مطابق صریح جھوٹ اور سیاہ جھوٹ ہے[ع] مگر افسوس کہ یہ بات لکھتے وقت راقم مضمون کو وہ شہادت یاد نہیں رہی جو کہ گورداسپور میں مولوی ابو الوفا ثناء اللہ نے دی تھی اور جس کو اب بھی ہم پیش کر سکتے ہیں جس میں کہ وہ جھوٹ کو جائز بتلاتے ہیں اور خود راقم مضمون نے خواہ وہ کوئی سرحدی مولوی ہے یا ایڈیٹر یا نائب ایڈیٹر ہے اس مضمون میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ خدا کی پناہ اوروں پر جھوٹ باندھنا الگ رہا خود نبی کریم پر جھوٹ باندھا ہے کہ انہوں نے فلاں حدیث احمدیوں کے لئے ہی بیان فرمائی تھی حالانکہ انہوں نے عراق کی طرف اشارہ بھی کیا کہ اس ملک میں یہ قوم پیدا ہوگی اور ابو سعید رض کہتے ہیں کہ میں نے اسکو پورا ہوتے دیکھا اور پھر دوسری حدیث بھی جھوٹے طور سے پبلک کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کی ہے کیونکہ عام مسلمانوں کا کوئی امام نہیں اور ہمارا امام ہے اور ہم نے نفاق کو مٹایا ہے کیونکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے جھنڈے کے نیچے عیسائی - آریہ - سکھ - شیعہ - مقلد - غیر مقلد - اور صوفی وغیرہ وغیرہ جو متفرق تھے ایک جماعت کی صورت میں امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور تم لوگوں میں وحدت کب ہوئی تھی کیا اخراج الوہابیین من المساجد کی کتابیں نہیں لکھی گئیں اور کیا دیوبندیوں اور شہودیوں کا جھگڑا نہیں ہے اور اس تفرقہ کی وجہ سے کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ ان میں سے ایک دوسرے پر حملہ نہ کرتا ہو پس آپ نے خود ان حدیثوں کے استعمال کرنے میں وہ جھوٹ بولا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور آپکے مولویوں کے بیان ہیں کہ جھوٹ جائز ہے جس کی وجہ سے سشن جج صاحب کو لکھنا پڑا کہ کرم الدین کے لئے کذاب وغیرہ سے بڑھکر الفاظ بھی استعمال کئے جاتے تو درست تھا - پس جھوٹے ہم ہوئے یا آپ -

پھر آگے چلکر آپ لکھتے ہیں کہ جہاد ایک فوری جوش ہے اور جہاد کیلئے فتووں سے مصنوعی جوش پیدا کرنے کی کوشش کیجائے تو ناکامی ہوتی ہے اور پھر لکھا ہے کہ امیر صاحب کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ جہاد کے متعلق

[ع] سیاہ جھوٹ اس لئے کہ جھوٹ تو کبھی سفید ہوتا ہی نہیں وہ تو تاریک چیز ہے اصلی سیاہ ہے ظلمت کو نور سے کیا نسبت -

کوئی فتویٰ لیں مگر افسوس کہ اس موقعہ پر بھی راقم مضمون نے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ اگر جہاد ایک فوری جوش ہوتا ہے تو آنحضرت نے جہاد کے لئے امام کی شرط کیون رکھی ہے اور الامام جنۃ یقاتل من ورائہ کے کیا معنے ہیں۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر ایک شخص کو گاؤں سے دو کوس پرے ایسے حالات معلوم ہوئے جن سے کہ اس کو جوش آگیا تو کیا وہ امام سے پوچھتا پھریگا اور اسے اپنے ساتھ لیکر آئیگا اور اگر پوچھنے جائیگا۔ تو فوری جوش کی بات غلط ہو جاتی ہے۔ حالانکہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ امام کے بغیر کوئی جہاد نہیں جب تک وہ ایک امام تجویز کریگا اس وقت تک تو جوش مدہم پڑ جائیگا پس یہ فوری جوش والی بات بالکل غلط اور بےبنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو خدا نے مومنین کو جہاد کے لئے کیون اُبھارا ہے اور یہ گویا کہ خدا کا فعل عبث تھا کیا نعوذ باللہ - قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم آپ کے نزدیک ایک ایسا فتویٰ ہے جو ناکامی کا باعث ہے اور جس کا کوئی اثر نہیں۔ یہ بات ہرگز نہیں۔ بلکہ فتون سے درحقیقت جوش پیدا ہو جاتا ہے اور دور بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ سرحد پر رہنے والے مولوی آپ کی طرح حدیثون کو غیر محل استعمال کر کے لوگونکو جہاد کے لئے اُبھارتے ہیں اور اُن میں جوش پیدا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری مہربان گورنمنٹ کو بعض اوقات تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں اور جوش کے مٹ جانے کی مثال ہمارے پاس ہے اور وہ ہمارے امام کی تحریریں ہیں جن سے کہ سرحد پر بہت کچھ فائدہ ہوا ہے جیسا کہ پایونیر کا ایک پچھلا آرٹیکل مظہر ہے کہ مرزا صاحب کی تحریرون کا جہاد کے برخلاف لوگون پر بہت کچھ اثر پڑا ہے اور اس پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی ہے کہ آپ کی تحریرون کے پھیلانے میں وہ مدد کرے پس یہ ضروری بات ہے کہ جہاد کا جوش پیدا بھی کیا جا سکتا ہے اور مٹایا بھی جا سکتا ہے کیونکہ جس طرف کے دلائل زبردست ہونگے اُن کا اثر لوگون پر ضرور پڑیگا اور پھر امیر عبدالرحمٰن صاحب کا جہاد کے متعلق کتاب لکھنا ظاہر کرتا ہے کہ انکا بھی عقیدہ تھا کہ جہاد کا جوش فتون سے پیدا ہو سکتا ہے تبھی تو انہون نے لکھا کہ جہاد نہ صرف مذہبی طور سے ہی ایک بہت عمدہ بات یا فرض ہے بلکہ ملکی معاملات کے سبب سے بھی ایک اعلیٰ کام ہے اور یہ لکھتے ہوئے انہون نے اپنی ہمسایہ طاقت کی تکلیفون کا کچھ بھی خیال نہ کیا جس نے کہ انکو تخت پر بیٹھنے میں مدد دی تھی پس اگر جہاد کا جوش فتون سے نہیں پھیل سکتا تو امیر صاحب کے والد پر بھی ایک لغو کام کرنے کا الزام آتا ہے اب میں چونکہ تمام باتون کا جواب دے چکا ہون۔ اس لئے مضمون کو ختم کرتا ہون۔ مگر آخر میں گورنمنٹ انگریزی کو اس قدر توجہ ضرور دلانا چاہتا ہون کہ جن لوگون کا ایسا خطرناک عقیدہ ہے کہ وہ صرف کچھ مذہبی

اختلافات کی وجہ سے مسلمانون کے ہی ایک فرقہ کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہی نہیں - بلکہ اُس پر زور دیتے ہیں اور عام مسلمانون کو ثواب کی جھوٹی لالچ دلا کر آمادہ کرتے ہیں کہ اِن کے قتل سے خدا خوش ہے اور رسول کی اطاعت ہے اور حالانکہ وہ فرقہ یعنی احمدیہ فرقہ خدا کو واحد مانتا رسول کریمؐ ایمان لاتا اور جملہ احکام اسلام پر عمل کرنا فرض جانتا ہے - اور ان لوگون سے صرف اس قدر اختلاف رائے رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی کریم کی طرح وفات یافتہ ہیں اور وحی اور الہام کا سلسلہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت کے لئے ہمیشہ کے لئے کھلا ہے - اور یہ کچھ ایسا بڑا اختلاف بھی نہیں کیونکہ اکثر ائمۂ اسلام اِسی کے قائل ہیں اور اِس فرقہ کا ظاہر احکام اسلام پر عمل کرنا - تو خود یہ لوگ مانتے ہیں - جیسا کہ راقم مضمون نے بھی لکھا ہے - کہ یہ لوگ نمازین ہم سے اچھی طرح پڑھتے ہیں - اور قرآن شریف ہم سے اچھا جانتے ہیں - اور ایمان کی بابت تو خدا جانتا ہے کہ یہ مومن ہیں کہ ہم - پس جب کہ ہم میں اور اِن لوگون میں کچھ بھی اختلاف نہیں - اور پھر بھی یہ ہمارے قتل پر آمادہ ہو گئے ہیں - تو کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ یہ غیر مسلمانون یا کفار کے قتل کو ناجائز سمجھیں - بلکہ خونی مہدی کا عقیدہ ظاہر کرتا ہے - کہ درحقیقت ان کے دل ایسی ضرورت محسوس کرتے ہیں - کہ کفار کو قتل کیا جائے اور ان کا مال لوٹا جاے - اور چونکہ یہ گورنمنٹ کو زبردست دیکھتے ہیں اس لئے ظاہرہ طور سے اِس خیال کا اعلان نہیں کرتے - مگر احمدی جماعت کو کمزور دیکھکر انہون نے صاف طور سے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا جس سے کہ ان کے دلی عقیدون کا پتہ لگتا ہے - اور ہمیشہ تنکے سے ہی ہوا کا رخ دیکھا جاتا ہے پس گورنمنٹ کو ان لوگون سے ہرگز ہرگز بے فکر نہیں رہنا چاہیئے - کیونکہ سرحد پر آگے ہی یہ لوگ بہت کچھ کارروائیان کر رہے ہیں - جن کی وجہ سے وہان کے حکام کو بعض دفعہ تکلیفین اٹھانی پڑی میں -

والسلام راقم میرزا محمود احمد

يا زيدُ لِمَ تبكي

سيّدي نَدَّت ناقتي

يا زيدُ كانت العشواءَ أو العضباءَ

لا سيّدي بل الوجناءَ

يا زيدُ كم يُحلَبُ لبنٌ لِقحتك

سيّدي مِلاءَ العُلبةِ وكان قبلَ ذالك

مِلاءَ القِربة

يا زيدُ ما هذا في يدك

سيّدي مجولُ زوجتي

يا زيدُ نِعمَ الجوابُ هذا

يا زيدُ قل حابلَ يصيدُ لنا العصافيرَ

سيّدي عندي حِسْكَلٌ فكُلْهُ

يا زيدُ تكره طبيعتي أن آكل الحسكل

يا زيدُ ما حالُ حقلك

سيّدي أخذتني حقلةٌ فما

رأيتُه من أيّام

يا زيد أظنّ إنّك أحولُ

سيّدي رمِدتُ ففسدت عيني

سمعتُ يا زيدُ أنّ زوجتك مجرهدٌ فهيمةٌ

لا سيّدي بل خذعلٌ

يا زيدُ ما رأيتَ حُمقها

سيّدي أعطيتُها حُللاً من الثياب فما

غادرت حُللاً في بيتها

اے زید تو کیوں روتا ہے

میرے سردار میری اونٹنی بھاگ گئی (آوارہ ہوگئی)

اے زید وہ اندھی بھاگی یا کان پھٹی

نہیں میرے سردار بلکہ سانڈنی اونٹنی بھاگ گئی

اے زید تیری اونٹنی کتنا دودھ دیتی ہے

میرے سردار ایک چوہنی بھری ہوئی دیتی ہے اس سے پہلے

ایک مشک بھری ہوئی۔

اے زید تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

اے میرے سردار یہ میری بیوی کی انگھیا ہے۔

اے زید بہت اچھی انگھیاں ہے

اے زید چڑیمار کو کہو کہ ہمیں چڑیاں پکڑکے لادے

اے میرے سردار میرے پاس ایک گوہ کا بچہ ہے وہ ہی کھالے

اے زید میری طبیعت کراہت کرتی ہے کہ میں گوہ کا بچہ کھاؤں

اے زید تیری کھیتی کا کیا حال ہے

میرے سردار مجھے پیٹ میں درد ہوتی رہی ہے پس میں نے

کئی دنوں سے نہیں دیکھا

اے زید میں گمان کرتا ہوں کہ تو بھینگا ہے

میرے سردار مجھے درد چشم ہوئی تھی پس میری آنکھ بگڑ گئی

اے زید میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی بہت جلد چلنے والی سمجھ دار ہے

نہیں میرے سردار بلکہ بدسلیقہ احمق ہے

اے زید تو نے اس کی کیا بیوقوفی دیکھی

میرے سردار کئی تھان میں نے کپڑے کے لاکر دیے پس

اس نے ایک بھی اپنے گھر میں باقی نہ رکھی۔

نَعَمْ حَسْبِيْ سَيِّدِيْ هَوْجٌ مُخَوِّفٌ	ہاں بھئی یہ سخت آندھی خوفناک ہو-
نَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْهَوْجَاءِ	ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں سخت آندھی سے
أَهٰذَا الرَّجُلُ شَقِيْقُكَ	کیا یہ شخص تیرا سگا بھائی ہے
يَا سَيِّدِيْ هٰذَا أَخْيَافِيٌّ	ہاں میرے سردار یہ میری ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی ہے
اُطْبُخِ الْخَرِيْسَةَ لِلنُّفَسَاءِ	اچھوانی زچہ کے واسطے پکاؤ
لُفَّ الْخَيْطَ عَلَى الْإِسْتِيْجِ	ایرن پر سوت لپیٹ
لَيْسَ فِيْ قَرْيَتِنَا لِصٌّ وَلَا مُخْتَلِسٌ	ہماری گاؤں میں نہ کوئی چور ہے اور نہ کوئی اُچکا ہے
وَلَا مُخْتَبِسٌ	اور نہ دھاڑی ہے-
لَا تُصْهِرْ بِالْمُقْرِفِيْنَ	دوستوں کی لڑکی نہ لے
وَاحْمِ الْوَحْمٰى فَإِنَّ الْوِحَامَ إِذَا لَمْ يُتَّبَعْ فِيْهِ خَدَجَ الْجَنِيْنُ	عورت کے ارادے پورے کر کیونکہ اُس کے پورا نکرنے میں بچہ ناقص ہوتا ہے
اَلْمُطَوَّءُ رَسُوْلُ النَّوْمِ	جمائی نیند کا ایلچی ہے
عَرَّضْتُ	میں مکہ اور مدینہ اور اسکے نواح میں گیا-
اعرضت حفرى	میں نے اپنی بکری کے
كَيْفَ وَجَدْتَ زَيْدًا عِنْدَ التَّكَلُّمِ	تو نے زید کو بات کرنے میں کیسا پایا
سَيِّدِيْ هُوَ مُثَرْثِرٌ مِهْذَارٌ مِكْثَارٌ بَقْبَاقٌ	میرے سردار وہ بکواسی ہے
سَيِّدِيْ عِنْدِيْ مَفْرَجٌ	میرے سردار میرے پاس کئی چوزے ہیں-
سَيِّدِيْ فَرَارِيْجُ	میرے سردار چوزے ہیں-
إِنَّ زَيْدًا شَكِسٌ	زید سخت خو ہے
نَعَمْ سَيِّدِيْ زَعْرُوْرٌ	ہاں میرے سردار وہ بڑا بدخو ہے
مَا فَعَلَ زَيْدٌ عِنْدَ نَعْيِ حِمَارِهٖ	زید کو جب اُسکے گدھے کی مرنے کی خبر پہنچی تو اسنے کیا کیا
سَيِّدِيْ هُوَ جَهِشَ وَكَادَ أَنْ يَصِيْحَ	میرے سردار وہ رونے کو تیار تھا اور قریب تھا کہ چیخنے لگے
مَا قَالَ زَيْدٌ فِيْ جَوَابِيْ	زید نے میرے جواب میں کیا کہا

ایک لڑکی کی اس کی۔ اس کے ساتھ کچھہ اچھی طرح نہین بنتی تھی۔ لڑکی نے بر سبیل شکایت اور گلہ کچھہ عورتون کے سامنے کہا کہ کیا برا مقام ہے کہ جس مین بیری س وغیرہ رہتے ہین۔ آپ نے اسکو سنکر بہت۔ بتایا کہ شہر تو کوئی برا ہوتا ہی نہین اگر کسی شہر کو برا کہا جاوے تو اس سے مراد اسکے شہر والے ہوتے ہین۔ پس نہایت قابل افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ اپنی زبان پر لاتی ہو یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اسکے والدین کی برائی کرتی ہے اور اسکے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ خدا تعالی ایسی باتین پسند نہین کرتا۔ یہ مرض عورتون مین بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھہ بھلا برا کہتی ہین۔ بلکہ اپنی ساس اور سسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہین حالانکہ وہ اسکے خاوند کی بھی قابل عزت بزرگ ہین وہ اسکو ایک معمولی بات سمجھہ لیتی ہے۔ اور ان سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہین جیسا کہ محلہ کی اور عورتون سے جھگڑا۔ حالانکہ خدا تعالی نے ان لوگون کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے۔ یہانتک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کرین۔ کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تو اسکے لڑکے کو چاہیئے۔ کہ وہ طلاق دیدے پس جبکہ ایک عورت کیے ساس اور سسر کے کہنے پر اسکو طلاق مل سکتی ہے تو اور کونسی بات رہ گئی ہے اسلئے ہر ایک عورت کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اسکے والدین کی خدمت مین لگی رہے اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ تو اسکا کچھہ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اسکی خدمت کرتی ہے تو وہ اسکی پرورش کرتا ہے۔ مگر والدین تو اپنے بچہ سے کچھہ نہین لیتے وہ تو اسکے پیدا ہونیسے لیکر اسکی جوانی تک اس کی خبرگیری کرتے ہین اور بلا کسی اجر کے اسکی خدمت کرتے ہین۔ اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اسکا بیاہ کرتے اور اسکی آئندہ بہبودی کے لئے تجاویز سوچتے اور اسپر عمل کرتے ہین۔ اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے۔ اور اپنا بوجھہ آپ اٹھانے۔ اور آئندہ زمانہ کے لئے کسی کام کرنیکے قابل ہو جاتا ہے۔ تو اس خیال سے اسکی بیوی اسکو اپنے ماں باپ سے جدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرہ سی بات پر سب دشنام پر اتر آتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا ناپسندہ فعل ہے جس کو خدا

اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ واریاں مقرر کی ہیں ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد پھر اسکے دو حصے کئے ہیں یعنی اول تو ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور پھر دوسری مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت پس کیا بدقسمت ہے وہ جوان لوگوں کی خدمت کر کے حقوق عباد اور حقوق اللہ دونوں کی بجا آوری سے منہ موڑتی ہے۔ حقوق اللہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ وہ اس طرح خدا کے حکم کو بھی ٹالتی ہے راقم ایڈیٹر

کسی لڑکی کا نام جنت تھا۔ کسی شخص .... نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض وقت انسان آواز مارتا ہے۔ کہ جنت گھر میں ہے۔ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے۔ کہ دوزخ ہی ہے یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جائے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی فرمایا یہ بات نہیں ہے نام کے رکھنے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو اسکا تو مطلب یہ ہے کہ وہ انسان اندر نہیں ہے۔ نہ یہ کہ برکت نہیں یا اگر کہے کہ جنت نہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں۔ کہ جنت نہیں اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں۔ جسکا نام جنت ہے کسی اور نے کہا کہ حدیث میں بھی ممانعت آئی ہے فرمایا۔ کہ میں ایسی حدیثوں کو ٹھیک نہیں جانتا اور ایسی حدیثوں سے اسلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بتلائے ہوئے نام۔ عبداللہ۔ عبدالرحیم۔ اور عبدالرحمٰن جو ہیں۔ ان پر بھی بات لگ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن اندر نہیں تو اسکا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا۔ کہ عبدالشیطان اندر ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ شخص جسکا نام نیک فال کے طور پر عبدالرحمٰن رکھا گیا تھا۔ وہ اندر نہیں۔ اور اسی طرح دوسرے نام یا یہ کہ دین محمد اندر نہیں تو کفر کا ہونا ضروری ہوا پس یہ ایک غلط خیال ہے یہ نام ایک نیک فال کے طور پر رکھتے جاتے ہیں۔ تا وہ شخص بھی ان نام کے مطابق ہو۔

ذکر ہوا کہ خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ کے وقت جو کچھ انگریزوں نے سلوک کیا ہے اسپر ایک اخبار نے بہت سا شور مچایا ہے اور اسکو برا منایا ہے فرمایا یہ بات

نہین خدا کسی قوم پر یا کسی خاص شخص پر ظلم نہین کرتا۔ جب انسان خود کوئی گناہ کرتا ہے تو اسوقت اس کی تادیب کے لئے خدا تعالیٰ اسپر مصیبتین نازل فرماتا ہے بہادر شاہ سے اور اسکے چند پہلے بزرگون سے چونکہ بہت کچھ خطائین سرزد ہوئین خدا تعالیٰ نے ان کو اسبات کے لایق نہ دیکھا کہ وہ حکومت کرسکین تب انگریزون کو انپر مسلط کر دیا اگر وہ ایسے کام نہ کرتے۔ تو خدا تعالیٰ بھی ایسا نہ کرتا۔ بلکہ میرے خیال مین خدا تعالیٰ نے بہادر شاہ پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اسطرح تکلیفین برداشت کر کے اسکے گناہ معاف ہوگئے اور جو اسلوک انگریزون نے کیا۔ وہ تو فاتح قومین کیا ہی کرتی ہین۔ اگر بہادر شاہ فتحیاب ہو جاتا۔ تو کیا وہ ایسا نہ کرتا۔

طب ایک صاحب گھر مین آئے طب کا ذکر شروع ہوا فرمایا کہ طبیب مین علاوہ علم کے جو اسکے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقویٰ کے بھی ہونی چاہئے۔ ورنہ اسکے بغیر کچھ کام نہین چلتا۔ ہمارے پچھلے لوگون مین اسکا خیال تھا اور لکھتے ہین کہ جب نبض پر ہاتھ رکھتے تو یہ بھی کہتے لا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنے اے خداوند بزرگ ہمین کچھ علم نہین مگر وہ جو تو نے سکھایا۔ فرمایا کہ دیکھو پچھلے دنون مین مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اسکو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور بدن کی بوٹیان نوچتا تھا۔ جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو مین نے سوچا کہ اب دعا کرنی چاہئے۔ مین نے دعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ مین نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے جو ہین۔ جیسے جانور بیمار کے جسد کو کاٹتے ہین ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر مین باندھکر باہر پھینک دو چنانچہ ایسا کیا گیا جب مین نے بیداری مین دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ اسی طرح نسخے شفا جو مشہور ہوتے ہین۔ اسمین کیا ہوتا ہے۔ وہی خدا کا فضل اور کچھ نہین +

دعا فرمایا کہ دعا مین بعض دفعہ قبولیت نہین پائی جاتی۔ تو ایسے وقت اسطرح کی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ کہ ایک شخص بزرگ سے دعا منگوائین۔ اور خدا سے دعا مانگین کہ وہ اس مرد بزرگ کی دعا انکو بخشے۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ اسطرح دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوا ہے اور پچھلے بزرگون مین بھی دیکھا جاتا ہے

جیسا کہ باوا غلام فرید ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نہ آیا تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدینؒ یا خواجہ قطب الدینؒ) دعا کے لئے فرمایا انہوں نے بہت دعا کی اور مگر پھر بھی کچھ اثر نہ پایا گیا یہ دیکھکر انہوں نے ایک رات بہت دعا مانگی کہ اے میرے خدا! اس شاگرد کو وہ درجہ عطا فرما کہ اسکی دعائیں قبولیت کا درجہ پائیں اور صبح کیوقت ان کو کہا۔ کہ آج ہم نے تمہارے لئے یہ دعا مانگی ہے یہ سنکر شاگرد کے دل مین بہت ہی رقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل مین کہا کہ جب انہوں نے میرے لئے ایسی دعا کی ہے۔ تو آؤ پہلے انہی پر ہی شروع کرو۔ اور انہوں نے اسقدر زور شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فرید کو شفا ہو گئی۔

دعا بارش سخت زور سے ہو رہی تھی۔ اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ بادل پھٹی مکانوں کے گرنے کا سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ بارشوں یا آندھیاں یا اور طوفانوں مین خدا سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمارے لئے اس عذاب مین کوئی بہتری کی ہی صورت پیدا کرے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے۔ جو اس سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقتوں مین دعا مانگا کرتے تھے۔ اور جب بارش یا آندھی آتی تھی۔ تو گھبرائے سے معلوم ہوتے تھے اور کبھی اندر جاتے تھے اور کبھی باہر جاتے تھے کہ کہین قیامت تو نہین آگئی۔ گو قیامت کی بہت سی نشانیاں انکو بتائی گئی تھیں۔ اور ابھی مسیح کی آمد کا بھی انتظار رہتا۔ مگر پھر بھی وہ خیال کرتے تھے۔ کہ خدا بڑا بے نیاز ہے اسلئے سب کو چاہئیے۔ کہ اسکی بے نیازی سے ڈرتے رہے اور ہمیشہ ایسے موقعوں پر خصوصیت سے دعائیں لگے رہیں۔

حضرت عیسیٰ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد مین بولنے لگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت تو بچوں کا پنگھوڑوں مین کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لیے باتین کرنا کوئی تعجب انگیز نہین ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتین کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری اطلاع

پہلے رسالہ ہٰذا کے نمبر اول جلد ۱ میں ناظرین کی خدمت میں اطلاع لکھی تھی جس کا یہ مطلب تھا کہ ہم نے یہ تجویز کی ہے - کہ جو جو حصے ہم اس رسالہ کے علیحدہ علیحدہ چھپواتے ہیں - اور ان پر صفحے بھی علیحدہ علیحدہ دیتے ہیں - اس میں ہماری غرض یہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد وہ علیحدہ علیحدہ کتابوں کی صورت میں الگ الگ کئے جایا کریں - اس لئے ان کے صفحے اپنی اپنی ترتیب سے ہوتے ہیں - مگر تجربہ سے ہمیں معلوم ہوا ہے - کہ یا تو بعض احباب نے اس کو پڑھا ہی نہیں - اگر پڑھا ہے - تو اس کی طرف توجہ نہیں کی - یا یہ کہ وہ بھول گئے ہیں - اس لئے اب کے بار تمام ناظرین کی خدمت میں پھر عرض کرکے ملتمس ہوں - کہ براے مہربانی اس اطلاع کا خیال رکھیں

اور بار بار صفحوں کی غلطی کی شکایت نہ کریں - کیونکہ پہلے عام مضامین ہوتے ہیں جن کے عام طور پر ۳۲ صفحے علیحدہ ہوتے ہیں - اور پھر ڈائری کے علیحدہ - مکتوبات کے علیحدہ - مسائل شرعیہ کے علیحدہ - اور عربی فقرات کے علیحدہ ہوتے ہیں - تاکہ یہ الگ الگ کتابیں تیار ہو سکیں - ہاں ناظرین کو غلطی سے بچانے کے لئے ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ صفحوں کے نیچے کا نمبر بالترتیب رہے - اس لئے عرض ہے - کہ جو صاحب یہ دیکھنا چاہیں - کہ صفحے پورے ہیں - کہ نہیں - وہ نیچے کے صفحوں کو دیکھا کریں -

مکرر آنکہ اسدفعہ رسالہ بجائے ۱۰ - مارچ کے ۲۵ مارچ کو شایع ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے - کہ ایڈیٹر صاحب نے محبت الٰہی پر ایک طویل مضمون لکھا تھا - جو ایک نمبر میں سما نہیں سکتا تھا - اور ایک نمبر سے زیادہ میں اسکو شایع کرنا مناسب نہ سمجھا گیا - اس لئے بہتر خیال کیا گیا کہ چونکہ جنوری ۱۹۰۶ء کا نمبر اول حسب وعدہ شایع نہ ہو سکا تھا - بلکہ فروری میں شایع ہوا تھا - اس لئے اس پرچہ کی بجائے مارچ کا پرچہ دوچند کر دیا جاوے - تاکہ کمی پوری ہو جاوے مگر اتفاق سے مارچ کا پرچہ دوچند سے بھی زیادہ کیا گیا ہے اسلئے اگر اپریل کے پرچہ میں کچھ کمی ہو - تو امید رکھتا ہوں کہ میرے احباب اسکو عفو کی نگاہ سے دیکھینگے - والسلام - عبدالرحیم - جنرل سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان

نوٹس

ہم نے یہ ارادہ کیا ہے ۔ کہ اپنے رسالہ میں لوگون کے اشتہار شایع کیا کریں ۔ پیش
کے کہ شرح وغیرہ درج کریں ۔ ہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں ۔ کہ جھوٹے اور مبالغہ آمیز اشتہ
ہمارے رسالہ میں جگہ نہ پا سکینگے ۔ اگر دوایون کے اشتہار ہونگے ۔ تو ان کے متعل
یہ ضروری ہوگا ۔ کہ جہان تک ہم سے ہو سکے اس کا تجربہ کرنے کے بعد شایع ک
اسی طرح جس چیز کا اشتہار ہوگا ۔ اس کے متعلق یہ ضروری غور کیا جاویگا ۔ کہ آیا اس
واقعی وہ فوائد ہیں ۔ جو مشتہر بیان کرتا ہے ۔

دوسرے یہ کہ گندے اشتہار ہرگز نہ لئے جاوینگے اور جو اشتہار ایسی دوایون
متعلق ہونگے ۔ جو فحش مرضون کا علاج ہون ۔ ان کو بھی ہرگز شائع نہ کیا جائیگا ۔ غرضیکہ
اشتہار آئینگے وہ بعد غور و تجربہ کے درج ہونگے ۔ جو ایک دینی رسالہ کے اغراض
کسی طرح مخالف نہ ہون ۔

اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے
(جو پیشگی وصول کی جاویگی)

مدت	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	سے	معہ	لعہ
ششماہی	معہ	لعہ	صہ ر
سہ ماہی	لعہ	صہ ر	سے ر

فی سطر ایک دفعہ کے لئے ۴ر

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

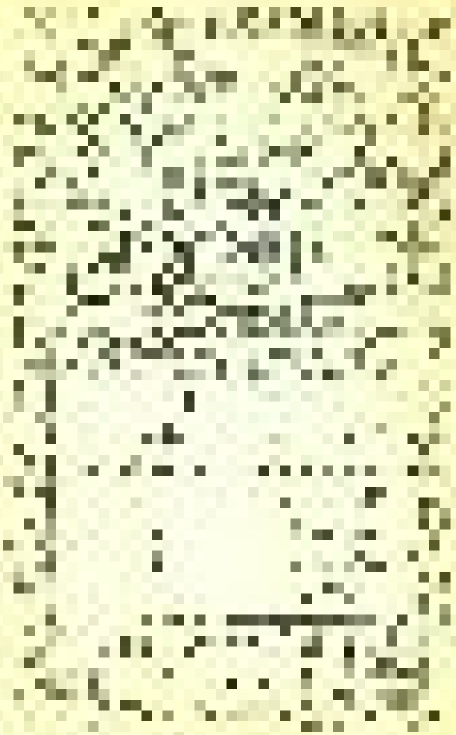

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۰- فروری ۱۹۰۷ء دعنی اقتل من اذاک - ان العذاب مربع ومدور - ترجمہ مجھے چھوڑ- تا میں اُس شخص کو قتل کرون جو تجھے ایذا دیتا ہے - دشمنون کے لئے عذاب چہار طرف سے ہے - اور ارد گرد سے گھیرے ہوئے ہے (۲) وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک - لک رحمۃ یعنی ہم نے تیرا وہ بوجھ اُتار دیا - جس نے تیری کمر توڑ دی تھی - تیرے لئے ایک رحمت ہے - ۱۲ فروری ۱۹۰۷ء (۱) ایک اور خوشخبری - (۲) نثنی علیک - الخیر والبرکۃ - ترجمہ - ہم تری ثنا کرتے ہیں - خیر اور برکت - (۳) آسمان ٹوٹ پڑا اسارا - کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونیوالا ہے (یہ انسان کا مقولہ ہے - گویا اللہ تعالےٰ انسان کی طرف سے فرماتا ہے - کہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے) (۴) اولٰئک قوم لا یشقٰی جلیسھم - ترجمہ - یہ ایک ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم نشین خدا کی رحمت سے محروم نہیں رہ سکتا - ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء (۱) من ذا الذی ھو اسعد منک - ترجمہ - وہ کون ہے جو تجھ سے زیادہ سعادتمند ہے - (۲) ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہیگا - (۳) ویل لکل ھمزۃ لمزۃ - ترجمہ - ہر ایک چغلخور اور عیب گیر پر لعنت ہے - ۱۸- فروری ۱۹۰۷ء - (۱) کل الفتح بعدہ - سب فتح اس کے بعد ہے (۲) مظہر الحق والعلا - کَاَنَّ اللہ نزل من السماء - ترجمہ - وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اتریگا - ۲۰- فروری ۱۹۰۷ء (۱) انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم - ترجمہ - میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا - اور اس کے ملامت کنندہ کو ملامت کرونگا - (۲) پس پاشدہ ہجوم - (اڑھائی بجے بعد آدھی رات) افسوس ناک خبر آئی ہے - فرمایا اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستون کی طرف ہوا - مگر یہ انتقال ذہن بیداری میں ہوا - الہام بھی شاید اس کے متعلق ہو (۴) بہتر ہوگا کہ اور شادی کریں - فرمایا معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے - (۲۵) فروری ۱۹۰۷ء (۱) مّن الناس والعامۃ - یعنی من خواص الناس والعامۃ - یہ طاعون کی طرف اشارہ ہے کہ اس مرتبہ طاعون کے حملہ سے کچھ خاص لوگ بھی مرینگے جو معزز ہوتے ہیں یا سفید

پوش ہوتے ہیں - اور عام لوگون مین بھی مری پڑیگی - (۲) لولا الاکرام - لھلک المقام
ترجمہ - اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا - تو مَیں تمام قادیان ہلاک کر دیتا - اس الہام سے معلوم
ہوتا ہے - کہ قادیان میں سے بھی کچھ لوگ طاعون سے مریں گے - اور یہ مرنا الہام انّہٗ اوی
القریۃ کے مخالف نہیں - کیونکہ اویٰ سے مراد الہام الٰہی میں یہ ہے کہ آخر قادیان کے
لوگ بچائے جائیں گے - بکلی استیصال نہیں ہوگا - (۲۶) فروری ۱۹۰۶ء تحفۃ الملوک -
اس کے معنے ابھی نہیں کھلے - بہر حال ملوک سے اس کو کچھ نسبت ہے - ۲۳ - فروری ۱۹۰۶ء
وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر - ترجمہ - جب کوئی نشان دیکھیں گے تو کہیں
گے - کہ یہ معمولی بات ہے - کوئی خارق عادت امر نہیں یا کوئی فریب ہے - سیھزم الجمع
ویولون الدبر - ترجمہ - عنقریب یہ لوگ بھاگ جائیں گے - اور پیٹھیں پھیر لیں گے - یہ اس
طرف اشارہ ہے - کہ وہ وقت آتا ہے - کہ خدا کے نشانون سے انکار کی گنجائش نہیں
رہیگی - اور نشان ایسے طور سے کھُلیں گے - کہ مُنہ بند ہو جائیں گے - رؤیا میں گویا میں
کہتا ہون - یا کسی نے کہا ہے - کہ اب جنازہ جا کر پڑھیں گے - گویا کسی کا جنازہ ہے جو
پڑھا جاویگا - لاتحزن انّ اللہ معنا - ترجمہ - غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے - کسی دوست
کو اس میں تسلّی دیگئی ہے - گویا مَیں تسلّی دونگا - ۲۸ - فروری ۱۹۰۶ء سخت زلزلہ آیا اور
آج بارش بھی ہوگی - خوش آمدی نیک آمدی - چنانچہ اسی دن بارش ہو گئی - اور ۲ - مارچ
۱۹۰۶ء - کی بعد رات کو سخت زلزلہ آگیا - جس کی خبر تمام اخبارون میں چھپی ہے - ۲ -
مارچ ۱۹۰۶ء روز شنبہ (۱) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا - تفہیم یہ ہوئی کہ اے اہل خانہ خدا تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہے تا
معلوم ہو - کہ تم اس کے ارادون پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں - اور تا وہ اے اہل بیت تمھیں
پاک کرے - جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا - اور پھر انہیں کی طرف اشارہ کر کے الہام
ہوا - (۲) ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر - اور پھر الہام ہوا (۳) یا ایھا الناس
اعبدوا ربکم الذی خلقکم - اے لوگو تم اپنے رب کی پرستش کرو - وہ خدا جس نے تمہیں
پیدا کیا ہے - اسمیں تفہیم یہ ہوئی - کہ اے اہل بیت کسی دوسرے کو تکیہ گاہ مت بناؤ وہی خدا تیرا

متکفل اور رازق ہو۔ جسنے پیدا کیا۔ اور پھر الہام ہوا۔ (۴) یاایہا الناس اتقوا ربکم الله خلقکم
ترجمہ یہ ہو کہ اے اہل بیت خدا سے ڈرو۔ اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ اور نہ کوئی بات مُنہ سے
نکالو۔ وہی خدا ہو جسنے تمہیں پیدا کیا۔ اور پھر میری طرف سے بطور حکایت الہام ہوا۔ (۵) اے میرے اہل بیت خدا
تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ اور پھر مجھے مخاطب کر کے الہام ہوا۔ (۶) انت منی وانا منک انت الذی
طار الیّ روحہ، یعنی تو مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور میں اِس زمانہ میں تجھ سے ظاہر ہونیوالا ہون۔ تو وہ ہے
جسکی روح نے میری طرف پرواز کیا۔ ۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) ربنا فتح بیننا وبینہم۔ (۲) اتعجبتم ان
تموتوا۔ (۳) انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ (۴) پچیس دن (یا یہ کہ پچیس دن تک) (۵) من
الناس والعامة (ای من خواص الناس والعامة) ترجمہ اے خدا ہم میں اور ہمارے دشمنون میں
فیصلہ کر۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تم موت کا شکار ہو جاؤ۔ طاعون خاص لوگون میں بھی پڑیگی اور عام لوگون میں بھی
انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ کن لوگونکی طرف یا کس کی طرف اشارہ ہے۔ اور پچیس دن کے
الہام میں یہ اشارہ ہو۔ کہ ۷ مارچ سے پچیس دن پوری ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی واقعہ
ظاہر ہوگا اور ضرور ہو کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گذر نہ جاویں
یا یہ کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا۔ اگر صرف پچیس دن کے لحاظ سے معنے کیے جائیں۔
تو اس طور سے ضرور ہے کہ اس واقعہ کے ظہور کی یکم اپریل سے امید رکھی جائے۔ کیونکہ الہام الٰہی
کے رُو سے ساتویں مارچ پچیس کے شمار میں داخل ہے۔ اس صورت میں پچیس دن مارچ کی اکتیس تاریخ
تک پورے ہو جاتے ہیں۔ تو اس طور پر پیشگوئی کے ظہور کا مہینہ اپریل ٹھہرا ہے مگر یہ سوال کہ وہ واقعہ
کیا ہے جسکی پیشگوئی کیگئی ہے۔ اس کا ہم اس وقت کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے بجز اس کے کہ
یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو
جائیگا۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ واقعہ ہماری ذات کے متعلق ہے یا ہمارے دوستون
کے متعلق یا دشمنون کے متعلق۔ جس امر کو خدا نے پوشیدہ کیا ہے ہم ظاہر نہیں کر سکتے بعد
اس کے ۱۲۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو مکرراً یہ بھی الہام ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ
(۲) انت منی وانا منک۔ (۳) ظہورک ظہوری۔ (۴) انت الذی طار الیّ روحہ
(۵) انی انا الله ذو الجود والعطاء (۶) انزل الرحمة علی من اشاء۔ ترجمہ اے عیسیٰ میں

تجھے تیری طبعی موت سے وفات دونگا اور اپنی طرف اُٹھا لونگا - تو مجھ سے ہے اور مَیں تجھ سے - تیرا ظہور
میرا ظہور ہو - تو وہ ہو جسکی روح نے میری طرف پرواز کیا - میں خدا ہوں صاحب جود اور بخشش - جس
پر چاہتا ہوں رحمت نازل کرتا ہوں - ۱۳ - مارچ ۱۹۰۷ء - (۱) لاہور میں ایک بے شرم ہو
ویل لک ولافکک - ترجمہ اے مخالف تیرے پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر - (۳) انی
نعیت - ترجمہ - مَیں نے ایک شخص کی موت کی خبر دی (۴) انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا - ترجمہ -
میں ہی خدا ہوں میرے سوا اور کوئی خدا نہیں - (۵) انّ اللّٰہ مع الصادقین ترجمہ خدا سچوں کے
ساتھ ہوتا ہو (یہ پیشگوئی آج پوری ہو گئی کہ آج ہی سول میں خبر آئی ہے کہ ڈوئی جس کے عذاب کے بارے میں
خبر دی تھی مرگیا یہ وہی ڈوئی ہے جسکو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا) (۶) ایک امتحان ہے بعض اُس میں پکڑے
جائیں گے اور بعض چھوڑے جائینگے - (۷) انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا - ترجمہ - خدا نے ارادہ کیا ہو - اے اہل خانہ کہ تمہاری پلیدی کو دُور کرے اور
تمہیں پاک کرے جیسا کہ حق ہو پاک کرنے کا - (یہ تیسری مرتبہ الہام ہوا واللّٰہ اعلم بالصواب) (۸) عجبنی
موتکم تمہاری موت نے مجھے تعجب میں ڈالا - (۹) یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی
طاعون پھیلے گی جو بہت ہی سخت ہوگی - (۱۰) ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مرینگے
(۱۱) واستوت علی الجودی - (یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہو وغیض الماء وقضی الامر واستوت
علی الجودی) یعنی پانی خشک کیا جائیگا اور جو کچھ ہمارا ارادہ ہو ہم پورا کرینگے اور کشتی جودی پر ٹھہر جائے گی -
۱۸ - مارچ ۱۹۰۷ء (۱) قدرت کے دروازے کھلے ہیں - (۲) نیکی یہی ہے کہ خدا کے احکام کو پورا کرنا (۳)
تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں - (۴) انی آنرتک وآثرتک - ترجمہ میں نے تجھے روشن کیا
اور تجھے برگزیدہ کیا - (۵) جو دعائیں آج قبول ہوئیں ان میں قوت اور شوکت اسلام بھی ہے - (۶) تیرے
لئے ایک خزانہ مخفی تھا - (۷) کل لک ولامرک - ترجمہ سب تیرے لئے اور تیرے حکم کے لئے ہو
(۸) یا اللّٰہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے - (۹) ایک موسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے
اسکو عزت دونگا - (۱۰) اجر الاثیم وأریہ الجحیم (ترجمہ حسب تفہیم) اور جس نے میرا گناہ کیا ہو میں اسکو گھسیٹونگا
گا اور اسکو دوزخ دکھلاؤنگا - (۱۱) بلجت ایاتی - ترجمہ میرے نشان ظاہر ہو جائینگے (۱۲) قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم
یلعبون - ترجمہ کہدے کہ اللّٰہ ہو اور پھر انکو چھوڑ دے - اپنی بے ہودگی میں لعب کریں (۱۹) مارچ ۱۹۰۷ء

۲ خواب میں منے دیکھا کہ میری بیوی مجھو کہتی ہو - کہ منے خدا کی مرضی کیلئے اپنی مرضی چھوڑ دی آسپر میں نے انکو جواب میں یہ کہا کہ اسی سے تو تم پر حسن چڑھا ہو یہ فقرہ اس فقرہ سے مشابہ ہو جو زبور میں ہو کہ تو حسن ۲۲

۲۲ میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہو - (۲) اردت زمان الزلزلة یعنی منے ارادہ کیا ہو کہ زلزلہ کا زمانہ آجاوے

تو ناچار جو علم اور امتیاز اور تیقظ بذریعہ حواس کے انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ حالت خواب مین بباعث تعطل حواس نہین رہتا کیونکہ جب حواس بوجہ غلبہ رطوبت مزاجی معطل ہو جاتے ہین۔ تو بالضرور اس فعل مین بھی فتور آجاتا ہے۔ پھر بعلت اس فتور کے انسان نہین سمجھ سکتا۔ کہ مین خواب مین ہون یا بیداری مین لیکن ایک اور حالت ہوتی ہے۔ کہ جس سے ارباب طلب اور اصحاب سلوک کبھی کبھی ممتنع اور محفوظ ہوجاتے ہین اور وہ یہ ہے کہ بباعث دوام مراقبہ و حضور و استیلاء شوق و غلبہ محبت ایک حالت غیبت حواس انپر وارد ہو جاتی ہے۔ جسکا یہ باعث نہین ہوتا کہ دماغ پر رطوبت مستولی ہو۔ بلکہ اس کا باعث صرف ذکر اور شہود کا استیلا ہوتا ہے۔ اس حالت مین چونکہ تعطل حواس بہت کم ہوتا ہے اس جہت سے اسبات پر متنبہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی قدر بیدار ہے خواب مین نہین اور نیز اپنے مکان اور اسکے تمام وضع پر بھی اطلاع رکھتا ہے یعنی جس مکان مین ہے اس مکان کو برابر شناخت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگون کی آواز بھی سنتا ہے۔ اور کل مکان کو بچشم خود دیکھتا ہے صرف کسی قدر بجذبہ غیبی غیبت حس ہوتی ہے۔ اور جو انسان خواب کی حالت مین اپنی رویا مین اپنے تئین بیدار معلوم کرتا ہے یہ علم بذریعہ حواس نہین بلکہ اس علم کا منشاء فقط روح ہے۔

دوسرا سوال آپ کا یہ ہے کہ فناء اتم نہایت غایت المراتب و مبادی الوصال مین علم حق رہتا ہے۔ یا نہین اول سمجھنا چاہیے۔ کہ فناء اتم عین وصال کا نام نہین۔ بلکہ امارات اور آثار وصال مین سے ہے۔ کیونکہ فناء اتم مراد اس حالت سے ہے کہ طالب حق خلق اور ارادات اور نفس کے باہر ہوجائے اور فعل اور ارادات الٰہی مین بکلی محو ہوجائے یہانتک کہ اسی کے ساتھ دیکھتا ہو اور اسی کے ساتھ سنتا ہو۔ اور اسی کے ساتھ پکڑتا ہو۔ اور اسی کے ساتھ چھوڑتا ہو۔ بس یہ تمام آثار وصال کے ہین نہ عین وصال اور عین وصال ایک بیچون اور بیچگون نور ہے۔ کہ جسکو اہل وصال شناخت کرتے ہین مگر بیان نہین کر سکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب طالب کمال وصال کا خدا کے لئے اپنے تمام وجود سے الگ ہو جاتا ہے اور کوئی حرکت اور سکون اسکا اپنے لئے نہین رہتا بلکہ سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے تو اسکو لطف عین الیقین کو

ایک روحانی موت پیش آتی ہے جو بقا کو مستلزم ہے۔ پس اس حالت مین گویا وہ بعد موت کے زندہ کہا جاتا ہے اور غیر اللہ کا وجود اسکی آنکھ مین باقی نہین رہتا یہانتک کہ غلبہ شہود ہستی الٰہی سے وہ اپنے وجود کو بھی نابود ہی خیال کرتا ہے پس یہ مقام عبودیت و فناء اتم ہے۔ کہ جو غایت سیر اولیا ہے۔ اور اسی مقام مین غیب سے باذن اللہ ایک نور سالک کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ جو تقریر او تحریر سے باہر ہے۔ غلبہ شہود کی ایک ایسی حالت ہے کہ جو علم الیقین اور عین الیقین کے مرتبہ سے برتر ہے صاحب شہود نام کو ایک علم تو ہے مگر ایسا علم جو اپنے ہی نفس پر وارد ہو گیا ہے جیسے کوئی آگ مین جل رہا ہے سو اگرچہ وہ بھی جلنے کا ایک علم رکھتا ہے۔ مگر وہ علم الیقین اور عین الیقین سے برتر ہے کبھی شہود تام بیخبری تک بھی نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور حالت سکر اور بیہوشی کی غلبہ کرتی ہے اس حالت سے یہ آیت مشابہ ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا لیکن حالت تام وہ ہے جسکی طرف اشارہ ہے۔ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى یہ حالت اہل جنت کو ہی نصیب ہوگی۔ پس غایت یہ ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ارشاد فرمایا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۸؍ مارچ ۱۸۹۳ء مطابق ۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۰ھ

مکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا والا نامہ پہنچا خداوند کریم آپ کو خوش و خرم رکھے آپ دقایق متصوفین سے سوال پیش کرتے ہین۔ اور یہ عاجز مفلس ہے محض حضرت ارحم الراحمین کی ستاری نے اس ہیچ اور ناچیز کو مجالس صالحین مین فروغ دیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم کاروبار قادر مطلق سے سخت حیران ہے کہ نہ عابد نہ زاہد کیونکر اخوان مومنین کی نظر مین بزرگی بخشتا ہے اسکی عنایات کی کیا ہی بلند شان ہے اور اس کے کام کیسے عجیب ہین۔ ع بندہ بدرگاہش بہ جاے رسند ٭ زما کہتر آتش چہ آید پسند ٭ مین آپکے سوالات کا جواب لکھتا ہون۔ آپ نے حالت فناء الفنا کی یہ تعریف لکھکر کہ وہ ایک ایسی حالت ہے کہ جسمین شعور سے ہی بیشعوری ہوتی ہے یہ سوال پیش کیا ہے کہ اس مرتبہ فنا مین کہ جو چہارم مرتبہ منجملہ مراتب فنا ہے اور حالت سکریت مین کیا فرق ہی

اور سکریت سے مراد آپ نے خواب عراقی لی ہے یعنی ایسا ہونا جسمین کچھ خبر نہ ہو سو جو کچھ خبر لئے میرے دلمین اسکا جواب ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ سکریت اور فنار الفنار مین موجب اور علت کا فرق ہے۔ یعنی سکریت کی حالت مین موجب اور علت ایک ظلمت ہے جو سکریت کے پیدا ہونے کا باعث ہے وجہ یہ ہے کہ سکریت اسی سے پیدا ہوتی ہے کہ رطوبت مزاجی دماغ پر سخت غلبہ کر لیتی ہے۔ یہان تک کہ دماغی قوتون کو ایسا دبا لیتی ہے کہ انسان بیہوش ہو کر سو جاتا ہے۔ اور کچھ ہوش نہین رہتا پس وہ چیز جس سے سکریت وجود پکڑتی ہے۔ ایک ظلمت ہے جو اپنی اصل حقیقت مین مغائر اور منافی حواس انسانی کی ہے جسکا غلبہ ایک ظلمانی حالت نفس پر طاری کر دیتا ہے۔ اور آلات احساس کو اسقدر معطل اور بیکاری مین ڈالتا ہے کہ انکو عجائبات روحانی کا ماجرا کچھ بھی یاد نہین رہتا لیکن فنار الفنا کی حالت کا موجب اور علت یعنی سبب ایک نور ہے یعنی تجلیات صفات الٰہیہ جو بعض اوقات بعض نفوس خاصہ مین ایک نعمت ہے ایک ربودگی پیدا کرتی ہے جسکی باعث سے شعور سے بیشعوری ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک نہایت لطیف اور تیز عطر بکثرت کسی مکان مین رکھا ہوا ہو۔ تو ضعیف الدماغ آدمی کی بعض اوقات قوت شامہ اس کثرت خوشبو سے مغلوب ہو کر ایسے بیحس ہو جاتی ہے۔ کہ کچھ شعور اس خوشبو کا باقی نہین رہتا غرض سکریت کی حالت پیدا ہونے کے لئے موثر ہے اور موجب ایک ظلمت ہے اور فنار الفنا کی حالت پیدا ہونیکے لئے موثر اور موجب ایک نور ہے اسکی مثال یہ ہے۔ کہ بینائی کے لئے دو طور کے مانع رویت ہوتے ہین یعنی دو سبب کے ایک سوجاکھے انسان کی دو آنکھیں دیکھنے سے رہ جاتی ہین۔ ایک تو سخت اندھیرا جسکی وجہ سے نور بینائی محجوب ہو جاتا ہے اور دیکھنے سے رک جاتا ہے۔ اور دیکھ نہین سکتا۔ یہ حالت تو سکریت کی حالت سے مشابہ ہے دوسرے مانع بصارت سخت روشنی ہے کہ جو بوجہ اپنی شدت اور تیزی شعاع کے آنکھ کو رویت کے فعل سے روکتی ہے اور دیکھنے سے بند کر دیتی ہے۔ جیسے یہ صورت اس حالت مین پیش آتی ہے کہ جب عضو بصارت کو ٹھیک ٹھیک سورج کے مقابلہ پر رکھا جاوے۔ یعنی جب آنکھون کو آفتاب کے سامنے کیا جاوے

کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ جب آنکھ آفتاب کے محاذات مین ٹکٹکی باندھے یعنی آفتاب کی آنکھ اور انسان کی آنکھ آمنے سامنے ہو جائین تو اسصورت مین بھی انسان کی آنکھ فعل بصارت کے بکلی معطل ہو جاتی ہے۔ اور روشنی کی شوکت اور ہیبت اسکو ایسا دباتی ہے کہ اوس کی تمام قوت بینائی اندر کی طرف بھاگتی ہے۔ پس یہ حالت فنار الفنار کی حالت سے مشابہ ہے۔ اور اس فقدان رویت مین جو دو طور ظلمت اور نور کی وجہ سے ظہور مین آتا ہی۔ سکریت اور فنار الفنار کے سمجھنے کے لئے بڑا نمونہ ہے۔ مگر باین ہمہ باطنی کیفیت جس کا باعث تجلیات الٰہیہ اور جذبات غلبیہ ہوتے ہین بیچون اور بیچگون ہے جسمین اجتماع ضدین بھی ممکن ہے۔ باوجود بے شعوری کے شعور بھی ہو سکتا ہے۔ اور باوجود شعور کے بیخبری بھی ہو سکتی ہے۔ مگر ظلماتی حالات مین اجتماع ضدین ممکن نہین۔ وہ عالم اس عالم سے بکلی امتیاز رکھتا ہے۔ فَلَا تضربوا للّٰہ الامثال الآیہ س ۱۴۔ اس آیت سے پہلے لکھا گیا تھا۔ فلما تجلّیٰ ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا الآیہ س ۱۴۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیہوش ہو کر گرنا ایک واقعہ نورانی تھا جسکا موجب کوئی جسمانی ظلمت نہ تھی۔ بلکہ تجلیات صفات الٰہیہ جو بغایت اشراق نور ظہور مین آئی تھین وہی اسکا موجب اور باعث تھین جنکی اشراق تام کیوجہ سے ایک عاجز بندہ عمران کا بیٹا بیہوش ہو کر گر پڑا اور اگر عنایت الٰہیہ اسکا تدارک نہ کرتی۔ تو اسی حالت مین گداز ہو کر نابود ہو جاتا۔ مگر یہ مرتبہ ترقیات کا انتہائی درجہ نہین انتہائی درجہ وہ ہے۔ جس کی نسبت لکھا ہے۔ ما زاغ البصر وما طغیٰ الآیہ س ۲۷ انسان زمانہ سیر سلوک مین اپنے واقعات کشفیہ مین بہت سی عجائبات دیکھتا ہے۔ اور انواع واقسام کے واردات اسپر وارد ہوتے ہین۔ مگر اعلےٰ مقام اس کا عبودیت ہے۔ جسکا لازمہ صحو ہے اور ہوشیاری اور سکر اور سطح سے بکلی بیزاری ہے۔ ھدانا اللّٰہ ایانا وایاکم صراط المستقیم الذین انعم علی النبیین والصدیقین ۵ والشھداء والصالحین وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین ۵ وعلیٰ اخوانکم من المؤمنین فقط ۔ ۲۵ مارچ ۱۸۸۳؁ء مطابق ۱۵ جمادی الاوّل ۱۳۰۰؁ھ

۹؎ مکرمی مخدومی مولوی عبدالقادر صاحب کی خدمت مین اس عاجز کا سلام مسنون پونچا دین۔

غرضیکہ قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات کریمہ موجود ہیں جو کہ صاف اور کھلے طور پر بتاتی ہیں کہ منافق دنیا اور آخرت میں ملعون اور ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد اور ایسے مخذول بل اور مطرود و متروک ہونگے - کہ جن کا دنیا بھر میں کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا - اور ان کے بالمقابل مؤمنوں کے لئے یہ بتاتی ہیں کہ مومن لوگ دنیا اور آخرت میں مورد رحمت و فضل آلہی اور معزز نہ کامیاب اور مظفر و منصور ہونگے کہ جن کا ناصر مومنوں اور فرشتوں کے علاوہ خود خدائے قدیر ذوالجلال والاکرم ہے - اور یہ دونوں ایسے کھلے امر ہیں کہ جن کے ثبوت میں کسی موافق اور مخالف کو شک اور تردد کی گنجائش نہیں ہے تو جب قرآن مجید نے مومنوں اور منافقوں کے درمیان یہ بین امتیاز بیان فرمایا ہے تو اب اس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے اسی قدر ضرورت باقی رہتی تھی - کہ واقعات صحیحہ پر نظر ڈالکر یہ فیصلہ کیا جاوے کہ حضرت ابوبکر رض عمر رض عثمان رض میں مومنوں والے علامات و آثار پائیگی ہیں - یا کہ منافقوں والے تو اہل سنت والجماعت کو جانے دو شیعہ لوگ خود اس امر کے قائل ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے ابوبکر رض مسند خلافت پر بیٹھا اور سب اہل اسلام پر فرمان روا ہوا - پھر اسکے بعد عمر رض خلافت پر بیٹھے اور پھر عثمان نے خوب کامیابی کے ساتھ خلافت کی - پھر یہی نہیں بلکہ شیعہ لوگوں کا پختہ اعتقاد ہے - کہ حضرت علی رض حقدار خلافت تھے اور آنحضرت نے اس کے لئے وصیت کر دی تھی - کہ میرے بعد علی رض ہی میرا خلیفہ ہو - اور آنحضرت ص کی وفات کے بعد حضرت علی اپنا حق خلافت حاصل کرنا چاہتے تھے - اور بہت کچھ آپنے کوشش بھی کی - لیکن پہلے تو ابوبکر نے حق خلافت جبراً اور قہراً حضرت علی سے غصب کر لیا - پھر ابوبکر رض کے بعد عمر رض نے اور عمر رض کے بعد عثمان رض نے - پس شیعہ کے اس مسلم تاریخی واقعہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید سے جو صفات مومنوں کے بیان کئے ہیں - وہ تو ابوبکر و عمر و عثمان میں اتم طور پر موجود ہیں - اور نعوذباللہ من ذالک) یہ صفات حضرت علی میں بالکل موجود نہیں بلکہ (نعوذ باللہ من ذالک) بقول کل شیعہ ان میں منافقوں کے صفات موجود تھے -

کیونکہ شیعہ صاحبان نے اوّل تو خلفاء ثلثہ اور حضرت علی رض کو متقابل دو فریق قرار دیا ہے - اور پھر دونوں کے مابین کے نزاع کا فیصلہ یہ بیان کیا ہے کہ خلفاء ثلثہ

یکے بعد دیگرے غالب اور مظفر و منصور اور کامیاب و معزز ہوئے - اور حضرت علی مغلوب اور متروک و مخذول اور وھموا بمالم ینالو کے مطابق سخت نامراد اور لن تجد لھم نصیراً کے موافق خالق اور مخلوق دونون کے مدد اور نصرت سے محروم اور سخت ذلیل دخوار ہوئے اور یہ ایسا کھلا معاملہ ہے - کہ اگر ادنی آدمی عقل والا انسان بھی اول قرآن مجید سے مومنون یا یون کہو کہ صحابہ کرام اور منافقون کے صفات تلاش کر کے ملحوظ رکھے اور پھر کل شیعہ کی متفق علیہ تاریخ کے مطابق خلفاء ثلثہ رض اور حضرت علی رض کے حالات کو اپنی نظر کے سامنے رکھے تو اس مین ذریکے برابر بھی اس کو شک نہ رہیگا کہ خلفاء ثلثہ اعلیٰ اور اکمل اور اتم درجہ کے مومن تھے اور حضرت علی (نعوذ باللہ من ذالک) منافق بلکہ رئیس المنافقین تھے

پھر اس پر طرفہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے علاوہ مذکورہ بالا صفات کے منافقون کی ایک کھلی کھلی اور موٹی بدیہی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب مومنون کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب اپنے گروہ کے لوگون سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں - جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے - وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ (اور جب مومنون کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب جاتے ہیں - اپنے شیطانون کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں - اور شیعہ صاحبان اس بات کے قایل ہیں کہ حضرت علی رض شیر خدا اسد الله الغالب خلفاء ثلثہ اور ان کے ساتھیون کو منافق مرتد اور بدترین کفار یقین کرتے تھے - اور اپنے لوگون کے آگے اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا کرتے تھے - لیکن باوجود شیر خدا اور اسد الله الغالب من کل غالب ہونے کے پھر بھی آپ کا یہ وطیرہ تھا - کہ خلفاء ثلثہ میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی اطاعت کا دم بھرتے اور ان کے پیچھے پنج وقتہ نمازین پڑھتے تھے - پس بالفاظ دیگر شیعہ صاحبان نے اس امر کا بھی اقرار کر لیا ہے کہ حضرت علی میں اور ان کے ساتھیون میں منافقون کی یہ کھلی کھلی صفت بھی کھلے طور پر موجود تھی - اور پھر تعجب یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کو یہ بات محسوس ہوئی کہ ہمارے اس عقیدہ سے شیر خدا (نعوذ باللہ من ذالک) منافق قرار پاتے ہیں - پر باوجود اس کے موجودہ اعتقاد سے دست بردار نہ ہوئے اور یہ ندا ایسی تھی جس سے بجز

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

اور چاہئیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نمبر ۴

فہرست مضامین

مسیح کے دو حواری صـ۱۱۷ تا ۱۳۴	ایڈیٹر
عربی سیکھنے کے آسان طریقے صـ۱۳۰ تا ۱۳۴	حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
مکتوبات امام الزمان صـ۱۹-۲۰	"
ڈایری حضرت اقدس	ایڈیٹر
خدا کے ظہری نشان صـ۱۳۵-۱۳۸	ایڈیٹر
ٹائیٹل پیج وحی الٰہی	

Digitized by Khilafat Library

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ - اپریل ۱۹۰۷ء کو
قادیان دار الامان سے شایع ہوا -

۲۴ - مارچ ۱۹۰۶ء لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا۔

(۲) اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ ۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اس کی نصرت اور حفاظت کروں گا۔

۲۵ - مارچ ۱۹۰۶ء ۔ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔ ترجمہ ۔ ہم قسم کھاتے ہیں وقت چاشت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لیوے کل چیزوں کو تیرے پروردگار نے تجھے چھوڑ نہیں دیا اور نہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے۔

(۲) واللہ لولا الاکرام ۔ لہلک المقام ۔ قسم ہے اللہ کی کہ اگر تمہارا اکرام ہمکو منظور نہ ہوتا تو یہ مقام ہلاک ہو جاتا۔

(۳) اکرام تسمع بہ الموتی۔ تیرا ایسا اکرام کروں گا کہ اسکے ذریعہ تو مردوں کو سنا ئیگا۔

(۴) علمہ عند ربی لا یضل ربی ولا ینسی ۔ ترجمہ اسکا علم میرے رب کو ہے میرا رب نہ بے راہ ہوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

(۵) لا تخطا قدم العامۃ قدم النبی ۔ ترجمہ عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کر سکتا۔

(۶) بلغت قدم الرسول ترجمہ میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں۔

(۷) انی علی کل شیئ قدیر ۔ بیشک میں ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہوں۔

۲۷ - مارچ ۱۹۰۶ء کل واحد منہم تلج ۔ (۲) انقلب علی عقبیہ ۔

(۳) لقد اثرک اللہ علینا ۔

۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء ۱- "میرا دشمن ہلاک ہو گیا ہے" اسد لیکھا خدا نال جا پیا اے" (نشر یح) یعنی عنقریب میرا دشمن ہلاک ہو جائیگا اور پھر اس کا خدا سے معاملہ پڑیگا

۲- میرے دشمن ہلاک ہو گئے ۔ ۳- ان اللہ مع الابرار یعنی دشمن کہ ہیں عنقریب

ما۔ جیسا کہ خدا کے فضل سے الٰہی بخش سو مراج اور اچھرا اس ہفتہ میں اس الہام کے بعد جس شایع ہو نیکے ہلاک ہو گئے ۔ ۱۔ معلوم نہیں آئندہ کون کون اس الہام کے مصداق ٹھہرینگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیح کے دو حواری

Digitized by Khilafat Library

چونکہ اِس زمانہ میں عیسائیت کا بہت کچھ زور ہے - اور ہر طرف اور ہر کونہ میں جہان کہیں کہ انسان کی رہائش ہے - بلکہ ان جگہون مین جہان انسان کا قدم بھی نہیں پڑا - آجکل عیسائی اقوام کا جھنڈہ کھڑا نظر آتا ہے - اور دنیا کے چارون کونون میں عیسائی حکمومت کر رہے ہیں - اور جہان کہیں اُن کی حکمومت نہیں ہے - وہان کم سے کم اُن کی تجارتی کمپنیان ضرور قائم ہیں - پس اِن کی اِس شان و شوکت اور جلال کو دیکھکر ہر ایک آنکھ اور ہر ایک کان اور ہر ایک دل اِس طرف متوجہ ہو گیا ہے - کہ چونکہ یہ لوگ ایسے عقلمند ہیں - کہ روزمرّہ کی تجویزون اور آئے دن کی کوششوں کے سبب سے انہون نے دنیا کا کوئی ملک نہیں چھوڑا - جہان کچھ نہ کچھ اپنا قدم نہ جما لیا ہو - تو اس لئے اُن کے مذہب کو بھی ضرور دیکھنا چاہئے - اور اُس پر ایک گہرے غور فکر اور تدبّر کی نظر ڈالنی چاہئے - کہ آیا اُس میں بھی انہون نے ویسی ہی عقلمندی دانائی اور ہوشیاری سے کام لیا ہے - اور سوچ سمجھ کر اِس مذہب کو اختیار کیا ہے - یا یونہی بغیر دور اندیشی اور حق بینی کے اپنے باپ دادوں کے اقوال کی تائید کی ہے - اور قطع نظر اس کے کہ یہ مذہب کیسا ہے - آباؤ اجداد کی لکیر کے فقیر بن گئے ہیں - اور اِس امر کی تحقیق کے لئے - ہر ایک ملک اور ہر ایک صوبے کے لوگ خواہ وہ کسی مذہب یا ملت سے ہوں کوشان ہیں - اور بائبل سوسائیٹیون نے انجیل اور عیسائیت کے متعلق دوسری کتب کو عام طور سے شایع کر کے اور ہر ملک میں پھیلا کر اور عیسائی واعظون نے انجیلی تعلیم کے متعلق ہر شہر و دیار میں لکچر دے کر عام مخلوقات کو اِس معاملہ کی نسبت ٹھیک ٹھیک رائے قائم کرنے میں بہت کچھ مدد دی ہے - اور عام طور سے جو فیصلہ عیسائیت کی نسبت دیا گیا ہے - وہ چندان انکے مفید نہیں ہے بلکہ اسکے برخلاف جہان کہیں کچھ مدت تک عیسائیت کے متعلق وعظ

کئے گئے ہیں۔ یا کوئی باقاعدہ سوسائٹی قائم کی گئی ہے۔ تو لوگ عیسائیت سے متنفر اور پادریوں سے بدظن ہو گئے ہیں۔ اور انجیلی تعلیم کو دیکھکر عام طور پر لوگوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں اور اس کے چہرہ پر انسانی دستکاری سے بہت سی نقاشیاں اور رنگ آمیزیاں کی گئی ہیں۔ اور اگر یہ تعلیم خدا کی طرف سے تھی بھی تو اب اس قابل نہیں۔ کہ اس پر عمل کر کے انسان روحانی زندگی کے کسی اعلیٰ معیار پر کھڑا ہو سکے ... بلکہ اس کے بانی کے کارناموں اور ساری عمر کی کوششوں کے نتیجہ پر اگر نظر کیجائے۔ تو ہم سوائے حیرت اور تعجب کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ زمانہ تو یسوع سے انیس ۱۹ سو برس بعد کا ہے۔ اس میں عیسائیوں کی حالت پر کوئی رائے قائم کرنا شائد کسی قدر اچھا نہ سمجھا جائے۔ مگر خود یسوع کے زمانہ میں انجیلی تعلیم کا اثر جو کچھ بھی بنی نوع انسان پر ہوا۔ اس کو خوب دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے پھر ایک رائے قائم کرنا۔ زیادہ مناسب اور بہت عمدہ ہوگا۔ مگر جب اس امتحان میں بھی عیسائی مذہب پورا نہ اُترے تو کیوں لوگ اس سے متنفر نہ ہوں۔ اور چونکہ ہم اس وقت ... انجیل کی تعلیم پر کوئی ریویو نہیں کرنا چاہتے اس لئے اس بحث کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس تعلیم کا نمونہ یسوع کے حواریوں نے ہمکو کیا دکھایا اور وہ کیا اثر تھا۔ جو کہ اُن کے دلوں پر اس تعلیم سے ہوا۔ اور اس سے پہلے ہم اتنا لکھدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ خود عیسائیوں کو بھی انجیل کے سچا ہونے میں شک ہے۔ اور اس وقت اکثر عیسائی جب اپنے مذہب پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا اختیار اپنے مذہب کی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی طبیعت کا سب سے زیادہ رجحان اس طرف ہے۔ کہ انجیل ایک نامعلوم زمانہ میں بنائی گئی ہے۔ اور اس کا سلسلہ یسوع کے حواریوں سے نہیں ملتا۔ اور اس کی وجہ سے بہت سے عیسائیوں کی طبیعت خود بخود اس مذہب سے متنفر ہو رہی ہے۔ اور وہ اس مذہب کو بعض عجیب وغریب اور بعید از قیاس خیالات اور وہموں کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ مگر جو کچھ بھی ہو۔ ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ یہ تعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ ہم اس تعلیم کے اثر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس پر بعض متعصب عیسائی فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہایت قابل شرم اثر ہے۔ اور ایک

اور بات ہے جو کہ ہم اِس مضمون سے پہلے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک نبی کی بعثت کی غرض کیا ہوتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس پر اکثر مذاہب متفق ہیں۔ اِس لئے ہم کو کسی ایسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں جس سے کہ ہم یہ ثابت کریں۔ کہ کسی نبی کی بعثت صرف اِس لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک قوم کی اصلاح کرے۔ اور اُن بدیون کو دور کرے جو کہ اُس کی قوم میں امتداد زمانہ اور خدا سے دُوری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور خاص کر عیسائی تو اِس بات کو ضرور ہی مانتے ہیں۔ کیونکہ توریت میں بار بار اِس کا ذکر آتا ہے۔ کہ نبی قوم کی بدیون کو دور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور خود یسوع بھی جس کو یہ لوگ خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔۔۔۔ اپنی بعثت کا سبب یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ قوم کی بدیون اور گناہون کی وجہ سے وہ اِس دنیا میں خدا کی طرف سے معمور ہو کر آیا ہے۔ اور اب وہ بنی اسرائیل کے گھرانون سے ناپاکیون کو دور کریگا۔ پس نبی کی سچائی کی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اُس کی تعلیم کے اثر سے کچھ نہ کچھ آدمی ایسے بھی پیدا ہو جائیں۔ جو کہ اُس کے منشار کے مطابق خدا اور رسول کے حکمون کے طابع ہون۔ اور اپنی جان و مال سے ارادۂ الٰہی کی تکمیل کی مدد کریں۔ تاکہ ایسا ہو۔ کہ خدا اُن کی مدد کرے اور میرا مطلب اِس مضمون کے لکھنے سے یہی ہے۔ کہ اناجیل سے مسیح کی تعلیم کا جو اثر حواریون پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایسا بُرا اور قابل شرم ہے۔ کہ عیسائی مذہب باوجود اُس اثر کے اقرار کرنے کے اپنے آپ کو سچا ثابت نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی میں یہ بھی ثابت کرون گا۔ کہ آنحضرت صلعم جو کہ خدا کے سچے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اُن کی اُمت کے مسیح کی تعلیم کا وہ اثر پڑا ہے۔ کہ برخلاف حواریوں کے اُس کے مرید اُس کے کہے پر جان و دل سے عمل کرنے کو تیار ہیں اور دیکھنا چاہیے۔ کہ مسیح نے اپنے مبعوث ہونے کی غرض ہی یہ رکھی ہے۔ کہ وہ لوگون کو پاک کرے۔ جیسا کہ متی باب ۴ آیت ۱۷ میں لکھا ہے کہ وہ اُسی وقت سے مسیح نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو کیونکہ

آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی،، اور پھر یوحنا بھی خبر دیتا ہے کہ ''اپنے لوگون کو اُن کے گناہون سے بچائیگا،، ۔جیساکہ متی باب ایک آیت ۲۱ مین آتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔کہ یسوع کے آنے کی غرض پہلے انبیاء نے بھی اور خود اُس نے بھی یہی قرار دی تھی ۔کہ ایسے لوگ پیدا کئے جائیں ۔جو کہ گناہوں نے بچکین اور حق کے قبول کرنے مین دلیری سے کام لیں ۔ اور اِس غرض کے پورا کرنے کے لئے مسیح نے اپنی عمر کے تین برس خرچ کئے ہیں ۔کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے ۔کہ مسیح نے اپنی عمر کے تیسویں برس مین تبلیغ کا کام شروع کیا تھا ۔ اور تینتیسوان سال تھا ۔جب کہ اُس کو سولی دی گئی اور یہ تین سال اُس نے بہت ہی تکلیف سے اور دکھ سے گزارے ہیں ۔ جیسا کہ خود اُسی کا قول متی باب آٹھ آیت بیس۲ میں ہے کہ ''لومڑیون کے لئے مانديں ۔ اور ہوا کے پرندون کے واسطے بسیرے ہیں ۔ پر ابنِ آدم کے لئے جگہ نہیں ۔جہان اپنا سر دھرے،، اور اس طرح مسیح اِس تکلیف کا اظہار کرتا ہے ۔جو کہ اُس کو اپنی بعثت کی غرض کے پورا کرنے کی کوشش میں پیش آئی ۔ اور یہان تک کہ وہ اُس وقت کے لوگون سے چھپتا پھرتا تھا ! اور ڈرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ مجھ کو پکڑ کر سزا نہ دیں ۔ مگر باوجود اس قدر تکلیف اور دکھ کے اُس نے اپنے کام کو نہ چھوڑا اور ہر قسم کے دکھ اور آزاد برداشت کرکے لوگون کو وعظ و نصیحت کرتا رہا ۔ اور آخرکار اُسے بارہ حواری ایسے ملے جنھون نے اُس کی بات کو سُنا ۔ اور جو اُس کے خلمون پر کاربند ہونے کے لئے کمر بستہ ہوگئے ۔ اور ہر وقت اُس کی صحبت میں رہنے لگے اور اسی وجہ سے مسیح نے خوش ہوکر اُن سے بارہ تختون کا وعدہ کیا ۔ اور حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ۔تلواریں خرید و خواہ کپڑے ہی کیون نہ بیچنے پڑیں ۔ بلکہ اُن کے حق میں فرمایا کہ ''جو تمہیں قبول کرتا ہے ۔مجھے قبول کرتا ہے ۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے ۔اُسے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے،، پس اِس طرح حواریوں پر ایمان لانا گویا کہ مسیح پر ایمان لانا ہے ۔بلکہ خود خدا پر ایمان لانا ہے ۔ اور اِس کے برخلاف انکا انکار مسیح کا انکار بلکہ خدا کا انکار ہے ۔مگر افسوس کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حواریوں کا ایمان قطعاً اس قابل نہیں تھا ۔کہ اُس پر کوئی بھروسہ کیا جاتا ۔ اور اُس تعلیم کا اثر جو کہ مسیح نے

اُن کو دی - اُن پر صرف اس قدر پڑا ہے - کہ مسیح کے پکڑے جانے کے وقت تمام
حواری اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہی نہیں ان میں سے ایک نے مسیح کی تعلیم پر لعنت
کی اور اُسکو بہت کچھ بُرا بھلا کہا - اور اس کے جاننے سے بھی انکار کیا - اور اس طرح اپنی جان
بچائی حالانکہ مسیح نے ان کو یہ تعلیم دی تھی - کہ "جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے - اُسے کھوئیگا
پر جو میرے واسطے اپنی جان کھوئیگا - اُسے پائیگا" متی باب ۱۰ آیت ۳۹ میں - اور اب
ہم وہ تمام واقعہ لکھتے ہیں - جس سے کہ حواریوں کا امتحان لیا گیا ہے - مگر وہ اُس میں ایسے کمزور
اور بودے نکلے - کہ خود مسیح کی تعلیم پر بھی ایک بدنما دھبہ لگا گئے اور وہ واقعہ یہ ہے
کہ مسیح اپنی تعلیم دینے کے تیسرے سال کے بعد یہودیوں کے ہاتھ سے پکڑا گیا اور
پکڑوایا بھی اُس کو اُس کے خاص حواری یہودا اسکریوتی نے - اور پکڑا جانے سے پہلے
مسیح نے بار بار دعا مانگی کہ اے خدا مجھکو بچالے اور ممکن ہو تو مجھ سے یہ پیالا ٹال
دے - اور اُس وقت اُس نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم بھی دعا مانگو - اور رُو رُو
کر خدا سے التجا کرو - تاکہ وہ امتحان جو کہ تم پر وارد ہونے والا ہے - اُس شر سے محفوظ رہو
مگر جب وہ واپس آیا تو وہ سوے ہوے تھے - مسیح نے عاجزانہ طور سے اُنہیں کہا - متی
باب ۲۶ آیت ۳۸ "کہ میرا دل نہایت غمگین ہے - بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم
یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو" اور آگے لکھا ہے کہ "اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے
بل گرا اور دعا مانگتے ہوے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے
جس سے کہ اُس کی غمگین اور اُداس حالت کا خوب پتہ لگتا ہے - اور ایسی حالت میں حواریوں کا اپنا
فرض تھا کہ وہ اُٹھتے اور گڑگڑاتے ہوے خدا کی درگاہ میں گر پڑتے اور غم اور فکر کے مارے
مر ہی جاتے کیونکہ اُس وقت اُن کے نجات دہندہ مسیح پر ایک آفت کا وقت اور تکلیف
کا گھنٹہ تھا اور چاہیئے تھا کہ ساری رات دعا کرتے اور اس قدر آہوزاری کرتے کہ اُن
کی دعا سُنی جاتی ورنہ کم سے کم وفاداری کا حق ادا کرتے اور وہ شخص جس نے اُن کے دین کی خاطر
بڑی بڑی تکلیفیں اور دکھ اُٹھائے تھے اور جسنے اُن کے ایمان کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ
نہیں کی تھی اُس کی تکلیف کے وقت وہ رونے چلاتے اور اس قدر غم کرتے کہ زمین کانپ

جانی اور عرش ہل جاتا۔ اور اگر خود انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو جب مسیح نے اُن سے التجا کی کہ وہ جاگیں اور دعا مانگیں اور خدا کے آگے عاجزانہ طور سے آہ و زاری کریں تو اُن کو چاہئے تھا کہ وہ اُس کی بات سنتے اور دعا مانگتے اور اپنے اوستاد کے غم سے خود بھی غمگین ہوتے اور جب کہ مسیح کی زندگی سے اُن کو اور دوسرے فوائد کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ اُس کی صحبت سے وہ دین میں کامل ہوتے اور اُن رموزات الٰہیہ سے واقف ہوتے جنکو سوائے مسیح کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تین برس کی وہ محنت جو کہ اُسنے حواریوں کے نیک بنانے میں کی تھی۔ بالکل رائگان اور فضول تھی۔ اور اس تعلیم نے جو کہ اُس نے حواریوں کو دی تھی اُن کے دل میں اتنا اثر بھی نہیں کیا کہ آئندہ تعلیم کے لئے ان کے دل میں شوق پیدا ہو جاتا اور جب کہ انکو معلوم ہوا کہ اُن کا استاد یعنی یسوع اُن سے جدا ہونے لگا تو چاہئے تھا کہ وہ سخت بے قرار ہوتے اور فکر سے سر نہ اٹھا سکتے مگر برخلاف اِس کے وہ اُس رات کو بھی بڑے آرام اور چین سے سوئے اور تین دفعہ مسیح نے گھبرا کر انکو جگایا اور دعا کی تاکید کی۔ مگر اُس نے اُن کو جب دیکھا تو سوتا ہی پایا اور تعجب ہی کہ مسیح تو تین برس تک اُن کے لئے تکالیف اٹھاتا رہا اور رنج و غم سہتا رہا۔ مگر وہ ایک رات کے لئے بھی اُس کے لئے نہ جاگ سکے۔ اور یہ بات سوائے ان دو باتوں کے نہیں ہو سکتی کہ یا تو حواری مسیح سے کوئی الفت اور محبت نہیں رکھتے تھے۔ یا اُن کو اسکی بات پر اعتبار نہ تھا۔ پس اگر پہلی صورت تھی اور حواری مسیح سے کوئی محبت نہیں رکھتے تھے تو بھی مسیح کی تعلیم ناقص ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح نے تین سال تک کوشش اور سعی کرکے بارہ حواری پیدا کئے۔ اور اُس کو انپر اس قدر فخر اور ناز تھا۔ کہ وہ کہتا ہے کہ ان کا ماننا میرا ماننا ہے اور اُن کا انکار میرا انکار ہے۔ مگر جب امتحان کا وقت آیا۔ اور آزمائش کی چادر ان پر ڈالی گئی تو وہ مسیح کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے اور اگر دوسری صورت ہے۔ اور اُن لوگوں کو مسیح کی بات پر اعتبار نہ تھا۔ تو پھر ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ مذہب کے بارہ میں انہوں نے اُس پر اعتبار کر لیا اور اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف کسی غرض سے انہوں نے مسیح کو قبول کیا تھا۔ ورنہ مذہبی طور سے وہ اُسکو جھوٹا اور مفتری سمجھتے تھے اور اُس صورت میں بھی ان کو مسیح سے محبت نہیں ہو سکتی

پس مسیح کی تمام کوششیں اور محنتیں محض فضول اور بیہودہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور اُس کی تعلیم کا کوئی ایسا اثر ہم کو نظر نہیں آتا۔ جو تسکین دہ ہو۔ بلکہ انجیل میں لکھا ہے کہ ”تب ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا۔ جو میں تمہیں اُسے پکڑوا دوں تو مجھ کیا دو گے۔ تب انہوں نے اُس سے تیس روپے کا اقرار کیا اور وہ اس وقت سے اُسے پکڑوانے کے لیے قابو ڈھونڈھتا تھا“۔ دیکھنا چاہیئے کہ کیسا گندہ وہ اثر ہے جو حواریوں کے دلوں پر ہوا ہے۔ تیس روپے کی حقیقت ہی کیا ہے جس کے لئے وہ اپنے استاد کو پکڑواتا ہے اور اُس سلوک اور مہربانی کا خیال نہیں کرتا جو کہ اُس نے اس پر کی اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حواری اُن دو میں سے ایک ہے جن کی نسبت ہم اِس مضمون میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور جنہوں نے وفا اور حیاد ونوں کو پامال کیا اور اپنے اُستاد کو تکلیف کے وقت میں اکیلا چھوڑ دیا تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ اُس کا ساتھ دینے میں اُن کو بھی کوئی تکلیف پہنچ جائے اور مرقس باب چودہ آیت اٹھارہ میں ہے کہ جب ”وے بیٹھ کے کھانا کھانے لگے یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایک تم میں ہے جو میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ مجھے پکڑوائے گا“ اس جگہ بھی یسوع یہودا اسکریوتی پر افسوس ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ”افسوس اُس شخص پر جس کے وسیلہ ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اُس آدمی کے لئے بہتر تھا کہ پیدا نہ ہوتا“ اور اِس کلام کا بھی کوئی اثر یہودا اسکریوتی پر نہیں ہوا۔ بلکہ باوجود مسیح کے اس قدر گھبرانے اور یہودا پر افسوس کرنے کے وہ کھانا کھانے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ اور فریسیوں کو لیکر اس کے پکڑوانے کے لئے آیا۔ اور پکڑنے والوں کو یہ پتہ بتلایا۔ ”کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اُسے تم پکڑ کے حفاظت سے لیجاؤ“۔ پس یہ تو ایک حواری ہے۔ جس نے باوجود استاد یعنی یسوع کے بہت سے احسانات کے صرف تیس روپے کے لئے پکڑوایا اور باوجود اِس کے کہ اُسنے یہ بھی کہا کہ افسوس ہے اُس پر جو مجھے پکڑوائیگا اور اُس طرح گویا کہ التجا کی کہ مجھکو نہ پکڑواؤ مگر اُس نے کوئی پرواہ نہ کی اور اُس کو پکڑوا دیا۔ اور یہ ایک دنیاوی ذریعہ تھا۔ جس کی وجہ سے یسوع پکڑا گیا اور اگر یہ سبب نہ ہوتا تو وہ پکڑا نہ جاتا۔ مگر ایک اور روحانی ذریعہ تھا۔ جس سے وہ بچ سکتا تھا۔ اور وہ اُس

کی دعا تھی - مگر اُس میں بھی حواریوں نے سخت سستی دکھلائی ہے - جیسا کہ میں کچھ پہلے لکھ آیا ہوں اور کچھ اس موقعہ پر لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے - مرقس باب ۱۴ آیت ۳۳ تا ۴۲ " پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لیا اور وہ گھبرانے اور بہت اُداس ہونے لگا اور ان سے کہا کہ میری جان کا غم موت کا سا ہے تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو اور وہ تھوڑا آگے جا کر زمین پر گرا اور دعا مانگی - کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے اِس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے - لیکن نہ وہ جو میں چاہتا ہوں - بلکہ جو تو چاہتا ہے - پھر وہ آیا اور انہیں سوتے پایا اور پطرس کو کہا اے شمعون تو سوتا ہے - کیا تو ایک گھڑی جاگ نہ سکا - جاگتے رہو اور دعا مانگو تا ایسا نہ ہو کہ تم امتحان میں پڑو روح تو مستعد پر جسم سُست ہے وہ پھر گیا اور وہی بات دعا میں مانگی اور پھر آ کے اُنہیں سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں بھاری تھیں اور وے نہیں جانتے تھے کہ اُس کا کیا جواب دیویں پھر تیسری بار آ کے انہیں کہا کہ اب سوتے رہو اور آرام کرو بس وقت آ پہنچا دیکھو ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھوں میں حوالہ کیا جاتا ہے - اُٹھو ہم چلیں دیکھو وہ جو مجھے پکڑواتا ہے نزدیک ہے " اِس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یسوع سخت گھبراہٹ اور پریشانی میں گرفتار تھا اور اِس لئے وہ اپنے ساتھیوں کو ترغیب دلاتا تھا - کہ وہ اُس کے لئے دعا کریں اور آہ و زاری کریں تا ایسا ہو کہ خدا کسی کی سُنے اور وہ آنے والی مصیبت اُس پر سے ٹل جائے - اور یسوع اور حواری جانتے تھے کہ دنیاوی وسیلہ تو اب کوئی رہا نہیں کیونکہ اپنے میں سے ہی ایک آدمی نے فریسیوں کو پتہ بتا دیا ہے اور صرف دعا کا ہی بھروسہ ہے مگر . . . یسوع کے بار بار کہنے پر بھی اُن کے دلوں میں کوئی جوش پیدا نہیں ہوا - بلکہ مسیح تو اکیلا زمین پر پڑا ہوا رو رہا گیا - اور حواری مزے سے سوتے رہے اور اتنا ہی خیال نہ کیا کہ اپنے استاد اور نبی کو تسلی ہی دیں اُس کے لئے دعا ہی مانگیں - ایک چھوٹا سا بچہ بیمار ہوتا ہے تو اُس کے والدین ساری رات جاگتے ہیں - حالانکہ اُس کی کوئی ہستی ہی نہیں ہوتی . اور ایک باپ یا اگر بیمار ہو نے پر بچے سراسیمہ و پریشان ہوتے اور اُس کیلئے دعائیں مانگتے . . . . . . ہیں - اور اس قدر آہ و زاری کرتے ہیں کہ دیکھنے

والون کا کلیجہ ہل جاتا ہے۔ مگر یسوع جسکو عیسائی خدا کا بیٹا اور اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں اُس کی موت کا وقت آیا اور غم اور فکر نے اس کی کمر توڑی اور حواری آرام سے سوتے رہے انہون نے اُس کا اتنا بھی خیال نہ کیا جتنا ایک چھوٹے بچے کا اُس کے رشتہ دار یا ایک ہمسائے کا ہمسایا خیال رکھتا ہے۔ مسیح بار بار چلاتا تھا۔ اور روتے ہوئے کہتا تھا۔ کہ "میری جان کا غم موت سا ہے"۔ اور پھر منہ کے بل گر کے دعا مانگتا تھا کہ "اے ابا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے"۔ مگر حواری اس آہ و زاری کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے مسیح ان کی حالت کو دیکھکر کیا خیال کرتا ہوگا۔ اور ایسی تعلیم پر اُس کو کیا بھروسہ رہگیا ہوگا۔ غرضیکہ اس طرح وہ دروازہ جو دعا کے رنگ میں کھلا تھا اور جس میں سے گزر کر مسیح سنگدل دشمنوں کے قبضے سے بچ سکتا تھا۔ صرف حواریوں کی کم ایمانی بلکہ بے ایمانی کی وجہ سے بند کیا گیا اور ان کا استاد جس نے ان پر بہت کچھ احسانات کئے تھے آخر کار اُن دشمنون کے قبضہ میں آگیا جنکی نسبت اس کا خیال تھا کہ وہ اُن کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ پس یہ تو عام طور سے حواریون کا حال تھا جو کہ مسیح کے چند سو مریدون میں سے چنے ہوئے تھے اور جن پر اُس کو ایسا بھروسہ تھا۔ کہ ان پر ایمان لانے کو وہ اپنے پر ایمان لانا بلکہ خدا پر ایمان لانا قرار دیتا تھا۔ پس جبکہ ایسے لوگ پھر گئے۔ تو باقیون کا حال تو ظاہر ہی ہے۔ بلکہ اس موقعہ پر باقیون کا کوئی ذکر ہی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو۔ کہ وہ پاس بھی نہیں آئے اور حواریون نے نہ صرف دعا سے وقت کوتاہی کی اور مسیح کی تکلیف کے وقت اُس کی مدد نہ کی اور ساتھ دینے سے جی چرایا بلکہ انہون نے مسیح کے پکڑے جانے کے وقت اتنی دلیری بھی نہیں کی کہ وہان کھڑے ہی رہتے بلکہ لکھا ہے کہ "وہ وہان سے کھسک گئے"۔ جیساکہ مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ میں ہے کہ "تب وے سب اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے"۔ اور اس کے علاوہ ایک حواری کا خاص طور پر میں ذکر کر آیا ہون جو کہ یہودا اسکریوطی تھا اور جس نے اپنے استاد کو تیس روپے پر بیچ دیا اور اب میں دوسرے حواری کا ذکر کرنا چاہتا ہون جس کا نام پطرس یا شمعون تھا۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہ مسیح کی وفات کے بعد جیساکہ عیسائی کہتے ہیں حواریون کا ایک طرح سے سرگروہ بنا ہے اور جس کے بہت سے معجزے کتاب اعمال میں لکھے ہیں اس شخص نے دعوی کیا تھا اور مسیح کو کہا تھا کہ "اگرچہ سب ٹھوکر کھائیں پر میں نہ کھاؤنگا"۔ اور اس طرح گویا کہ اس نے

اپنا ایمان ثابت کرنا چاہا تھا اور یہ ظاہر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کہ وہ خدا کے نزدیک جو کہ مسیح سے اسکو ملا تھا بالکل نوبری اسوقت جبکہ مسیح نے گھبرا کر اور آنیوالی مصیبت سے خوف زدہ ہو کر چاہا کہ خدا سے التجا کرے۔ کہ وہ اس امتحان کو ٹالدے اور اسنے ایک جگہ جا کر عاجزی سے دعا مانگنی شروع کی تو یہی پطرس تھا جو باوجود بار بار اٹھائے جانیکے پھر سو جاتا اور ہرگز ہرگز اپنے استاد کی بریت کے لئے دعا مانگنے کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا اور پھر جبکہ تمام حواری بھاگ گئے تو اسوقت یہ چھپ کر دیکھنے گیا کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور مسیح سے کیا سلوک کیا جاتا ہے اور وہاں پہنچکر نوکروں میں بیٹھا تاکہ اسکو کوئی پہچان نہ سکے اور وہاں اسکے ساتھ جو کچھ واقعہ ہوا اسکو انجیل ان الفاظ میں بیان کرتی ہے جیسا کہ متی باب ۲۶ آیت ۶۹ تا ۷۵ میں ہے "جب پطرس باہر دالان میں بیٹھا ہوا تھا ایک لونڈی نے اسکے پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کیساتھ تھا پر اسنے سب کے سامنے انکار کر کے کہا میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے پھر جب وہ اسارہ کی طرف باہر چلا ایک دوسری نے اسے دیکھکر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اسنے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو وہاں کھڑے تھے پھر اس پاس آکے کہا بیشک تو بھی انمیں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اسنے لعنت بھیجکر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا وہیں مرغ نے بانگ دی" پس یہ دوسرا حواری ہے جسنے امتحان کیوقت ایسا بُرا نمونہ دکھایا کہ نہ صرف جھوٹ ہی بولا بلکہ یسوع پر لعنت بھی کی پس حواریوں کو دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی تعلیم اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس سے کوئی ایسی قوم پیدا ہو سکے جو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور ان دو حواریوں نے ایسا قابل شرم نمونہ دکھایا ہے۔ کہ اگر قرآن مسیح پر سے الزامات کو دور نہ کرتا تو قریب تھا کہ تمام دنیا میں وہ ایک بہت ہی فریبی (نعوذ باللہ) اور بدباطن انسان سمجھا جاتا اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اسنے قرآن شریف کے ذریعہ ان تہمتوں کو جو کہ مسیح پر لگائی گئی ہیں دور کیا ورنہ حواریوں کا چلن اور دیگر باتیں جو کہ انجیل ظاہر کرتی ہے وہ اس قابل نہیں کہ عام طور سے پیش کی جائیں بلکہ گرجا کی چاردیواری کے اندر ایک گوشہ میں چھپا رکھنے کے لایق ہیں کیونکہ انکو دیکھکر اور سنکر ایک دنیا مسیح سے بدظن ہو رہی ہے اب ہم دوسری بات شروع کرتے ہیں یعنی مسیح محمدی کے حواریوں کا ذکر کرتے ہیں کہ برخلاف ان بزدل اور ڈرپوک حواریوں کے جنہوں نے مسیح ناصری کا ساتھ چھوڑ دیا ان لوگوں نے اپنے جان مال اور

آبرو کی پرواہ نہ کر کے ان اعتقادات کو نہیں چھوڑا جنکی ان کو تعلیم دی گئی تھی اور یہ ایک ایسی بات ہے
جو کہ اسکی سچائی اور اسلام کی سچائی کا ایک بین ثبوت ہے کیونکہ اس مسیح کی تعلیم سے ایسے انسان پیدا
ہوئے ہیں جنہوں نے گناہوں کو ترک کر دینے اور خدا کے حکموں کے قبول کرنے میں طاقت سے بڑھکر نمونہ دکھایا
ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی سنت کے موافق بہت ہیں جو تکلیف دئے گئے ہیں اور صرف اس لئے کہ انہوں نے حق
کو مانا اور بہت سے ہیں جو صدق کو قبول کرنیکی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالدئے گئے۔ اور انہوں نے کوئی
پرواہ نہیں کی اور بہت سے ہیں کہ جنکو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں نوکریوں سے موقوف کیا گیا رشتہ داروں
سے الگ کیا گیا اور جنکے تجارتی کاروبار میں نقصان پہنچایا گیا اور ہر طرح کی تکلیفیں اور آزار دئے گئے
مگر انہوں نے خدا کی آواز کو سنا اور اسکا جوابدیا اور اسکے برخلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ ہاں باوجود
اسکے کہ اس مسیح کے ماننے والوں کو بہت کچھ دھمکیاں دی گئیں انکے مال لوٹنا جائز بلکہ ثواب سمجھا گیا انکی
عورتوں کی پردہ دری حلال سمجھی گئی اور انکا قتل مطابق منشاء الٰہی سمجھا گیا مگر انہوں نے ان تمام دکھوں اور
تکلیفوں کو برداشت کیا اور اسکا دامن نہ چھوڑا جسکا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھا پس وہ برگزیدہ ہوئے اور خدا
کے نزدیک انکی ویسے ہی درجہ ہوئی جیسے پہلے صلحاء کے ہوتے تھے اور انپر خدا نے اپنے فضل اور اپنی عنایات
کو وسیع کیا اور اسقدر برکت دی کہ بہت سے دل خدا تعالیٰ کی طرف ایسے جھکے کہ گویا اسی کے ہو گئے
اور کسی اور چیز کی انکو ہوش نہ رہی اور بہت سے ایسی ہو گئے کہ خدا نے انکو اپنے کلام سے مشرف کیا
تا کہ انکو مسیح کے کلام پر یقین کامل ہو اور تا کہ ایسا ہو کہ انکا ایمان حق الیقین تک پہنچ جائے اور ان کو
ایسی یکسوئی اور آرام نصیب ہوا کہ وہ اسی دنیا میں ہی جنت کی سیر کرنے لگے اور یہ تمام اس لئے ہوا
کہ انہوں نے خدا کے لئے تکلیفیں اٹھائی تھیں اور طرح طرح کے دکھ جھیلے تھے اور انکی حفاظت
اور اپنا نام ظاہر کرنیکے لئے خدا نے قسم قسم کے عذاب نازل کئے تا کہ وہ لوگ جو کہ اسکا انکار کرتے اور
اسکے پیاروں سے لڑتے ہیں تباہ ہوں اور ایسے لوگ انکی جگہ لیں جنکو خدا سے محبت رسول سے
الفت اور اسلام سے انس ہو اور یہ یعنی مسیح موعود کے مریدوں کا عام طور سے نقشہ کھینچا ہے اگر
انکے ایمان اور یقین کو مفصّل بیان کیا جائے۔ تو وہ ایک دفتر میں بھی نہ سمائے مگر اسصورت
میں جب خدائی ارادہ ہو کہ اسکا حال دنیا پر ظاہر کیا جائے ورنہ انکے ایمان یقین اور استقلال کا
بیان کرنا ایک مشکل بلکہ ناممکن بات ہے اور ان تکالیف کا بیان کرنا بھی ناممکن ہے جو کہ انکو دی گئیں۔ مگر

اس جگہ میں مسیح ناصری کے دو حواریوں کے مقابل میں مسیح قادیان کے دو حواریوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں تا کہ دنیا دیکھے کہ اسنے خدا کی قوت قدوسیت کی کتنا حصہ لیا تھا اور اسنے کتنا حصہ لیا ہے اور یہ کہ اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا ہے اور اسکی تعلیم کا کیا اثر پڑا تھا پس پہلے میں میاں عبد الرحمن شہید کا ذکر کرتا ہوں جنکو میں پطرس کے مقابلے میں رکھکر دونوں کے ایمان کا مقابلہ کرونگا اور اسجگہ پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان کا اندازہ خدا ہی جانتا ہے مگر ہم انسان کے ظاہر اعمال کو دیکھکر اندازہ لگاتے ہیں اور نیز ایسے اعمال سے جو کہ خدا کے ارادہ کے مطابق اسکا ایمان ظاہر کرنیوالے ہوں اور یہ میاں عبد الرحمان جنکا میں ذکر کرنے لگا ہوں خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مسیح موعود کا ذکر سنکر اور آپکے موافقوں اور مخالفوں کے دلائل پر غور کرکے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ شخص جسکا وعدہ علاوہ قرآن وحدیث کے دوسری کتب نے بھی کیا ہے یہی ہے جیسا کہ انجیل میں بھی ہے کہ ابھی یہ زمانہ نہ گزریگا کہ میں جلال کے ساتھ آؤنگا اور جب اسپر سچائی کھل گئی اور حق روشن ہو گیا تو انہوں نے مسیح موعود کی بیعت کر لی اور اپنے استاد صاحبزادہ عبد اللطیف کے ارشاد سے کئی دفعہ قادیان آئے اور خدا کے مامور کی صحبت میں رہکر اس نور سے بہت کچھ حصہ لیا جسکے پھیلانے کے لئے وہ اسوقت دنیا میں مبعوث ہوا ہے مگر جب انکی اس آمد رفت کا حال افغانستان میں مشہور ہوا اور امیر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص جس آدمی کا مرید ہوا ہے وہ جہاد کا سخت مخالف ہے اور دوسرے خود میاں عبد الرحمن نے بھی افغانستان میں جا کر مسئلہ جہاد کے برخلاف ذکر کرنا شروع کیا اور باوجود اسبات کے جاننے کے کہ امیر عبد الرحمن جہاد کا مؤید ہے انہوں نے جہاد کے مخالف اپنا اعتقاد پھیلایا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر عبد الرحمن نے انکو بلا کسی شرعی عذر کے قتل کروا دیا اور یہ ایک امتحان تھا جو کہ میاں عبد الرحمن کو پیش آیا اور انہوں نے اس ثابت قدمی سے خدا کے رسے کو پکڑے رکھا کہ خدا اور خلق دونوں کے نزدیک سرخرو ہوئے حالانکہ پطرس نے امتحان کے پیش آنے پر خدا اور اسکے رسول کو چھوڑ دیا مگر نہیں خدا کو چھوڑنا کیا اسکو تو کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں پس یہ کہنا چاہئے کہ اُسنے خود اپنے آپ کو چھوڑ دیا اور وہ انعام جو کہ امتحان میں پورا اترنے کی حالت میں اسکو ملنا تھا اس سے محروم رہا اور دعوے میں جھوٹا رہا۔ جو کہ اُسنے مسیح کے سامنے کیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جاوے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑونگا یہانتک کہ اگر میری جان پر بھی بن جائے تو بھی تم مجھکو ثابت قدم

پائے گے مگر جونہی امتحان کا وقت آیا وہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور حالانکہ میاں عبدالرحمٰن کو تو جان کا خوف تھا اور اسکو جان کا کوئی خوف نہ تھا اور صرف لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ بھی مسیح کے ساتھ ہے یا نہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسکو کچھ قید ہو جاتی کیونکہ حواریوں کا حضرت عیسیٰ کے صلیب دئے جانے پر کھلے پھرنا اور گورنمنٹ کا معترض نہ ہونا بلکہ یہودیوں کا بھی خاموش رہنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو مسیح کے سوا ان لوگوں کے ساتھ کوئی دشمنی عداوت یا کینہ نہ تھا چنانچہ مسیحی تعلیم پھیلاتے رہے۔ اور لوگوں نے انکو کوئی بڑی تکالیف نہیں پہنچائیں اور اسی وجہ سے انکو عیسائیت کی تعلیم پھیلا[illegible] خیال بھی آیا ورنہ یہ کبھی ایسی جرأت نہ کرتے اور یہود ان سے اسلئے غافل ہو گئے کہ انہوں نے بہت سی ایسی بدعات اپنے مذہب میں ملالیں اور یہودیوں اور دوسری قوموں سے صلح کر لی پس یسوع کے مرتے ہی عد[illegible] نہیں رہا تھا بلکہ اسکی شکل بہت بدل گئی تھی اور اس زمانہ میں تو بالکل ہی بدل گئی ہے غرضیکہ پطرس کو جان کا بالکل ڈر نہ تھا اور اسلئے اسکو جو ابتلا پیش آیا تھا وہ میاں عبدالرحمٰن کے ابتلاء سے کہیں گھٹکر تھا اور اسکا امتحان کیوقت پھر جانا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی تعلیم میں اسقدر قوت طاقت اور جذب نہ تھا کہ وہ ایک شخص کو جو اسکے خاص الخاص حواریوں میں سے تھا کئی سال کی صحبت سے بھی پاک وصاف کر سکے حالانکہ اس مسیح کی صحبت میں چند مہینہ رہنے والے انسان یعنی میاں عبدالرحمان نے بلا کسی خوف یا خطرہ کے نہ صرف اپنے آپ کو اسکا مرید اور اسکے اعتقادات کا معتقد ظاہر کیا بلکہ کابل جیسی خوفناک جگہ میں علی الاعلان دوسرے لوگوں کو بھی تبلیغ کی اور خاصکر اس مسئلہ میں جو کہ امیر عبدالرحمان کے منشا کے برخلاف تھا اب میں مسیح موعود کے دوسرے حواری کا ذکر کرتا ہوں جنکا نام مولوی عبداللطیف تھا۔ اور یہ خوست علاقہ افغانستان کے رہنے والے اور وہاں کے بڑے بڑے اکابر اور علماء میں بھی سر برآوردہ تھے اور انہوں نے ہی امیر حبیب اللہ کی تخت نشینی کے وقت دستار بندی کی رسم ادا کی تھی اور قریباً دس سال کا عرصہ ہوا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کا ذکر سنا اور انکے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ مدعی کا دعوےٰ ضرور سننا چاہیئے اور خیال کیا کہ چونکہ زمانہ کی حالت ایک مصلح کی ضرورت محسوس کرتی ہے اسلئے کیا تعجب ہے کہ خدا نے امت محمدی سے ایک ایسا آدمی چن لیا ہو اور خصوصاً جب اس امت کے موسوی امت سے مشابہت ہے تو کیا وجہ کہ جیسا ایک مسیح یہودیوں میں آیا تھا اسی طرح

آنیوالا مسیح اسی امت سے ہو اور ان خیالات کی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہا اور کوشش اور سعی سے کچھ کتابیں مہیا کریں جنکے پڑھنے سے انکو یقین ہو گیا کہ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہوا اور وہ شخص جس نے آخر زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آنا تھا وہ آگیا اور اس کی مزید تحقیقات کے لئے انہوں نے میاں عبد الرحمن کو قادیان بھیجا جنکی شہادت کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں اور انہوں نے واپس جاکر جو گواہی دی وہ بالکل صاحبزادہ عبد اللطیف کے خیال کے مطابق تھی پس انہوں نے سچائی کا انکار کرنا بالکل نامناسب سمجھا اور فوراً بیعت کر لی۔ اور چونکہ وہ ملک افغانستان کے رہنے والے تھے جہاں ذرہ سے اختلاف پر بھی جان کا خطرہ ہوتا ہے اور دوسرے میاں عبد الرحمن کا حال دیکھ چکے تھے اسلئے کھلے طور سے قادیان نہ آسکتے تھے اور دربار کابل سے اس بارہ میں اجازت لینا ایک امر محال تھا پس انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور [illegible] قادیاں ٹھہرنیکا ارادہ کیا اور امیر صاحب سے حج کی اجازت لیکر چل پڑے اور قادیاں میں ارادہ کے مطابق آکر ٹھیرے اور حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر وہ درجہ حاصل کیا کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بھی سرفراز ہوئے اور خدا تعالیٰ نے انکو اپنے نیک بندوں میں شامل کیا اور اپنے ارادے کے پورا کرنیکے لئے چن لیا اور چونکہ مسیح موعود کی صحبت میں رہنا بہ نسبت حج کے زیادہ ضروری تھا کیونکہ حج سے تو صرف اپنے نفس کو ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نبی کی صحبت میں رہنے سے انسان ایک گروہ کثیر کو فائدہ پہنچا سکتا ہے پس انہوں نے حج کا ارادہ کسی آئندہ سال پر ملتوی کر دیا اور باقی وقت بھی قادیان میں گذار دیا اور ایک کافی عرصہ یہاں رہے اور پھر حضرت مسیح موعود سے اجازت لیکر اپنے وطن کو واپس لوٹے اور کابل میں جانیسے پہلے مناسب سمجھا کہ امیر صاحب سے وہاں آنیکی اجازت حاصل کریں چنانچہ انہوں نے ایک اپنے شاگرد کو خط لکھا اور اسمیں یہ تحریر کیا کہ ”اگرچہ میں حج کرنیکے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اسکی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیاں میں ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا“ پس دیکھنا چاہیے

ع۱ یہ عبارت تذکرۃ الشہادتین کی ہے جو کہ خود حضرت مسیح موعود نے عبد الرحمن اور مولوی عبد اللطیف کے شہید ہونے پر تصنیف کی تھی اور آئندہ بھی جہاں بغیر حوالہ کے کوئی عبارت نقل کی جاویگی وہ اسی کتاب سے ہوگی۔

کہ اسمیں انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی قادیان آنیکا اقرار کیا اور کسی سختی یا تکلیف سے نہیں ڈرے اور یہ خط اسلئے بھیجا تھا کہ امیر صاحب کے آگے پیش کر کے ان سے کابل میں آنے کی اجازت لی جائے اور اسکے پیش ہونے پر امیر صاحب نے دھوکے سے انکو کابل بلوایا اور" وہ جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی انکے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اسلئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے انکو فاصلہ پر کھڑا کرو پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ انکو اس قلعہ میں جسمیں امیر صاحب خود رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اسمیں ہتکڑی بھی شامل ہے نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو پھر اسکے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے۔ اور اس عرصہ میں کئی دفعہ انکو امیر صاحب کی طرف سے فہمایش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دیجائیگی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنیکی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ درحقیقت وہ مسیح موعود ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اسوقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں"

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجود بار بار موقع دیے جانیکے مولوی عبد اللطیف صاحب نے جھوٹ کی تائید سے قطعاً انکار کیا اور بالکل پرواہ نہیں کی کہ سچ بولنے سے میری جان اور مال پر ہی خطرہ نہیں بلکہ میری عیال و اطفال بھی معرض خطر میں ہیں اور ضرور ہے کہ میرے بعد ان سے سخت سے سخت سلوک کیا جائے اور ہر طرح کی سزا انکو دی جائے اور انہوں نے اسموقع پر مسیح سے زیادہ دلیری دکھلائی ہے کیونکہ مسیح کو تو توبہ کا ایک بھی موقع نہیں دیا گیا۔ اور انکو ایک چھوڑ کئی موقعے دئے گئے تھے پھر بھی انہوں نے حق کو باطل پر ترجیح دی اور سچ کو جھوٹے پر مقدم سمجھا اور ان دنیا کے کیڑے مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی جو اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے علماء کے گروہ کو سخت بدنام کر رہے ہیں اور جنکے دل کو خدا کا خوف چھو بھی نہیں گیا پس اس نمونہ کے دکھلانے سے انہوں نے نہ صرف مسیح کے حواریوں کو ہی مات کیا بلکہ خود اس سے بڑھکر نمونہ دکھلایا اور اس مسیح محمدی کی تعلیم کے اثر

کی اپنے خون کے حرفوں کیساتھ تصدیق کی اور پھر انجیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اپنی موت سے بہت ڈرتا تھا اور آنیوالا واقعہ اسکو ہیبت ناک شکلوں میں ڈراتا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح نے اُسوقت کہا روح تو مستعد مگر جسم سست ہے لیکن اسکے اس قول کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ روح کو دیکھنا تو انسان کے لئے مشکل ہے اور ایک انسان کی حالت اسکے ظاہری چال چلن پر قیاس کیجاتی ہے پس مسیح کی ظاہری گھبراہٹ بتاتی ہے کہ اسکی روح بھی مستعد نہیں تھی اور برخلاف اسکے مولوی عبداللطیف صاحب "جب اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے۔ کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی اپنی قربانی اپنے دل میں ٹھان چکے تھے اور انکے عمل نے ثابت کیا کہ انکی روح اور انکا جسم دونوں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مستعد تھے اور اسکے لئے انکی قربانی کی ضرورت تھی سو انہوں نے دی اور پھر مولوی صاحب کی قید کے حالات میں لکھا ہے کہ "جب چار مہینے قید کے گذر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمایش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اسکے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو۔ تو تمہاری جان بخشی کیجائیگی اور تم عزت کیساتھ چھوڑے جاؤ گے شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے۔ کہ میں سچائی سے توبہ کروں اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ جسکا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی عبداللطیف صاحب حق کی تائید میں کیسے ثابت قدم تھے اور اس زمانہ قید میں مولوی صاحب نے وہاں کے ملانوں سے بحث کرنیکا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ قرآن و حدیث سے میں ثابت کرونگا کہ درحقیقت مسیح موعود وہی قادیانی شخص ہے اور اسکو امیر نے منظور کر لیا اور اسکی دوسرے مولویوں سے بحث کرائی گئی۔ مگر یہ بحث تحریری تھی جسکو عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا تا کہ ان پر حق کھل نہ جائے اور جب وہ لوگ بحث میں ہار گئے تو انہوں نے مسیح کی موت کی نسبت مولوی صاحب سے سوال کیا جسکا" انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئینگے قرآن کریم انکے مرنے اور واپس نہ آنیکا گواہ ہے تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سنکر اپنے کپڑے پھاڑ دئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا کہ اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا" آخوند زادہ

صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتوے لگ گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں یہ مجھ سے نہیں ہو گا تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا مگر شہید مرحوم نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں" اور ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ شخص تو قرآن و حدیث پیش کرتا ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں مگر یہ اسلئے ہوا کہ ضروری تھا کہ خدا موسوی مسیح پر محمدی مسیح کو فوقیت دے غرضیکہ اس فتوے کے بعد بھی مولوی صاحب کو بار بار موقعہ دیا گیا کہ وہ سچ سے توبہ کریں اور جھوٹ کی نجاست کھائیں مگر انہوں نے حق کے مائدہ سے منہ نہ پھیرا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی طرح نجاست سے بچے اور ان تمام تکالیف اور مصیبتوں کو برداشت کرنیکا ارادہ کر لیا جو کہ بصورت انکار کے انکو پیش آتی تھیں اور انکے سچ پر قائم رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ "امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اسمیں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنیکی جگہ تک پہنچایا جائے چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کیساتھ اس میں رسی ڈالی گئی تب اسی رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کیساتھ مقتل تک لے گئے" پھر لکھا ہے کہ "شہر کی ہزارہا مخلوق جنکا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے امیر انکے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقع ہے جو تجھ دیا جاتا ہے اور اپنے عیال پر رحم کر تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جنکے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہو گا اور میں حق کے لئے مرونگا تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اسکو جلد سنگسار کرو" اور آخر جب وہ لوگ اسبات سے نا امید ہو گئے کہ مولوی صاحب جھوٹ کی پیروی کرینگے اور انہوں نے جان لیا کہ وہ کبھی سچ کو نہیں چھوڑینگے" تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ۔ کہ تم نے کفر کا فتوے لگایا ہے" تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم

کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی بعد اسکے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو یہانتک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا" پس اب دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ یہ نمونہ تھا کہ جس سے ایک استاد کی سچائی ظاہر ہوتی یا مسیح موسوی کے حواریوں کا نمونہ وہ تو صرف روپیہ کے لالچ یا ڈر اسے نقصان کی وجہ سے اپنے استاد کو چھوڑ بیٹھے مگر یہ حواری ایسے ثابت قدم اور مستقل مزاج تھے کہ باوجود مال و جان اور اہل و عیال کی تکالیف کے خطرہ کے اور باوجود توبہ کا موقع بار بار ملنے کے پھر بھی سچ پر قائم رہے اور ایک طرف دنیاوی لالچ اور دوسری طرف مال و جان کے نقصان کو نظر انداز کر کے خدا تعالیٰ کے ہو گئے اور اسی کی اطاعت میں اپنی بہتری سمجھی غرضیکہ ایک تو وہ حواری تھے جو ذرا سے خوف کیوقت بھاگ گئے اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مال و جان کی پرواہ نہ کر کے سچ کا دامن مضبوط پکڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ذرا سی طمع سے استاد کو پکڑا دیا اور ایک یہ جنہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا مگر مسیح محمدی کو نہ چھوڑا ایک وہ تھے جنہوں نے ایک جھوٹے خوف سے اپنے استاد اور نبی پر لعنت کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے اپنی مال و جان کو قربان کیا اور مختلف قسم کی تکالیف اٹھائیں مگر مسیح کا انکار نہ کیا ایک وہ تھے جنہوں نے خدا کے نبی یا بیٹے کو جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تکلیف میں دیکھکر اس سے کوئی ہمدردی نہ کی اور نہ اسکی بہتری کے لئے دعا کی اور ایک یہ ہیں جنہوں نے مسیح محمدی کو قوم کے غم میں غمگین دیکھکر اپنے آپکو قربان کر دیا تا ایسا ہو کہ انکے جسم کے خون سے دنیا میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو مسیح کے منشا کے مطابق ہوں جیسا کہ مولوی عبد اللطیف کا یہ فقرہ ظاہر کرتا ہی کہ "کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے" پس کیا ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسیحی دین خدا کی طرف سے ہی اگر قرآن شریف اور نبی کریم مسیح کی سچائی نہ ثابت کرتے تو ضرور تھا کہ دنیا مسیح کو نعوذ باللہ ایک فریبی مکار انسان قرار دیتی اور جب ہم مسیح ناصری اور مسیح قادیانی کے تعلیموں کے اثر کو دیکھتے ہیں تو صاف کہنا پڑتا ہے کہ اگر وہ بھی اسوقت ہوتا تو اس مسیح کی اطاعت کرنی اپنا فرض سمجھتا اور اب عیسائی اقوام کو چاہیے۔ کہ اسباب پر غور کریں کہ آیا سچی تعلیم کا اثر وہ ہوتا ہے جو کہ یہود اور پطرس پر ہوا یا وہ جو مولوی عبد اللطیف

راقم مرزا محمود احمد

خدا کے قہری نشان

دنیا میں روز بروز تباہی اور ہلاکت کا سلسلہ بڑھ رہا ہے اور کم ہیں جو اسکو دیکھکر نصیحت پکڑتے ہیں خدا کے رسول کا انکار خدا کا انکار ہے پس حیرت ہے اُنپر جو کہ خدا کے برگزیدہ کا انکار کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں نشانات کی بارش ہو رہی ہے مگر جاہل لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے اور کانوں میں انگلیاں دئے ہوئے لحافوں میں پڑے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے دو طرح کے نشانات ہوتے ہیں ایک رحمت کے اور ایک قہری مگر رحمت کے نشانات انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جو اسکے حکموں پر چلتے ہیں اور ہلاکت ہوتی ہے انکے لئے جو مخالفت سے باز نہیں آتے اسوقت میرا اس بات کے لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ ناظرین کو اُس تازہ نشان سے واقف کردوں جو کہ خدا تعالیٰ نے آج کل ظاہر کیا ہے اور ان لوگوں کو جو کہ قادیان کے رسالہ اور اخبار پڑھتے ہیں معلوم ہوگا کہ "بدر" مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء میں یہ الہامات شایع ہو چکے ہیں کہ "ایک موسیٰ ہے میں اسکو ظاہر کرونگا اور لوگوں کے سامنے عزت دونگا پر جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسکو گھسیٹونگا اور دوزخ دکھلاؤنگا" اور "مِنَ النَّاسِ وَ العامۃ (اے من خواص الناس والعامۃ) یعنے طاعون خاص لوگوں میں بھی پڑیگی اور عام لوگوں میں بھی" اور "لاہور میں ایک بے شرم" اور پھر "ویل لک ولافکک" ترجمہ ای مخالف تیری پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر پھر "بدر" مورخہ ۴ اپریل میں ہے "میرا دشمن ہلاک ہوگیا من اسد الیکھا خدا نال جاپیا اے" پس ان الہامات کے مطابق الٰہی بخش اکونٹنٹ ۷ مارچ کو چھ بجے شام کے مرگیا ہے یہ شخص اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور اسنے ایک کتاب بنائی تھی جسکا نام اسنے عصاے موسیٰ رکھا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ مرزا صاحب ایک ذلیل انسان ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے کہ میں تو تجھکو موسیٰ قرار دیتا ہوں اور وہ اپنے آپ کو موسیٰ کہتا ہے پس چونکہ تو ہی ایک موسیٰ ہے اسلئے میں تجھکو ظاہر کرونگا اور عزت دونگا اور وہ یعنی الٰہی بخش چونکہ موسیٰ نہیں ہے اور ایسا دعویٰ کرتا

٭ یہ الہامات بدر مورخہ ۱۴ مارچ الحکم مورخہ ۱۷ مارچ اور رسالہ تشحیذ الاذہان مورخہ ۲ مارچ ۱۹۰۷ء میں شایع ہو چکے ہیں +

ایک سخت گناہ ہے اس لیئے بوجہ اس گناہوں کے میں اسکو گھسیٹوں گا اور دوزخ دکھلاؤنگا اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ الٰہی بخش نے دو گناہ کیئے تھے ایک تو وہ جو اپنے آپ کو بڑا اور میرزا صاحب کو گمنام اور ذلیل سمجھتا تھا دوسرے میرزا صاحب نے جو الہام براہین احمدیہ میں شایع کیا تھا کہ انت منی بمنزلت موسیٰ اسکو جھوٹ اور افترا پر محمول کرتا تھا اور اپنے آپکو موسیٰ قرار دیتا تھا پس خدا نے فرمایا کہ وہ تو تجھکو ایک گمنام اور ذلیل انسان سمجھتا ہے مگر بوجہ تیری سچا موسیٰ ہونیکے میں تجھکو ظاہر کرونگا کہ تو ہی وہ موعود ہے جسکی نسبت پہلے انبیاء نے پیشگوئیاں کی ہیں اور چونکہ وہ کہتا ہے کہ تو موسیٰ نہیں بلکہ وہ خود موسیٰ ہے اور یہ ایک خلاف واقعہ بات ہے اور گناہ ہے اسلیئے میں تجھے عزت دونگا اور چونکہ اس نے اپنے آپکو بڑا سمجھا ہے اسلیئے میں اسکو گھسیٹونگا یعنی ذلیل کرونگا اور بوجہ سوءیت کے جھوٹے دعوے کے اسکو دوزخ دکھلاؤنگا پس خدا تعالیٰ نے اسکو طاعون کی موت دیکر اپنے کلام کو سچا ثابت کردکھایا اور اس الہام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طاعون سے مریگا کیونکہ دوزخ کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں نار کہا ہے اور حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے جس میں کہ آگ طاعون کو کہا گیا ہے پس یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسجگہ اسکی موت کا سبب ظاہر کرتا ہے کہ میں اسکو طاعون کی موت سے مارونگا اور بعد از موت دوزخ دکھلانے کی نسبت خدا خوب جانتا ہے ممکن ہے اسکے دونوں معنے ہوں کہ اس دنیا میں طاعون کی موت سے ہلاک کرونگا اور آیندہ دوسرا عذاب دونگا بہرحال تمام دنیا نے اسکا یہ مفہوم پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا کہ وہ طاعون سے مریگا اور حضرت مسیح موعود کی سچائی پر اپنی موت سے ایک ایسی مہر لگا گیا کہ ایک باحیا مخالف آیندہ انکار نہیں کرسکتا اور خدا سے ڈرنیوالا انسان کبھی اس سے چشم پوشی نہیں کرسکتا اور اسکا میرزا صاحب کے روبرو مرنا ایک اور نشان ہے کہ وہ بھی اپنے آپکو موسیٰ کہتا تھا اور یہ بھی کہتے تھے پس خدا تعالےٰ نے دنیا کو ایک بڑی گمراہی سے بچانیکے لیئے اسکو موت دیدی اور موت سے پہلے پیشگوئی کردی تاکہ لوگ اس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھیں اور نصیحت پکڑیں اور اس طرح قرآن شریف کی اس آیت کو بھی خدا نے پورا کیا اما الزبد فیذہب جفاءً و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور چونکہ موسیٰ بنی اسرائیل کے نفع کے لیئے آئے تھے اور فرعون انکو نقصان

؏۱ اسنے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں لکھا تھا کہ میں نہیں مرونگا جبتک کہ وہ کام جو میری سپرد ہے پورا نہ کرلوں یعنے جبتک میرزا صاحب کے سلسلہ کو تباہ نہ کرلوں اور وہ مرنہ جائیں چنانچہ اسپر اسکو اتنا یقین تھا کہ اسنے ملتان میں ایک مکان اسلیئے بنوایا تھا کہ پنشن لینے کے بعد وہاں جا کر میں رہونگا اور سمجھتا تھا میرزا صاحب کی مخالفت ہی میرا کام ہوگا تاکہ انکا سلسلہ بند ہوجائے مگر عبرت حاصل کرنیوالے عبرت حاصل کریں کہ وہ مرچکا اور اسلام بمشاہدین خدا نے میرزا صاحب کو ایک فتح عظیم دی اور اسی طرح اسکی موت سے میرزا صاحب کی سچائی اور بھی ظاہر ہوگئی ہے

پہنچا رہا تھا پس خدا نے اسکو گھسیٹا اور ذلیل کیا اور موسیٰ کو بچایا اور دنیا پر ظاہر کیا پھر فرعون کو عذاب دکھلایا اور موسیٰ کو عزت دی پس اسی طرح خدا نے اب بھی اسکو جو کہ بالکل بیہودہ گو اور جھوٹا تھا ذلیل کیا اور طاعون کا عذاب دیا اور وہ جو کہ خدا کی طرف سے تھا اور سچا موسیٰ تھا ظاہر کیا اور عزت دی اور مذکورہ بالا الہامات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون سخت پڑیگی اور بڑے بڑے مخالف بھی اب کے اس بیماری سے مرینگے اور لاہور میں ایک بے شرم ہے جس پر خدا تعالیٰ اسکی جھوٹ کی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے۔ اور پھر خبر دیتا ہے کہ عنقریب ہی وہ مر جائیگا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ الٰہی بخش کی حضرت مسیح موعود کی پرانی واقفیت ہونیکی وجہ سے اسکی دشمنی لوگوں پر سخت بد اثر ڈالتی تھی پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک بے شرم ہے کیونکہ اسنے باوجود حضرت صاحب کے حالات جانچ اور اسبات کا علم رکھنے کے کہ ایسا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا انکار کیا اور ان کی رسالت کو نہ مانا پس وہ ایک بے شرم انسان تھا جس نے حق کو چھپایا اور خدا سے نہ ڈر کے دنیاوی زندگی کو قبول کیا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آگے چلکر اسپر لعنت کرتا ہے کہ ہلاکت اور لعنت ہو تجھپر اور تیرے جھوٹ پر کہ تو نے میرا خوف نہ کیا اور میری اتباع سے دل چرایا بلکہ جھوٹ کی طرف جھک گیا اور شیطان کی اطاعت کی پس یاد رکھ کہ میں تجھے اس عذاب سے مارونگا جو کہ میں نے اپنے بندے کی سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے دنیا پر بھیجا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ وَيْلٌ لَّكَ یعنے تجھپر ہلاکت ہو۔ اب تو حق پوشی کے لئے دنیا پر زندہ نہیں رہ سکتا اور پھر زیادہ تشریح کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا "میرا دشمن ہلاک ہو گیا ہن اسدا لیکھا خدا نال جا پیا اے" یعنی دنیا میں جو کچھ اس نے شرارت اور دشمنی مسیح سے کی تھی اسکا بدلہ میں دوسرے جہان میں اسکو دونگا۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکو اس لئے بھی بے شرم کہا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ خدا کے الہام کے ذریعہ میں اس شخص یعنی میرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتا ہوں پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شرم انسان میں تو اسکو اپنے نام کے ظاہر کرنیوالا بناتا ہوں۔ اور تو کہتا ہے کہ خدا کے الہام سے میں اس کا انکار کرتا ہوں تیرے لئے ہلاکت ہو کیا تو میرے پر جھوٹ باندھتا ہے پس اس فیصلہ کے لئے کہ خدا نے اسکو نہیں کہا تھا کہ میرزا صاحب جھوٹے ہیں اسنے اسکو اپنے پاس بلا لیا کہ آ مجھے اپنے اعمال کا "لیکھا" دے اور بتا کہ میں نے تجھے یہ کب کہا تھا اور اس طرح مرزا صاحب کی سچائی

ثابت کی کہ وہ ابتک زندہ ہیں پس اب بھی مخالفوں کے لئے موقع ہے کہ وہ توبہ کریں اور خدا سے ڈریں تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں ورنہ یاد رکھیں کہ آج سے ۲۷ برس پہلے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا ہے پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیگا"

ایک اور معجزہ بھی مختصراً یہاں لکھا جاتا ہے کہ یعنے حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا کہ "یا اللہ اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے" جو کہ بدر الحکم اور رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ چکا ہے اور اسوقت طاعون کی بیماری قادیان میں کسی قدر خفیف ہو کر ہٹ چکی تھی اور امید بھی نہیں تھی کہ پھر عود کرے گی مگر الہام کے بعد جلد ہی زور کیساتھ پھوٹ پڑی اور خدا کا کلام پورا ہوا۔ کہ اس شہر میں بلا پڑیگی اور پھر وہ ٹالدی جائیگی اور پھر "وَاللّٰهِ لَوْلَا الْإِكْرَامُ لَهَلَكَ الْمَقَامُ" بھی ظاہر کرتا تھا کہ یہ لوگ تباہ کر دئے جاتے مگر تیری عزت کی وجہ سے انکو کچھ سزا دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے پس خدا تعالےٰ کا فرمانا پورا ہوا اور پھر یہ الہام کہ "جو دعائیں آج رات قبول ہوئیں ان میں سے ایک قوت اور شوکت اسلام بھی ہے" اور پھر "ذلیل الانسان کا بیڑا غرق ہو گیا" یہ بھی پورے ہو گئے کیونکہ آریہ لوگ وحی الٰہی کے سخت منکر ہیں اور چونکہ اسی پر اسلام کو فخر ہے اس لئے اس سے اسکی قوت اور شوکت کو صدمہ پہنچتا تھا پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں قوت اور شوکت اسلام ظاہر کرنیوالا ہوں چنانچہ اسکی تشریح میں فرمایا کہ "ذلیل الانسان کا بیڑا غرق ہو گیا" اور دیکھو آریہ جو کہ وحی کے منکر ہیں ان میں سے ایک چلتا پرزا شبھ چنتک اخبار کا منیجر اور مالک جس نے بوجہ قادیان کا باشندہ ہونیکے میرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنیکا بیڑا اٹھایا تھا آج طاعون سے مر گیا اور اسسے چند دن پہلے اس بیماری سے اُس کا بھائی بھی مر چکا ہے پس اسلام کی شوکت اور قوت کیسی ظاہر ہوئی ہے کہ وحی کے منکر گروہ کا ایک چالاک اور دریدہ دہن ذلیل الانسان مذکورہ بالا پیشگوئی کے مطابق آج طاعون سے مر گیا اور کتاب قادیان کے آریہ اور ہم اسی شخص کی دریدہ دہنی کیوجہ سے لکھی پڑی تھی جسمیں حضرت مسیح موعود نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ اب ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دو خدا نے دعا سنی اور فیصلہ کر دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر مناسب ہوا تو آئندہ اسپر مفصل لکھیں گے۔ والسلام ایڈیٹر

ٓ آج ۹ تاریخ مئی تین بجے کی خبر ہے کہ شبھ چنتک کا ایڈیٹر سومراج جسکو آریہ سنت کے قابل شرم عقیدہ ہوگ پر بھی فخر تھا طاعون سے مر گیا ہے اپنی موت سے اسنے خدا تعالےٰ کے نشان کو پورا کر دیا۔ الحمد للّٰه کا من...

... ھذا المرحلۃ یعنی تم دونوں اس مرحلہ سے نہیں چھوٹ سکتے یعنی ایک اچھر جسکی موت کی خبر اوپر درج ہوچکی ہے اور دوسرا سومراج تمت کلمۃ اللہ

(مصرعہ شعر اول) رمحٌ - قناةٌ اسادةٌ - مرّانٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
(مصرعہ شعر دوم) عسلٌ وعسولٌ احکو وابانو	ہماری باپ داداۓ حکایت کی ہے
(مصرعہ شعر سوم) خطّی - ردینی سمہری - سمہریّةٌ	یہ سب نیزوں کے نام ہیں
(مصرعہ شعر چہارم) زابلٌ واسفرٌ ایّہا الاخوانو	اے بھائیو !
اِستَتِكَ	پاجامہ میں آزاربند ڈال دے
بُدِاءَ الصّبیّ	لڑکے کو چیچک نکل آئی
جسمَ اللیلُ تسبسبَ	بہت رات گذرگئی - سوجا
جَاءَ الفقیرُ ابّاً	غریب مسافر آیا
کانَ غلاماً ببّاً	وہ بڑا موٹا انسان تھا
اسقنی الماءَ	مجھے پانی پلا
لی حاجةٌ غابیةٌ	مجھے پاخانہ کی حاجت ہے
یازیدُ کیفَ قسمتَ اوقاتکَ وکم منہا لذکرکَ وصلواتکَ	ای زید تونے کیونکر اپنی وقتونکو تقسیم کر رکھا ہی اور کسقدر اسمیں سے تیری ذکر اور نماز کے لئے ہی
سیّدی یمضی اکثرُ وقتی فی ذکرِ حضرةِ العزّةِ	میرے سردار اکثر وقت میرا ذکر باری تعالے میں گذرتا ہے
ومابقیَ فانتہزہٗ للتفرّجِ وامورِ المعیشةِ	اور جو کچھ باقی رہجائی اسکو سیر اور امور معاش کیلئے غنیمت سمجھتا ہوں -

(۱) یہ دو شعر ہیں جو نیزوں کے نام یاد کرنیکے بتلاۓ گئے ہیں +

یا زید اتعلم ایۃ لیلۃ ھذہ اللیل

ای زید کیا تو جانتا ہے کہ یہ کونسی رات ہے۔

سیدی اظن انہ لیلۃ اربعۃ عشر من رمضان

میری سردار میرے خیال میں یہ مہینہ رمضان کی چودہوین رات ہے

سیدی دخلت دار خالد فرأیت زوجۃ دمیم الوجہ کوجہ الخنزیر وھذا احق ولیس من الدقافیر

میرے سردار میں خالد کے گھر میں داخل ہوا پس میں نے اسکی بیوی کو نہایت بدشکل لمبے مونہہ والی دیکھا جیسا کہ خنزیر کی شکل ہوتی ہے اور یہ سچ ہے جھوٹ نہیں ہے

ویحک یا زید انت تدخل ادور الناس من غیر اذنھم وایمائھم۔ وتنظر الی وجوہ نسائھم۔

افسوس تیری پر ای زید کیا تو لوگوں کے گھروں میں بغیر انکی اجازت اور ایما کے داخل ہوتا ہے اور انکی عورتوں کے منہ دیکھتا ہے۔

غض البصر ولا تکن من الفساق وقرنائھم۔

نظر کو بند رکھ اور فاسقوں اور انکے ہمنشینوں کی مت ہو۔

لم کسرت البیضۃ یا زید

اے زید تو نے انڈے کو کیوں توڑ دیا

سیدی ملصت عن یدی فتکسرت

میرے سردار انڈا میرے ہاتھ سے پھسل کر ٹوٹ گیا۔

یا زید انی سمعت انک احتکرت طعامک انتظار وقت الغلاء

اے زید میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنا غلہ بند کر رکھا ہے تاکہ گرانی کے وقت اسکو بیچی

سیدی ھذا کذب وافتراء من الاعداء

میری سردار یہ بالکل جھوٹ ہے اور دشمنوں کی طرف سے افترا۔

یا زید سمعت ان خراجا اذاک فاین ھو۔

ای زید میں نے سنا ہے کہ ایک پھوڑا تجھے دکھ دی رہا ہے پس وہ کہاں ہے۔

سیدی ھو دمل قریبا من خاصرتی

ای میرے سردار وہ ایک پھوڑا میری تہی گاہ کے قریب نکلا ہے

یا زید انواع الاطعمۃ حاضرۃ فکل مما شئت۔

اے زید کئی قسم کے کھانے حاضر ہیں پس جہاں سے چاہے کھالے۔

فرمایا کہ دیکھو ثلج کے آنیکے دن والی پیشگوئی کسطرح پوری ہو گئی اور ہمنے اسکے دو پہلو لئے تھے ایک تو یہ کہ خدا کچھ ایسے نشان دکھائے جن کی وجہ سے لوگوں پر حجت قایم ہو جائے اور دل تسکین پکڑ جائے اور دوسرا یہ کہ سخت بارش اور سردی اور ژالہ باری ہو جو ایک زمانہ دراز سے کبھی نہ ہوئی ہو تو خدا تعالیٰ نے یہ دونوں پہلو پورے کر دئے نشان اس طرح متواتر ظہور میں آئے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ یورپ اور امریکہ پر بھی حجت قایم ہو گئی یعنی ڈوئی کی موت سے کیونکہ جب ڈوئی نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اسلام بالکل تباہ ہو جائے اور امید کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہو گی۔ تو اسوقت ہمنے ایک اشتہار شایع کیا اور اسمیں ڈوئی سے مباہلہ کیا کہ تو تو حضرت عیسیٰ کو خدا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے مگر میں اسکے برخلاف حضرت عیسیٰ کو ایک انسان اور خدا کا نبی مانتا ہوں اور اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں پس ہم میں سے جو جھوٹا ہو گا وہ سچے کے سامنے مر جائیگا اور ہمنے یہ بھی لکھا کہ اگر تو مباہلہ نہ کرے گا تو بھی تو ضرور ہلاک ہو گا اوسکے مقابلہ میں ڈوئی نے لکھا کہ میں کیڑوں مکوڑوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر میں چاہوں تو انکو (یعنی مسیح موعود کو) پاؤں کے نیچے کچلدوں اور یہ ڈوئی ایک امریکہ کا شخص تھا جسکا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں اور اس کا اثر امریکہ سے لیکر یورپ تک پڑا تھا اور کہتے ہیں کہ سات کروڑ روپیہ کا مالک تھا پس اس مباہلہ کے بعد اسکا روپیہ چھینا گیا اور صیحون گاؤں جسکو اس نے بسایا تھا اسمیں سے نکالا گیا پھر فالج پڑا اور ایسا پڑا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور آخرکار فروری ۱۹۰۷ء میں مر ہی گیا پس یہ ایک ایسا نشان تھا جس نے تمام یورپ اور امریکہ پر اور سعداللہ کی موت نے ہندوستان پر حجت قایم کر دی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شخص بھی ہمارا سخت دشمن تھا پس ان دو نشانوں نے اور دوسرے کئی نشانوں نے ملکر دنیا پر ثلج کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کر دیا اور پھر یہی نہیں اصل الفاظ میں بھی یہ پیشگوئی کھلے طور سے پوری ہو گئی یعنے اس بہار کے موسم میں جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ بہار کے موسم میں ایسا ہو گا ایسی سخت سردی بارش اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ دنیا چیخ اٹھی ہے جیسا کہ آج (۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء کو) بھی بارش ہو رہی ہے اور سخت سردی پڑ رہی ہے پس دیکھنا چاہیے کہ کیسے کھلے الفاظ ہیں اور کیسی صریح یہ پیشگوئی تھی جو کہ اپنے ہر ایک پہلو پر پوری ہوئی اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آج سے قریباً ایک سال پہلے یہ پیشگوئی شایع کی گئی

تھی کہ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن اور بہار کے موسم میں سخت بارشوں سردی اور ژالہ باری کے ہونیکی نسبت حضرت مسیح موعود نے صاف طور سے لکھدیا تھا کہ یہ بات ایک غیر معمولی رنگ سے پوری ہوگی کہ جسکی نظیر پہلے کبھی نہ ملیگی سو اس موسم بہار میں آپکے لکھنے کے مطابق نہ صرف بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئیں بلکہ حقیقی طور پر بھی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور تمام ممالک یورپ میں وہ سخت ژالہ باری اور سردی پڑی کہ پہلے موسم بہار میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا اور خود ہندوستان میں بارشوں اور سردی کا سلسلہ ایسا جاری ہوا ہے کہ ابتک ختم ہونے میں نہیں آتا اور کوئی علاقہ نہیں کہ جہاں کچھ نہ کچھ ژالہ باری نہ ہوئی ہو اخبارات چیخ پڑے ہیں اور لوگ گھبرا اٹھے ہیں کہ یہ کیا ہوگیا یہانتک کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ان حوادث کو دیکھکر لکھا تھا کہ یہ زمین کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسے واقعات ظہور میں آتے ہیں کہ خود علم طبعی کے جاننے والے دنگ ہیں پس ایسی غیر معمولی بارش سردی اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ بوڑھے آدمی بھی قایل ہیں کہ موسم بہار میں ایسا کبھی نہ ہوا ژالہ باری جو کہ ہندوستان میں بہت ہی کم ہوتی ہے اسنے وہ زور دکھایا ہے کہ تازہ خبر ہے کہ کاٹھیاواڑ میں ۲۳ آدمی اسکی وجہ سے ہلاک ہوگئے ہیں بیس سخت زخمی ہیں اور بیشمار جانور اور مویشی ہلاک ہوئے ہیں زراعت کو سخت نقصان ہوا ہے پس یہ پیشگوئی نہایت ہی جاہ و جلال کیساتھ پوری ہوئی ہے اور اب بھی کوئی انکار کرے تو پھر اس سے خدا سمجھے ایڈیٹر

فرمایا کہ ہندوستان میں چاروں طرف طاعون پھیل رہی ہے اور قریبا گیارہ برس ہوگئے کہ یہ مرض یہاں ترقی کر رہا ہے اور ایکسال تو بہت ہی تیزی سے بڑھ رہا ہے معلوم نہیں کہ کب تک اسکا دور دورہ ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جبتک لوگ اپنے دلونکو صاف نہیں کرینگے میں اس مرض کو نہیں ہٹاؤنگا اور باوجود انگریزوں کے زور لگانیکے اسکا ابتک تو کوئی علاج نہیں نکلا ٹیکا ایجاد کیا وہ بھی ناکارہ ثابت ہوا چوہے مروائے اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اب مچھر مروانے کی کوشش کر رہی ہیں مگر طاعون اسی طرح تیزی پر ہے بلکہ اور بھی بڑھ رہا ہے مگر مجھکو خدا نے خبر دی ہے کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والونکو اس مرض سے بچاؤنگا۔ اور دیکھو کہ ابتک کئی دفعہ اس نواح میں سخت طاعون پڑ چکی ہے اور گاؤں کے گاؤں خالی ہوگئے ہیں اور خود قادیان میں بھی کئی دفعہ طاعون پڑ چکا ہے مگر اس گھر کو خدا نے بچائے رکھا اور کوئی آدمی بھی اس مرض سے نہیں مرا بلکہ اس گھر کا کوئی چوہا بھی ہلاک نہیں ہوا پس کیا یہ خدا تعالی ہی کا فضل اور رحم ہے اور ایکدفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا جو یہانتک شدید تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ مجھکو طاعون ہوگیا ہے۔

ہلاک ہونگے خدائیوں کیساتھ ہے۔ ۴۔ کوئی درباری میرے حلقۂ اطاعت سے گذرنے نہ پاوے کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔ (تشریح) یعنی جو شخص خدا سے تعلق رکھنے والا ہے اسکا تعلق قایم نہیں رہ سکتا جب تک وہ مجھے قبول نہ کرے اور جو شخص اس حکم سے لاپرواہ ہے وہ سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔

۵۔ **سلطان عبدالقادر** (تشریح) اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھکو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں انکا تعلق نہیں رہیگا جبتک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیساکہ یہ فقرہ کہ قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ یہ فقرہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا ہے جسکے معنے ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر میرا قدم ہے۔ ۶۔ احل لہ الطیبات قل ما فعلت الا ما امرنی اللہ۔ (تشریح) اس سلطان عبدالقادر کے لئے وہ تمام چیزیں حلال کی گئیں جو پاک ہیں کہہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جو خدا کے حکم کے برخلاف ہو بلکہ وہی کیا جو خدا نے مجھے فرمایا پھر بعد اس کے کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جسکا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام ہوا کل مقابر الارض لا تقابل ھذہ الارض یعنی زمین ہند کے تمام قبرستان اس زمین سے مقابلہ نہیں کرسکتے یعنی اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں ۵ پھر میں نے دیکھا کہ ایک راہ پر چل رہا ہوں۔ اور میرے ساتھ میرا لڑکا مبارک احمد اور اسکی والدہ ہے اور مجھے خیال گذرتا ہے کہ میرزا غلام قادر مرحوم بھی (جو میرے بھائی ہیں) میرے ساتھ ہیں اور راہ میں اسقدر زنبور ہیں کہ ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیل رہے ہیں اور ایک میری ناف کے اندر بیٹھ گیا ہے۔ اور پھر اڑ گیا مگر کسی نے ضرر نہیں پہنچایا اور پھر ہم سب ایک مسجد میں داخل ہوگئے ہیں اور مسجد میں بھی کروڑہا زنبور ہیں مگر ہم ان کے شر سے محفوظ رہے ہیں ۔ ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء ۱۔ اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا۔ ۲۔ احق اللہ امری ولا تنفک من ھذہ المرحلۃ (ترجمہ) خدا نے میری بات کو سچا کر دیا اور تم دونوں

۵ وہ برکتیں تمام پنجاب اور ہندوستان میں کسی اور قبرستان کو نہیں دی گئیں۔

اس مرحلہ سے نہیں چھوٹو گے ۳۔ دولت اعلام بذریعہ الہام بہشتی کمرہ میں نزول ہوگا +
۴۔ ھل تری جزاء الاحسان الا الاحسان (ترجمہ) نہیں دیکھتے ہم احسان کی جزا
بجز احسان کے۔

یکم اپریل ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ اس میں ابتدائی حرف کچھ اور تھے جو یاد نہیں رہے مگر مفہوم یہی تھا۔

۲۹۔ مارچ ۱۹۰۷ء۔ لولا الاکرام۔ لھلک المقام یا یہ کہا لولا خیر الانام لھلک المقام

۳۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم و اعطیک ما یدوم۔ ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہوں گا اور جو اسے ملامت کرتا ہے اسے ملامت کروں گا اور تجھے وہ چیز دونگا جو ہمیشہ رہے۔

۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ لاَ اُلفٰی ف ببین[1] - یا اللہ رحم کر[2]۔ انی مع اللہ فی کل حال[3] ترجمہ میں ہر حال میں اللہ کیساتھ ہوں۔ اخترطنا سیفہ[4] (ترجمہ) ہم نے اسکی تلوار کو کھینچا ہے خدا کے ساتھ[5] نکوکار بندے ہر جگہ پر بیٹھے ہیں۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء حٰمٓ ٥ تلک ایٰت الکتٰب المبین ٥ راز کھل گیا تفہیم[1]۔ وہ جو حٰم ہے اس میں خدا کے نوشتہ کی نشان (یا جو ظاہر ہونیوالا ہے۔ حٰم مقطعات میں کسی کا نام ہے۔ یہی تفہیم ہوئی[2] الذین عتدوا منکم فی السبت (ترجمہ) وہ لوگ جنھوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی) یہ قوم مخالف کی طرف اشارہ ہے ساتھ کا فقرہ بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ مت ایھا الخوان (ترجمہ) مرا ے خیانت کرنیوالے تمت کلمۃ اللہ

۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء - ایک اور بلا برپا ہوئی۔ تاللہ انی غالب وسیظھر شوکتی و کل ھالک الا من قعد فی سفینتی ٥ (ترجمہ) بخدا میں غالب ہوں اور عنقریب میری شوکت ظاہر ہو جائیگی۔ اور ہر ایک مریگا مگر وہی جو میری کشتی میں بیٹھ گیا۔ اعزاز
(۲) الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے اور معنے یہ ہیں کہ فلاں کو پکڑو اور فلاں کو چھوڑ دو۔ یہ فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا ہے۔

۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء بلاء دمشق بسرک سری۔

ترجمہ تیرا بھید میرا بھید ہے

۴ ان اللہ مع الذین اتقوا الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا ٥ رحم اللہ۔ فضلنا لک علی ما سواک
خدا تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے۔ اللہ نے رحم کیا۔ تیرے سوا جتنے ہیں ان سب پر تجھے بزرگی دی

خداوند کریم کا ہر ایک شخص سے الگ الگ معاملہ ہے اسی طور کی فطرت واقع ہوتی ہے اس عاجز کی فطرت پر توحید اور تفویض الی اللہ غالب ہے اور معاملہ حضرت احدیت بھی یہی ہے کہ خود روی کے کاموں سے سخت منع کیا جاتا ہے بمخاطبت حضرت احدیت سے بارہ ہوچکے ہیں لا تقف ما لیس لک بہ علم ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا ۔ سو چونکہ بیعت کے بارے مین ابتک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہین اسلئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ۔ مولوی صاحب ثبوت دینی کے بڑھانے میں کوشش کرین اور اخلاص اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودہ کی پرورش میں مشغول رہیں تو یہی طریق انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا خلقتم من نفس واحدۃ جزاء البدن مستفیض مما استفاض البدن کلہ وکونوا مع الصادقین انھم قوم لا یشقی جلیسھم والسلام ۔

بنام حضرت خواجہ علی صاحب - السلام علیکم ابھی مولوی صاحب اسجگہ تشریف لانا یوفت ہے یہ عاجز حصہ چہارم کے کام سے کسیقدر فراغت کر کے اگر خدا نے چاہا تو ر نیت صحیح میسّر آگئی تو غالباً امید کی جاتی ہے کہ آپ ہی حاضر ہوگا والامر کلہ فی ید اللہ وما اعلم ما یریدنی الغیب - فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - بعد ہذا محبت نامہ آن مخدوم پہونچا موجب شکر و سپاس ہوا خداوند کریم ہمقدلات مکروہات سے آپکو امن میں رکھے اور آپ کی سعیوں اور کوششوں میں جو کہ آپ خالصاً للہ کر رہے ہین بہت سی برکتیں بخشے اور بہت سے ان پر مرتب کرے آمین صفحہ ۲۴ فتوح الغیب کی نسبت جو آن مخدوم نے دریافت فرمایا ہے یہ مقام بین المعنی ہے کوئی حقیقت عمیق نہیں جو کہ شارح نے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے حضرت مخدومنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اس مقام میں یہ تعلیم فرماتے ہیں کہ سالک میں حقیقت فنا کی تب محقق ہوتی ہے اور تب ہی وہ اس لایق ہوتا ہے کہ مورد معارف اللہ جب تین طور کا انقطاع حاصل ہوجاے ۔ اول انقطاع خلق اللہ سے اور وہ اسطرح پر حاصل ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کو جو قضاء قدر ہے تمام مخلوقات پر نافذ سمجھے اور ہر ایک بندہ کو پنجہ تقدیر سے مقہور اور مغلوب یقین کرے لیکن اس جگہ یہ عاجز صرف اسقدر کہنا چاہتا ہے کہ ایسا یقین کہ فی الحقیقت تمام مخلوقات کو کالعدم خیال کرے اور ہر ایک حکم خدا کے ہاتھ میں دیکھے اور ہر ایک

نفع اور ضرر اسی کی طرف سے سمجھے صرف اپنی ہی تکلیف اور نفع سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تکلیف سے کسی قدر خیال قایم بھی ہو تو وہ بے بقا ہے اور ادنیٰ ابتلاء سے لغزش پیش آجاتی ہے بلکہ یہ مقام عالیشان اس بصیرت کاملہ سے حاصل ہوتی ہے یہ بات صرف اسی قدر ہے کہ جب عنایات الٰہیہ کسی کے تکمیل کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسکے بعض مقصد کو آپ ہی کوتاہ کر دیتے ہیں اور وہ بوجھ جو اس سے اٹھائے نہیں جاتے دست الٰہی انکو آپ اٹھا لیتا ہے پس اسی طرح سے جب بذریعہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ الہامات صحیحہ و تائیدات صریحہ انسان پر یہ حقیقت کھلجاتی ہے کہ تمام نفع و ضرر خدا کی اختیار میں ہے اور مخلوق کچھ چیز ہی نہیں تو ایک نہایت کامل یقین سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ جو کچھہ نفع یا نقصان یا عزت یا ذلت ہے سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور مخلوق مردہ کی طرح دیکھتا ہے لیکن اسجگہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت مخدومنا شیخ عبد القادر قدس سرہ نے علوم و معارف الٰہیہ کے حاصل ہونیکا ذریعہ فنا عن الخلق وغیرہ اقسام فنا کو ٹھیرایا ہے پس جبکہ فنا کا حاصل ہونا ان علوم حاصل ہونے پر موقوف ہے تو اس سے دور لازم آتا ہے سو اس کا سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ و تائیدات خاصہ الٰہیہ و توجہات جلیلہ حمدیہ غیر فانی طور پر حاصل نہیں ہو سکتے لیکن بتوسط صحبت شیخ فانی حاصل ہو سکتے ہیں یعنی اگرچہ براہ راست نہیں لیکن سالک اپنے شیخ کی ان تمام تائیدات سماویہ کو معائنہ و مشاہدہ کرتا ہے پس یہی مشاہدہ اسکے بیقین کمالیت کا موجب ہو جاتا ہے اگر جلدی نہیں تو ایک زمانہ دراز کی صحبت سے ضرور شکوک و شبہات کی تاریکی دل پر سے اٹھ جاتی ہے اسی جہت سے فانیوں کی صحبت کے لئے قرآن میں سخت تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کونوا مع الصادقین اور کونوا مع الفانین الصادقون هم الفانون لا یغلبهم اور جو شخص نہ فانی ہے نہ فانیوں کی صحبت سے اسکو کچھہ تعلق اور محبت ہے وہ محض ہلاکت میں ہے اور اسکے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے اور اسکے ایمان کا کچھہ ٹھکانا نہیں الا ان تدارکہ اللہ برحمتہ دوسری شرط مورد معارف اللہ ہونیکے لئے یہ ہے کہ ہوائے نفس سے انقطاع ہو جائے یعنی سالک پر لازم ہے کہ اپنی تمام حرکات و سکون و قول و فعل اور امر اور نواہی میں اللہ تعالیٰ کی متابعت اختیار کرے اور کسی حالت میں قال اللہ قال الرسول سے باہر نہ جائے اور جو کچھہ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہیں اور اپنے رسول کی

حقیقت الوحی چھپنے کے سبب سے تشحیذ الاذہان کو دیر ہو گئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور بھلائی کی طرف حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور وہی لوگ کامیاب ہیں

تشحیذ الاذہان

جلد ۲ | اڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۵

فہرست مضامین

تصدیق مسیح ص ۱۲۹ سے ص ۱۷۲ تک	ایڈیٹر
ڈائری حضرت اقدس ص ۱۷ سے ص ۱۸ تک	"
عربی فقرات ص ۱۵ سے ص ۱۶ تک	حضرت اقدس
مکتوبات	" " "
ٹائیٹل پیج	رویات والہامات اور ضروری اطلاع

Digitized by Khilafat Library

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰ ـ مئی ۱۹۰۷ء کو
قادیان دارالامان سے شائع ہوا

خدا کی تازہ وحی

۱۷- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے - ۲- انی مع الافواج اتیک بغتۃ - ۳- انی مع اللہ الکریم - ۴- طوفان آیا وہی طوفان - شر آئی - ۱۱- اپریل ۱۹۰۷ء - دہلی میں واصل جہنم واصل خان فوت ہوگیا" حکیم واصل خان دہلی کا تو فوت ہو چکا ہوا ہے تفہیم یہ تھی کہ واصل خان نام ایک شخص کے عزیزوں میں سے کوئی طاعون سے مر جائیگا کیونکہ جہنم کا لفظ دوسرے الہامات میں بھی طاعون کیلئے استعمال ہوا ہے - یہ نشان بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر ترقی ایمان کا موجب ہوگا - ۱۴- اپریل ۱۹۰۷ء - اُجیبُ دَعوۃَ الدَّاعِ - ترجمہ - میں دعا کرنیوالے کی دعا قبول کرتا ہوں - ۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- فتح ہے تمہاری - ۲- تمہاری نام کی - ۳- اِنَّ شانئکَ ھوَ الابتر - ۴- حذ طباۃ - ۵- انت منی بمنزلۃ موسیٰ - ۶- احمد - غزنوی (نہ معلوم کیا اشارہ ہے) ۷- پھر قرآن مجلد دیکھا اس کی جلد پر شیرازہ کے قریب لکھا ہوا تھا - سلامٌ قولاً من رب رحیم - ۲۱- اپریل ۱۹۰۷ء - ساوریکم آیاتی فلا تستعجلون ترجمہ - قریب ہے میں تمہیں اپنے نشان دکھلاؤں گا پس تم جلدی نہ کرو - ۲- یہ دو گھر ہی مر گئے (اس میں خاص دو گھروں کی طرف اشارہ ہے) ۲۲- اپریل ۱۹۰۷ء - ۱- اصلح بینی و بین اخوتی (۲) - سلامٌ قولاً من رب رحیم - یہ الہام کہ اصلح بینی و بین اخوتی - اس کے یہ معنی ہیں کہ اے میرے خدا مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اصلاح کر - یہ الہام درحقیقت تتمہ ان الہامات کا معلوم ہوتا ہے جن میں خدا تعالیٰ نے اس بعض مخالفت کا انجام بتلایا ہے اور وہ یہ الہام ہیں - خرّوا علی الاذقان سجداً ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین - لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین - یعنی بعض سخت مخالفوں کا انجام یہ ہوگا - کہ بعض نشان دیکھ کر خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گرینگے کہ اے ہمارے خدا ہمارے گناہ بخش ہم خطا پر تھے اور پھر مجھے مخاطب کر کے کہیں گے کہ بخدا خدا نے ہم پر تجھے فضیلت دی اور تجھے چن لیا اور ہم غلطی پر تھے کہ تیری مخالفت کی - اس کا یہ جواب ہوگا - کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا تمہیں بخش دیگا وہ ارحم الراحمین ہے - یہ اس وقت ہوگا کہ جب بڑے بڑے نشان ظاہر ہونگے آخر سعید لوگوں کے دل کھل جائینگے کہ کیا کوئی سچا مسیح اس سے زیادہ نشان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

تصدیق مسیح

اسوقت تک جو کچھ خدا تعالٰے کی نصرت اور مدد ہمارے حضرت مسیح موعود کے شامل حال رہی اُس سے تو ایک دنیا واقف ہے اور پنجاب ہندوستان کی کوئی آنکھ یا کوئی کان باقی نہیں رہا جس نے آپ کے معجزات و کرامات نہیں دیکھے یا نہیں سنے۔ اور شاید ہی کوئی بدبخت دل ہو جس نے آپ کے نام کو سنکر اور ا شہادت آسمانی و زمینی کو مشاہدہ کر کے ایک گہرا غور نہ کیا ہو کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ مسیح کے آنیکا وقت ہے اور جبکہ نشانات اِس شخص کی تائید کر رہے ہیں۔ تو کیوں اس کو نہ مان لیا جائے۔ مگر باوجود اُن کھلے کھلے نشانات کے ظاہر ہونے کے دنیا نے خدا کے مامور کو قبول نہیں کیا اور اس کی باتیں سننے سے انکار کیا بلکہ اس کے عقاید سے واقفیت پیدا کرنی بھی گوارا نہیں کی اور یہودی علما کی طرح صرف اسقدر بات کو سنکر کہ مسیح کی موت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور چھاتی پیٹ لی اور کہا کہ کافر ہے کافر اسکو قتل کر دو ملک سے نکالدو۔ اور ہر طرح کا عذاب اسکو پہنچاؤ مگر نہ سوچا کہ اس طرح وہ خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے ہیں۔ پس خدا تعالٰے جو کہ غیور خدا ہے اپنے بندوں کی اسقدر شوخی اور شرارت کو دیکھکر غضب میں آیا جیساکہ اسنے اپنے بندیکو اطلاع دی کہ "غضبت غضباً شدیداً" اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ اس دنیا کو ایسا سیدھا کر دے جیساکہ ایک تیز نظر والے اور مشاق شکاری کا تیر ہوتا ہے۔ تاکہ ٹیڑھے تیر کی طرح جو کمان سے چھوٹتے ہی غلط طرف کو روانہ ہوتا ہے اہل دنیا کا غصہ اور جوش غیر محل اور بے موقعہ استعمال نہ ہو بلکہ باموقعہ و بامحل استعمال ہو پس اسکے لئے

خدا تعالیٰ نے ضروری سمجھا کہ اہل دنیا کا کچھ حصہ جو بلکل ناکارہ اور خراب ہو گیا ہے اسکو کاٹ دیا جائے اور کچھ حصہ کو صاف پاک کیا جاوے - اور اس نے اپنا عذاب طاعون زلزلہ اور دیگر مختلف صورتوں میں نازل کیا تاکہ وہ دل جن میں کچھ کھوٹ ہے اور کچھ صلاحیت کا مادہ رکھتے ہیں عذاب کی شدت کی گرمی سے پگھل جائیں اور دوبارہ ایک بچہ کے دل کی طرح شفاف ہو جائیں - تا نیکی اور تقویٰ کی جھلک ان پر ڈالی جاوے اور خدا کی محبت میں ڈبو دیے جائیں - اور اس طرح خدا کا وہ کلام پورا ہو کہ ساتویں ہزار برس کے شروع میں مسیح کے ہاتھ سے شیطان مارا جائیگا دجال قتل کیا جائیگا اور صلیب ٹکڑے ٹکڑے کی جائیگی میں اس وقت دو شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں سے ایک آسمانی ہے اور دوسری زمینی جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ **حضرت مرزا غلام احمد صاحب در حقیقت مسیح موعود اور مہدی مسعود ہی ہیں** - اور وہ جو ان کے مخالف ہیں ضرور ہے کہ ھاویہ میں گرائے جائیں - پہلی شہادت جو زمین پر ظاہر ہوئی وہ جان الگزنڈر ڈوئی کی موت ہے جو کہ سکاٹلینڈ کا رہنے والا تھا اور ایک نہایت غریب اور مفلس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو نہ صرف دنیاوی مال و جاہ کے لحاظ سے بلکہ نسبی شرافت اور خاندانی عزت کے لحاظ سے بھی اپنے علاقہ میں کوئی شہرت نہ رکھتا تھا - اس موقعہ پر یہ بات کہدینی ضروری ہے کہ اگرچہ مال و دولت کا ہونا کسی نبی کے لئے شرط نہیں لیکن ایک شریف خاندان اور معزز گھرانہ میں سے ہونا اس کے لئے ضروری ہے کیونکہ اگر نبی کنجروں چوڑھوں چماروں یا ڈوموں میں سے ہوں تو لوگ ان سے گھن کریں - اور نفرت کی نظر سے دیکھیں اور اس طرح اس کام میں جسکے کرنے کے لئے وہ آتے ہیں ایک بڑی روک پیدا ہو جائے - اور تمام لوگوں کو ایک بہت بڑا ابتلا پیش آئے پس اس شخص کا ایک ذلیل اور گمنام گھرانہ میں سے پیدا ہونا بھی اسکے نبوت کے دعویٰ میں ایک بہت بڑی روک تھا - غرضیکہ اس کا باپ انگلستان کو اپنی آئندہ زندگی کی بہتری کے لئے چھوڑ کر دنیا میں کسی اور طرف جانے کے لئے تیار ہوا - اور پہلے وہ آسٹریلیا میں آیا یہاں سے شمالی امریکہ کے مشہور بندرگاہ سان فرانسسکو کی طرف گیا یہ وہ بندرگاہ ہے جو کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق ۱۹۰۶ء میں سخت زلزلہ کا شکار ہو چکا ہے اور اس شخص کے وہاں پہنچنے کا واقعہ ۱۸۸۸ء کا ہے پھر ۱۸۹۲ء میں اسنے اپنا تعلق گرجہ کے ساتھ کیا اور عام طور سے لکچر دینے شروع کئے اور چونکہ یورپ

امریکہ میں پادری کی زندگی میں انسان بہت کچھ کما سکتا ہے اس لئے اسکو بھی آگے کی نسبت بہت آرام ہوگیا۔ مگر اس کا سلوک اسکے والد کے ساتھ ہمیشہ سے بُرا تھا اور خاص کر اس فراخی کے وقت میں اس نے اپنے باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جس کی وہ اکثر شکایت کیا کرتا تھا غرضیکہ جب دنیاوی طرف سے بیفکری ہوئی تو اس نے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد ڈالنی چاہی اور ظاہر کیا کہ میں بیماروں کو شفا دیتا ہوں چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے معجزہ پیش کیا کہ میں نے بارہا توجہ سے اپنی بیوی کا درد سر دور کر دیا ہے جس سے امریکا کے بعض جاہل اور مسمریزم اور سپرچولیزم کے شائق اور دلدادہ اس کے ساتھ ہو گئے جنکی وہمی طبیعت سے فائدہ اٹھا کر اس نے بہت سا مال پیدا کیا اور امریکا کے مشہور شہر شکاگو سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر اسنے ایک بہت بڑا زمین کا ٹکڑا خریدا اور وہاں شہر صیحون کی بنیاد رکھی اور زیادہ دولت کمانے کے لئے مشہور کیا۔ کہ اسی شہر میں مسیح موعود ظاہر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اسکے مریدوں نے بڑی بڑی قیمت دیکر اس سے اُس شہر میں زمینیں خریدیں تاکہ مسیح کے اترنے کے وقت وہ فوراً اس سے ملاقات کریں۔ اور گو انپر مسیح اترا یا نہ اترا مگر ڈوئی پر ضرور اترا اور گراں قیمت پر زمین کو بیچ کر یہ بہت بڑا مالدار ہوگیا اور اس طرح روپیہ سے اپنا بازو مضبوط کر کے ۱۹۰۱ء میں اسنے الیاس ثالث یا یوحنا ثانی ہونیکا دعویٰ کیا اور اعلان کیا کہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ مسیح کے آنے کی لوگونکو اطلاع دوں اور اسکے لئے راستہ صاف کردوں۔ اور اسکے ساتھ ہی اس نے کم فہم عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اپنے لکچروں میں اسلام کی توہین شروع کی بلکہ کہا کہ میں مکہ پر حملہ کرونگا اور تمام مسلمانوں کو ہلاک کرونگا۔ اور آخر ۱۹۰۲ء میں اس نے یہ پیشگوئی عام طور سے شایع کی کہ اگر مسلمان مذہب عیسوی کو قبول نہ کرینگے تو وہ تباہ و برباد ہونگے اور چونکہ یہ کلمات سخت ہتک آمیز تھے اور اس شخص کی شوخی شرارت حد سے بڑھ گئی تھی اس لئے خدا تعالےٰ کے مامور نے غیرت کے جوش میں ۱۹۰۲ء میں عام طور سے یہ اشتہار شایع کیا کہ ڈوئی کو چاہئے کہ میرے مقابلہ میں آکر دعا کرے کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اور خدا کی طرف سے نہیں اُس کو خدا تعالےٰ سچے کی زندگی میں ہلاک کرے تاکہ دنیا جھوٹے کے زہر سے بچ اور سچے کو پہچان لے اور تاکہ اسلام اور عیسائیت کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ اشتہار نہ صرف عام طور پر شایع کیا گیا بلکہ امریکا اور یورپ کے اخبارونکو بھی بکثرت بھیجا گیا تاکہ اس کی اشاعت

ہیں کوئی کمی نہ رہجائے چنانچہ وہ اخبار جو ہم تک پہنچے اور جن میں اس مباہلہ کا ذکر ہے انکا ذکر ایک نقشہ کی صورت میں ہم نیچے لکھتے ہیں اور وہ جو ہم تک نہیں پہنچے ان کو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنے ہیں

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون
(۱)	شکاگو انٹر پریٹر ۲۸ جون ١٩٠٣ء	عنوان ”کیا اس مقابلہ میں ڈوئی نکلیگا“ دونوں تصویریں پہلو بہ پہلو دیکر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں ڈوئی مفتری ہے اور میں دعا کرنیوالا ہوں کہ وہ اسے میری زندگی میں نیست و نابود کردے اور پھر کہتے ہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کا یہ طریق ہے کہ خدا سے دعا کیجاوے کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے۔
(۲)	ٹیلیگراف ۵ جولائی ١٩٠٣ء	مرزا غلام احمد صاحب پنجاب سے ڈوئی کو چیلنج بھیجتے ہیں کہ ”اے وہ شخص جو مدعی نبوت ہے آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالےٰ سے دعا کرینگے کہ ہم میں سے جو شخص کذاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو“
(۳)	ارگوناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر ١٩٠٢ء	عنوان ”انگریزی اور عربی (یعنی عیسائیت اور اسلام) کا مقابلہ دعا“ مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم بھی ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے اور جسکی دعا قبول ہو وہ خدا کیطرف سے سمجھا جاوے“ دعا یہ ہوگی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اُسے پہلے ہلاک کرے یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔
(۴)	لٹریری ڈائجسٹ نیویارک ۲۰ جون ١٩٠٣ء	تصویر دیکر مباہلہ کا مفصل ذکر کرتا ہے یعنی یہ کہ دونوں فریق ڈوئی اور ہم دعا کریں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں اور اس کے سامنے ہلاک ہو۔
(۵)	نیویارک میل اینڈ ایکسپرس ۲۰ جون ١٩٠٣ء	عنوان مباہلہ یا مقابلہ دعا کر نیچے اسی مباہلہ کا ذکر ہے۔
(۶)	ہیرلڈ روچسٹر ۲۵ جون ١٩٠٣ء	ڈوئی کو مباہلہ کیلئے بلایا گیا ہے اور پھر مباہلہ کا ذکر ہے۔
(۷)	ریکارڈ بوسٹن ۲۷ جون ١٩٠٣ء	مباہلہ کا ذکر ہے
(۸)	ایڈورٹائزر بوسٹن ۲۵ جون ١٩٠٣ء	ایضاً

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ وسنہ	خلاصہ مضمون	نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ وسنہ	خلاصہ مضمون
۹	پائلاٹ بوسٹن ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے	۱۹	بالٹی مور امریکن ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
۱۰	پاکٹ فائینڈر واشنگٹن ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	ایضاً	۲۰	بفلو ٹائمز ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۱	انٹر اوشن شکاگو ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے پھر ۲۱ جون کے پرچے میں دونوں تصویریں دیکر مفصل ذکر کیا ہے۔	۲۱	نیویارک میل ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
			۲۲	بوسٹن ریکارڈ ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۲	ڈیموکریٹ کرانیکل روچسٹر ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کے بعد دونوں تصویریں بھی دی ہیں اور حضرت کی تصویر کے نیچے	۲۳	ڈیزرٹ انگلش نیوز ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۳	شکاگو کا ایک اخبار تاریخ اور نام پھٹ گیا	یہ لفظ ہیں مرزا غلام احمد صاحب ہندوستان کا مسیح جس نے ڈوئی کو دعا کے مقابلہ کیلئے چیلنج دیا ہے	۲۴	ہیلینا ریکارڈ یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۴	برلنگٹن فری پریس ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے	۲۵	گروم شائر گزٹ ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۵	ووسٹر سپائی ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"	۲۶	ٹوینٹن کرانیکل ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۶	شکاگو انٹر اوشن ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"	۲۷	ہیوسٹن کرانیکل ۳ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۷	البنی پریس ۲۵ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"	۲۸	سٹوٹا نیوز ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"
۱۸	جیکسنول ٹائمز ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳ء	"	۲۹	رچمنڈ نیوز یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	"

نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون	نمبر شمار	نام اخبار مع تاریخ و سنہ	خلاصہ مضمون
۳۰	گلاسگو ہیرلڈ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے	۳۲	دی مارننگ ٹیلیگراف نیویارک ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء	مباہلہ اور ڈوئی پر بد دعا کرنے کا ذکر ہے
(۳۱)	نیویارک کمرشل اڈورٹائزر ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء	اگر ڈوئی اشارتاً یا صراحتاً اس چیلنج کو منظور کریگا تو بڑے دکھ اور حسرت کیساتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریگا تو بھی اسکی صیہون پر سخت آفت آئیگی۔		نوٹ:- یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔ منہ	

مگر باوجود اس کثرت اشاعت کے اور تمام یورپ و امریکہ میں شور پڑ جانے کے ڈوئی نے اس مباہلہ کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اسکے متعلق کوئی اشارہ کیا کہ مجھکو اس قسم کا کوئی چیلنج پہنچا ہے حالانکہ خود اسکو خاص طور سے وہ اشتہار بھیجا گیا تھا اور اپنی عادت کے مطابق ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء کو اس نے اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں اسلام کے برخلاف یہ فقرہ لکھے کہ "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے جب اسلام دنیا سے نابود ہو جائے ای خدا تو میری اس دعا کو قبول کرائے خدا تو اسلام کو ہلاک کر پھر اگست کے پرچہ میں اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ "انسانیت پر اس سخت بدنما دھبہ کو صیحون ہلاک کر کے چھوڑ دیگا" اور اسطرح گویا اس نے خدا سے دعا مانگی کہ اسلام چونکہ چونکہ جھوٹا ہے تو اسکو تباہ کر مگر چونکہ وہ سچا مذہب اور خدا کی طرف سے ہے اسلئے یہ شخص نہایت ذلت سے خود ہی مرگیا اور اسلام اور اسکا نبی اب تک زندہ ہے اور روز بروز ترقی حاصل کر رہا ہے غرضیکہ اس شخص کی یہ حالت دیکھکر حضرت مسیح موعود نے ایک دوسرا اشتہار شایع کیا جسکا عنوان تھا "پگٹ و ڈوئی کے متعلق مسیح موعود کی پیشگوئیاں" اور اسطرح یہ مقابلہ مباہلہ گزر کر پیشگوئی پر اتر آیا چنانچہ اس اشتہار کا ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے

"زمین جب گناہ اور شرک سے آلودہ ہو جاتی ہے اور اس حقیقت سے بے خبر ہو جاتی ہے۔ جو انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک کامل الفطرت انسان کو

اپنی ذات سے پاک تعلق بخش کر اور اپنے مکالمہ سے اسکو مشرف کرکے اور اپنی محبت میں اسکو انتہا تک پہنچا کر اسکے ذریعہ سے دوبارہ زمین کو پاک وصاف کرے انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اس سے پیدا کر لیتا ہے جب وہ بالکل خدا کے لئے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا کرتا ایک مصفا آئینہ کی طرح بنجاتا ہے تب اس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہوتا ہے اس صورت میں بشری اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بنجاتا ہے اور کبھی اس سے صفات الٰہیہ صادر ہوتی ہیں کیونکہ اسکے آئینۂ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے اور کبھی اس سے بشری صفات صادر ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے اور ایسے انسانوں کو دیکھنے والے کبھی دھوکہ کھا کر اور صرف ایک پہلو کا کرشمہ دیکھکر انکو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا میں مخلوق پرستی اسی وجہ سے آئی ہے اور صدہا انسان اسی دھوکہ سے خدا بنائے گئے ہیں۔ مگر ہمارے اس زمانہ میں جسقدر عیسائیوں کا وہ فرقہ جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اس دھوکہ میں مبتلا ہے اسقدر کوئی اور قوم مبتلا نہیں مسیح سے صدہا برس پہلے جو لوگ خدا بنائے گئے تھے جیسے راجہ رامچندر راجہ کرشن گوتم بدھ ہمارے اس زمانہ میں بھی خواہ نخواہ خدائی کا خطاب انکو دے رہے ہیں اگرچہ اس خیال کا بطلان ایسا بدیہی تھا کہ کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر افسوس کہ عیسائی ابھی تک اس زمانہ کی ہوا سے بھی دور بیٹھے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ ایسے لغو خیالات کا زمانہ ہی دن بدن مخالف ہوتا جاتا ہے تو انہوں نے اپنے معمولی طریقوں سے مایوس ہو کر یہ ایک نیا طریق اختیار کیا کہ کوئی ان میں سے الیاس بن گیا اور کسی نے یہ دعوے کر دیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں اور میں ہی خدا ہوں اس مجمل فقرہ سے مراد میری یہ ہے کہ لنڈن میں تو مسٹر پگٹ نے خدائی اور مسیحیت کا دعویٰ کیا اور امریکہ میں مسٹر ڈوئی الیاس بن بیٹھے اور پیشگوئی کر دی کہ مسیح ابن مریم پچیس برس تک دنیا میں آجائیگا دونوں میں فرق یہ ہے کہ ڈوئی نے تو بزدلی دکھائی اور الیاس بننے میں بھی اپنی پردہ دری سے ڈرتا رہا اور مسیح نہ بنا بلکہ مسیح کا خادم بنا اور پگٹ نے بڑی ہمت دکھلائی کہ خود مسیح بن گیا نہ صرف مسیح بلکہ خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا اب لنڈن والوں کو کسی بیماری آفت مصیبت کا کیا اندیشہ ہے جن کے شہر میں خدا اترا ہوا ہے مگر میں نے سنا ہے کہ لنڈن میں کچھ یہودی بھی رہتے ہیں اسلئے بیشک یہ اندیشہ ہے کہ انکو طبعاً یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو وہی مسیح ہے جو صلیب سے بوجہ غشی کے غلطی کیساتھ زندہ اتارا گیا اور پھر موقع پاکر مشرقی بلاد کی طرف بھاگ گیا آخر اب ایسے طور پر اسکو صلیب دیں کہ کام تمام ہو جائے

اور پھر کسی طرف بھاگ نہ سکے اور ساتھ ہی یہ فکر بھی ہے کہ مبادا عیسائیوں کو بھی خیال آجائے کہ پہلا کفارہ پرانا اور بودہ ہو چکا ہے اور شراب خوری اور فسق و فجور کی کثرت نے ثابت بھی کر دیا ہے کہ اُس کفارہ کی تاثیر جاتی رہی ہے اسلئے اب ایک نئے خون کی ضرورت ہے سو میں ہمدردی سے کہتا ہوں کہ مسٹر پگٹ کو ان ہر دو فرقوں سے چوکس رہنا چاہیئے القصہ ان دنوں میں جبکہ زمین میں ایسے ایسے جھوٹے اور ناپاک دعوے کئے گئے ہیں خدا نے جو زمین پر بدی اور ناپاکی کا پھیلنا پسند نہیں کرتا مجھے اپنا مسیح کر کے بھیجا تا وہ زمین کی تاریکی کو اپنی توحید سے روشن کرے اور شرک کی نجاست سے دنیا کو مخلصی بخشے پس میں وہی مسیح موعود ہوں جو ایسے وقت میں آنیوالا تھا اور میں صرف اپنے مُنہ سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا میری گواہی دیتا ہے اس نے اس گواہی کے پورا کرنیکے لئے صدہا نشان میرے لئے ظاہر کئے اور کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسکا فضل اس مسیح سے مجھ پر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا اگر میں صرف اپنے مُنہ سے کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر وہ میرے لئے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دیسکتا میرے لئے اسکی ہزارہا گواہیاں ہیں جن کو میں شمار نہیں کر سکتا مگر منجملہ ان کے ایک یہ بھی گواہی ہے کہ یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونیکا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائیگا دوسری یہ گواہی ہے کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہو گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دُکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دیگا یہ دو نشان ہیں۔ جو یورپ اور امریکہ کے لئے خاص کئے گئے ہیں کاش وہ انپر غور کریں اور ان سے فائدہ اٹھاویں۔

یاد رہے کہ اب تک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا ہے اسلئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء ہے اسکو پوری سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آگیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جسکو میں شایع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہو گا میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور وہ جیسا کہ

بیان کرتا ہے یہ پچاس برس کا جوان ہے جو میری نسبت گویا ایک بچہ ہے لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک اور احکم الحاکمین ہے وہ اسکا فیصلہ کریگا اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو میں آج تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اسکا بھی شکست کی صورت سمجھی جائیگی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیئے کہ یہ تمام دعویٰ اسکا الیاس بننے کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہیگا لیکن درحقیقت ایسے بھاری مقابلہ سے گریز کرنا بھی ایک موت ہی ہے پس یقین سمجھو کہ اس کے صیہون پر جلد تر ایک آفت آنیوالی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ضرور ایک صورت اسکو پکڑ لے گی اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہیگا یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں سو اے ہمارے پیارے خدا انکو اس مخلوق پرستی کے اثر سے رہائی بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو کہ اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں ان کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے انکو سیراب کر کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے کسی انسان کے خون میں نجات نہیں اے رحیم کریم خدا انکی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے اب ان پر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھولدے اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خون مسیح کے خیالات سے انکو بچا لے اے قادر کریم خدا ان کے لئے میری دعا سن اور آسمان سے انکے دلوں پر ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دینگے اور تیری آواز سنیں گے پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں بلکہ ان پر رحم کر اور انکے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لئے کھولدے ہر ایک

قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے تو میں تیرے مُنہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے مجھے تو نے وعدے دئیے ہیں ان وعدوں کو تو ضرور پورا کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کردے کہ وہ خدا جسکی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بیخبر ہیں اے قادر کریم میری سُن لے کہ تمام طاقتیں تجھکو ہیں آمین ثم آمین۔

چنانچہ اس اشتہار کے شایع ہونے پر جسمیں صاف لکھا تھا کہ صیہون پر ایک آفت آنیوالی ہے اور اگر یہ اشارۃً یا کنایۃً بھی مقابلہ پر آئیگا تو ہلاک ہوگا اس نے ۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ لیوز آف ہیلنگ میں شایع کیا کہ ”لوگ مجھے بعض اوقات کہتے ہیں کہ کیوں تم فلاں فلاں بات کا جواب نہیں دیتے جواب! کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان کیڑوں مکوڑوں کا جواب دونگا اگر میں اپنے پاؤں ان پر رکھدوں تو ایکدم میں ان کو کچل سکتا ہوں مگر میں انکو موقع دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جائیں اور کچھ دن اور زندہ رہیں“ پھر ۱۲ دسمبر کے پرچہ میں لکھا کہ ”اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا پیغمبر نہیں۔ تو پھر کوئی بھی نہیں“ اور اسلام کی تباہی کی پھر دوبارہ پیشگوئی کی چنانچہ لکھا کہ ”میرا یہ کام ہے کہ لوگوں کو مشرق اور مغرب سے اور شمال اور جنوب سے نکال کر جمع کروں اور انکو اس صیہون اور دوسرے ایسے صیہون کے شہروں میں آباد کروں یہانتک کہ وہ وقت آجاوے کہ جب تمام مسلمان صفحۂ دنیا سے نابود کردئے جاویں اے خدا تو ہمیں وہ وقت دکھا“ پھر اس نے ایک خواب شایع کی کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تو اپنے دشمنوں پر غالب آئیگا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ڈوئی نے ظاہرہ طور سے مباہلہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور نہ کوئی ایسا اعلان دیا جسمیں اس نے صاف طور سے لکھا ہو کہ مجھکو فلاں شخص نے مباہلہ کی دعوت دی ہے اور میں اسکو قبول کرتا ہوں مگر اس کے طرز طریق اور عمل سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوئی ہے کہ اس نے مباہلہ کیا کیونکہ اس نے

ملہ وہ تمام عبارتیں جو کہ کوٹیشن میں لکھی گئی ہیں ہمارے قابل فخر پرچہ ریویو آف ریلیجنز سے نقل کی گئی ہیں اور نقشہ مرقومہ بالا بھی وہیں سے لیا گیا ہے۔ ایڈیٹر

اس مباہلہ کی دعوت کے اشتہار کے بعد بھی اسلام کے برخلاف کہنا نہیں چھوڑا اور برابر کہتا رہا کہ میں جیتونگا اور اسلام تباہ ہو گا اور یہ کہ اگر میں پاؤں بھی رکھوں تو حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ ایک کیڑے کی طرح کچلے جائیں پھر اسی پر بس نہیں کی اور ایک خواب شایع کی کہ فرشتہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ میرے دشمن تباہ ہونگے اور اسی طرح ظاہر کیا کہ گو مرزا صاحب میری برخلاف لکھتے ہیں اور میرے ہلاک ہونیکی پیشگوئی کرتے ہیں مگر وہ خود ہلاک ہونگے اور میں فتح پاؤنگا اور یہی مباہلہ ہوتا ہے مرزا صاحب کو یہ دعوی کہ میں سچا اور تو جھوٹا اسلئے تیرے صیہون پر اور تجھ پر ایک سخت آفت آویگی اور تو انسانی ہاتھ سے نہیں بلکہ آسمانی ہاتھ سے اور خدائی عذاب سے مریگا آپ کے برخلاف اس دعوی کے شایع ہو چکنے کے بعد وہ دعوی کرتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہو گا میں فتح پاؤنگا اور میرے دشمن ہلاک ہونگے اور صیہون بجائے تباہ ہونیکے اور بڑھیگا اور ایسے کئی شہر دنیا میں قایم کئے جائینگے پس جب طرفین نے یہ بات شایع کردی تو مباہلہ ہو چکا اور پھر حضرت صاحب نے اپنے دوسرے اشتہار میں صاف طور سے لکھا ہے کہ اگر یہ شخص میرے مقابل نہ بھی آئے تب بھی ہلاک ہو گا پس اگر بفرض محال یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ مباہلہ نہیں ہوا تو بھی ڈوئی آپ کی دعا کا نشانہ بن کر مرا ہے اور یورپ وامریکہ پر اپنی موت سے ثابت کر گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے مقابل آنیوالے کبھی فلاح نہیں پاتے اور خدا تعالیٰ کے آگے ان کی عزت ایک گندی موری کے کیڑے کے برابر بھی نہیں ہوتی یاد رہے کہ حضرت صاحب نے اشتہار میں صاف طور سے یہ بات شایع کی تھی کہ یہ شخص مجھ سے گیارہ برس چھوٹا ہے اور باوجود چھوٹا ہونے کے ضرور ہے کہ وہ آپ کی زندگی ہی میں مرجاے اور یہ کہ وہ دکھ سے مریگا اور اسکے صیہون پر آفت آئیگی پس اس پیشگوئی کے شایع ہونے کے بعد کونسی مصیبت تھی جو اسپر نہیں آئی اور وہ کونسا دکھ تھا جسمیں وہ مبتلا نہیں ہوا پہلی مصیبت جو اسپر پڑی وہ یہ تھی کہ وہ ولدالزنا ثابت ہوا جس کا اسنے اور اسکے باپ نے اقرار کیا اور اسنے یہ بھی کہا کہ اس میں میرا قصور نہیں بلکہ میری ماں کا قصور ہے اور اسکے ولدالزنا ثابت ہونے سے اس کے باپ کی وہ شکایت دور ہو گئی کہ یہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اسکے نطفہ سے ہی نہیں تھا تو نیک سلوک کیوں کرتا وہ ایک فوجی افسر کے نطفہ سے تھا مگر اس بات کے عام طور سے ظاہر ہونے پر اسکو کچھ بہت صدمہ نہیں ہوا کیونکہ عیسائیوں میں یہ بہت بڑا عیب نہیں بلکہ شاید خوشی ہوئی ہو کیونکہ اسطرح

کونٹ ٹالسٹائے کے خیال کے مطابق تو اسکی مشابہت مسیح سے پائی گئی (کونٹ ٹالسٹائے ایک روس کا امیر ہے جسکا دعویٰ ہے کہ مسیح نعوذ باللہ ولد الزنا تھے اور اسمیں ان کا کوئی کوئی قصور نہ تھا بلکہ مریم کا قصور تھا) اور پھر اسکے بعد اسپر ایک اور مصیبت وارد ہوئی کہ جس نے نہ صرف اسکی صحت کو تباہ کیا بلکہ اس کے عقیدہ باطل پر بھی پانی پھیر دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ بیماری گناہ کا نتیجہ ہے اور فخر کرتا تھا کہ میں تندرست ہوں اس لئے بیگناہ ہوں بلکہ کہتا تھا کہ میں آگے کی نسبت جوان ہو رہا ہوں اور میری عمر کے ساتھ میری طاقت بھی بڑھ رہی ہے حالانکہ دوسرے لوگوں کی طاقت اس عمر میں کم ہوتی ہے۔ اور وہ مصیبت فالج کی بیماری تھی جو کہ خفیہ راہوں سے اسپر آپڑی اور وہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ایک فالج میں مبتلا ہوا اور پھر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۵ء کو تو ایسا دورہ ہوا کہ پھر اسکو صحت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور آخر مجبور ہو کر اسکو صیحون چھوڑنا پڑا اور صحت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے وہ ایک جزیرہ کی طرف روانہ ہوا اب اسکی مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یکے بعد دیگرے اسقدر مصیبتیں اسپر پڑیں کہ ان پر غور کرنے سے ایک ذرا سی عقل رکھنے والا انسان بھی کانپ جاتا ہے اور خدا کے عذاب کے خوف سے اسکے جسم پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسپر بیماری کا اسقدر سخت حملہ ہوا تو اسکے مریدوں کے دلوں میں شک پیدا ہوا کہ یہ تو کہتا تھا کہ میں دوسروں کی بیماریاں دور کرتا ہوں اور اب یہ خود بیمار ہے اور کچھ نہیں کر سکتا پس اسکا جانشین والیوا جسکو اس نے خدا کی انسان سمجھا تھا اور صیحون میں اپنا قائمقام مقرر کیا تھا اسنے اسکے برخلاف کارروائی شروع کی اور لوگوں کو اکسایا۔ کہ یہ شخص خدا کی طرف سے تو تھا لیکن اب اس میں شیطان حلول کر گیا ہے چنانچہ لوگوں نے اسکو عہدہ نبوت سے معزول کر کے والیوا کو اسکا جانشین بنایا اسوقت اسکی بیوی اور بیٹا بھی شہر کے لوگوں کیساتھ مل گئے کیونکہ اسکی بیوی نے کہا کہ میں ہمیشہ ڈوئی کی طرفدار رہی ہوں اور کبھی میری وفاداری میں فرق نہیں آیا یہانتک کہ اسکی غربت کے دنوں میں بھی میں نے اسکا ساتھ دیا ہے مگر اس نے ایک مالدار بیوہ سے شادی کرنیکے لئے نیا مسئلہ نکالا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنی جائز ہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکو میں برداشت نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے شہر کے لوگوں کو وہ خطوط بھی دکھائے جو کہ ڈوئی کو اس عورت کی طرف سے آئے تھے جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا اسپر لوگوں کا جوش اور بھی بھڑک اٹھا اور انہوں نے اسکے رہنے کے کمروں کی بھی تلاشی لی جس سے اور بھی راز کھلے یعنی اسکے

کمرہ میں سے چند شراب کی بوتلیں نکلیں اور وائن گلاس نکلے جس سے معلوم ہوا کہ وہ شراب بھی پیتا تھا حالانکہ وہ اپنے مریدوں کے سامنے شراب پینے کی سخت مخالفت کرتا تھا اور اسکو ایک بے شرمی قرار دیتا تھا پس اب نوشہر کے لوگوں کا جوش حد سے زیادہ بڑھ گیا اور انہوں نے فوراً اسکو تار دی کہ تم خائن دغاباز اور غاصب ہو اسلئے تمکو موقوف کیا جاتا ہے چنانچہ ایک اشتہار جو اس نے اس معاملہ کی نسبت شایع کیا اُس سے سب باتیں صاف طور سے ظاہر ہوتی ہیں یہ اشتہار اخبار "بدر" مورخہ ۱۰- جنوری ۱۹۰۶ء میں شایع ہو چکا ہے اور ہم اسوقت مضمون کے سلسلہ کو مکمل کرنیکے لئے اسکو یہاں درج کرتے ہیں کہ " دالی واہیر ایک مرید تھا پہلے آسٹریلیا کے ملک میں رہتا تھا اور اس جگہ میں نے اس کو اپنے سلسلہ کا افسر بنایا ہوا تھا اور ان دنوں میں میرا یقین تھا کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام کیواسطے موزون اور مناسب آدمی ہے پھر جب فروری ۱۹۰۶ء میں مجھے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ دماغی اور جسمانی محنت سے ایک لمبا عرصہ آرام کرنے کے واسطے کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں اسوقت میں نے دیکھا کہ دالی واہیر اس اہم مقام ہونیکے واسطے خاص کر خدا کی طرف سے طیار کیا گیا ہے اسی یقین کے مطابق میں نے اسکو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود اس طرف چلا گیا اور باضابطہ اسکو اپنی تمام جایداد کا اختیار دیا کہ وہ جس طرح سے چاہے اس جائداد کو استعمال کرے فروخت کرے یا نئی خرید کرے غرض ہر طرح سے اس پہ پورا بھروسہ کیا گیا اور اسکو تمام اختیارات ظاہری و باطنی دیئے گئے اور تمام جماعت کا اس کو سردار مقرر کیا گیا میں نے اسکو یہ بھی لکھا کہ خدا نے تجھے اس کام پر مقرر کیا ہے اور تمہارے اس تقرر میں میں صرف ایک واسطہ ہوں اور خدا کا ہتھیار ہوں ورنہ کرنیوالا سب کچھ خدا ہی ہے یہ ایک نہایت عظیم الشان عہدہ ہے جو کہ تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور اگر تم اس کو عمدگی سے پورا کرو گے تو پھر تم کو میں اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کرونگا اور تم اس سلسلہ میں مسیح کے دوسرے رسول مقرر کئے جاؤ گے۔ الغرض بڑا اعتبار اس شخص پر کیا گیا اور تمام مال متاع اور جائداد کا اس کو مالک بنا دیا گیا لیکن اس نے نہایت دغابازی اور محسن کشی سے کام لیا اور شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے .... میرے برخلاف منصوبے گانٹھنے شروع کر دیئے اور پہلے ایک دو ماہ تک مجھے کوئی خط نہیں لکھا اور معلوم نہیں کہ اندر ہی اندر کیا منصوبے میرے برخلاف بناتا رہا۔ اور

دوسرے آدمیوں کو میری برخلاف کرتا رہا کچھ عرصہ کے بعد مجھے خط لکھا کہ چونکہ کام میں بہت مصروف رہتا ہوں اور میرے نزدیک یہ نیکی ہے کہ کام بہت کیا جاوے اور کام کا ذکر تھوڑا کیا جاوے اسواسطے میں نے آپ کو خط نہیں لکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ صیحوں میں بہت سے امور قابل اصلاح ہیں اور میں نے اُن اصلاحوں کو شروع کر دیا ہے لیکن اخلاقی حالت میں اچھے نہیں ہیں اور جس شخص کو تم بُرا اور مخالف خیال کر کے نکالنا چاہتے ہو اور مجھے تاکید کرتے ہو کہ اُسے خارج کرنا چاہیئے میرے خیال میں وہ آدمی اچھا ہے اور آپ کو صرف غلط فہمی ہوئی ہے وہ آدمی خراب نہیں ہے غرض اس قسم کی تشفی کا خط اس نے مجھے تحریر کیا لیکن جب مجھے خبر لگی کہ وہ میرے برخلاف کارروائیاں کرتا ہے اور میرا کوئی کہنا نہیں مانتا تو میں نے اسکو لکھا کہ بغیر میری تحریری اجازت کے تم آیندہ کوئی کام نہ کرو جسے میں موقوف کرنیکے واسطے کہتا ہوں موقوف کر دو جسے رکھنے کے واسطے کہتا ہوں رکھو اس کے جواب میں چند روز کے بعد مجھے تار آیا جو والی وا۔ اور چند دیگر مریدین کی طرف سے تھا اور اس تار میں یہ لکھا تھا کہ تمام جماعت بالاتفاق تمہاری فضول خرچی۔ ریاکاری۔ غلط بیانیاں۔ مبالغہ آمیز کلام لوگوں کے مال کے ناجایز استعمال ظلم اور غضب پر سخت اعتراض کرتی ہے اسواسطے تمہیں تمہارے عہدے رسوت اور افسری سلسلہ سے معطل کیا جاتا ہے مفصل خط ڈاک میں روانہ ہوتا ہے ان باتوں کا قابل تشفی جواب دو بہتر ہے کہ خاموش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرو اگر مخالفت کرو گے تو قانونی چارہ جوئی کی جاویگی۔

اس تار کے ملنے پر مجھے پورے طور سے معلوم ہو گیا کہ کتنی بڑی بھاری بغاوت اور خیانت کا منصوبہ میری مخالفت میں کیا گیا ہے اسواسطے میں فوراً اس ملک سے چل پڑا تاکہ خود جا کر ہر ایک بات کا فیصلہ کروں اور اپنے بنائے ہوئے شہر کو اور اپنے مریدوں کو اس غاصب کے ہاتھ سے چھوڑاؤں لیکن جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ والی وا نے قریباً تمام شہر کو میرے مخالف کر رکھا ہے تھوڑے تھے جو مجھ پر ایمان رکھتے تھے بدنت ہی تھوڑے آدمی مجھے لینے کے واسطے اسٹیشن پر آئے شہر میں داخل ہو کر معلوم ہوا کہ میری تمام جائداد اور مکانات اور ہر ایک چیز جو میری تھی اسپر مخالفانہ قبضہ ہے یہاں تک کہ میرا بستر اجس پر میں رات کو آرام کرتا تھا وہ بھی چھین لیا گیا ہے مخالفت نہایت ہی سخت تھی اسواسطے مجھے ناچار عدالت کی طرف جھکنا پڑا"[۲] ڈوئی آج کل اسی شہر میں ہے مگر بہت بیمار ہے اور گھر سے باہر نہیں نکل سکتا اسپر ایک سخت تباہی واقعہ ہوئی ہے پہلے بیشک وہ اچھا تھا

۲ ۔ اس جگہ والی وا کا بھی ایک خط درج کیا جاتا ہے جو کہ مفتی صاحب ایڈیٹر بدر کے نام آیا اور اخبار بدر میں چھپ چکا ہے یہ شخص ڈوئی کا نائب تھا جیسا کہ ڈوئی کے اپنے اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے وہ خط یہ ہے

اور اس نے دنیا کو ایک اعلیٰ تعلیم دی تھی اور خدا سے الہام پا کر اس نے یہ سلسلہ قایم کیا تھا لیکن وہ جو انسان کے روح کا دشمن ہے (شیطان) اس نے ڈوئی کو بھی گمراہ کر دیا اسواسطے ڈوئی خود بھی اس تعلیم پر نہ رہا جو کہ وہ لوگوں کو دیتا تھا پس وہ سلسلہ سے خارج کیا گیا"۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . . وہ مقدمہ جسکا اشتہار میں ذکر کیا گیا ہے ہوا اور جج نے فیصلہ کیا کہ اصل حقدار صیحون کے لوگ ہیں اور ڈوئی کا دعویٰ جھوٹا ہے چنانچہ اسکے لئے ایک قلیل مشاہرہ مقرر کر دیا گیا اور اس صدمہ سے آخر وہ پاگل ہو گیا چنانچہ ڈیلی ٹیلیگرام میں شایع ہو چکا ہے کہ ڈوئی کے مرید جو ابھی تک اس کے ساتھ ہیں ایک جگہ اسکا وعظ سننے کے واسطے جمع ہوئے اور ان کی تعداد صرف دو سو کی تھی اس میں ڈوئی نے جو تقریر کی تو صاف معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہے۔ یہانتک کہ اپنا نام بھی بھول گیا ہے کہتا ہے کہ میں جبری ہوں اور رات بھر مخالفوں سے لڑائی کرتا رہا ہوں اور جنگ میں میرا جرنیل مارا گیا ہے اور میرے ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں چنانچہ ہاتھوں پر پٹیاں باندھی ہوئی تھیں) ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اب جلد مر جاوے گا" اور آخر ان سب تباہیوں کے بعد ڈوئی ۸۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو امریکہ میں بڑے دکھ کے ساتھ مر گیا مرنے سے چند دن پہلے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور وہ ڈوئی جسکے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی مرتے وقت صرف چار آدمی اسکے پاس ایسے تھے جو کہ اس کی مدد کرتے تھے اور وہ جو کہ کروڑوں کا مالک تھا جب مرا تو بمبئی کا اخبار لکھتا ہے کہ صرف دس ڈالر اسنے اپنی بیوی کے لئے ترکہ میں چھوڑے پس کیا عبرت کا مقام ہے اسکے لئے جو سوچ اور غور کرے مباہلہ ہم ثابت کر چکے ہیں اسکا نتیجہ لکھ چکے ہیں پس اور کونسی بات رہ گئی ہے جسکے ہمارے مخالف منتظر ہیں کیا کوئی بادیا آنکھ نہیں جو ان حالات کو پڑھکر اپنی درستی کرے کیا کوئی ایسا شریف دل نہیں جو ان حالات پر غور کر کے نصیحت پکڑے کیا سچ کی غیرت اور حق کی محبت دنیا سے اٹھ گئی ہے کہ اب بھی لوگ انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں اے مسلمانو! ہندؤ! اور عیسائیو! آنکھیں کھولو کہ خدا کی رحمت اور قہر کے دن ہیں رحمت انکے لئے جو اسکے مامور کو قبول کریں اور قہر ان کے لئے جو اسکا انکار کرتے ہیں پس مبارک ہیں وہ جو وقت کی قدر کرتے اور زمانہ کو پہچانتے

ہیں کیونکہ ضرور ہے کہ خدا انکو تمام دنیا پر فضیلت دے اور ان سفاسوں پر پہنچائے جو اسکے پیاروں اور عزیزوں کے لئے مخصوص ہیں۔ کاش کوئی سعید دل اسپر غور کرے کہ عذاب کی کتنی قسمیں ہیں یعنے عزت کی بربادی۔ صحت کی تباہی اور عقل کی تباہی اور رشتہ داروں کی تباہی اور ایمان کی تباہی اور ڈوئی خدا کے مامور کے مقابلہ میں آکر ان سب عذابوں کا نشانہ بن چکا ہے کیونکہ وہ والدالزناہ ثابت کیا گیا اور ایک عورت سے اسکا ناجائز تعلق معلوم کیا گیا پس اس طرح اسکی عزت برباد ہوگئی پھر وہ صیحوں سے نکالا گیا اور اسکا مال چھین لیا گیا یہ اسپر مالی عذاب آیا اُسپر فالج پڑا اور صحت برباد ہوگئی بیوی بچوں نے چھوڑ دیا عزیزوں کی تباہی ہوئی اپنے عقیدہ کے برخلاف شراب کا عادی ثابت کیا گیا ایمان کا ستیاناس ہوا مرنے سے پہلے دیوانہ ہوا عقل پر آفت پڑی حضرت میرزا صاحب کے سامنے مرگیا سو آخری عذاب موت کا بھی چکھ گیا کیونکہ یہ حسرت اسکے دل میں ہی رہی کہ کب اسلام تباہ ہو اور وہ خوشی کی عید منائے اور اب بھی اگر کوئی نکتہ چین آنکھ اور معرفت سے بے بہرہ دل اس پیشگوئی میں نقص نکالنے کی بیفائدہ کوشش کرے، اور حق کو نہ دیکھے تو ہم اسکے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا الظالمین اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر بعض کورچشموں کا اعتراض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی پیشگوئی شایع نہیں کی گئی اور گویا ڈوئی کی نسبت جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ جھوٹ اور افترا ہے پس اسلئے ہم ذیل میں دو اخباروں کا اقتباس شایع کرتے ہیں جو کہ ریویو آف ریلیجنز مورخہ ۲۰ اپریل میں شایع ہو چکا ہے اخبار گلاسگو ہیرلڈ مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء لکھتا ہے (از نامہ نگار لنڈن) پچھلے چند ہفتوں میں ایک اشتہار بعنوان "پگٹ و ڈوئی کے متعلق مسیح موعود کی پیشگوئیاں" ممالک یورپ و امریکہ میں مشتہر کرنے کی غرض سے قادیان ملک پنجاب سے شایع ہوا ہے یہ ایک عجیب قابل ذکر تحریر ہے جو چھ صفحہ حجم کا پرچہ ہے زبان انگریزی میں بمقام لاہور میں چھپی ہے لیکن مسیح موعود ایشیا کا رہنے والا ہے کیونکہ اس پرچہ میں مترجم کا نوٹ درج ہے اور پیشگوئی کے نیچے مرزا غلام احمد صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔

"عیسائی مذہب کی غلطی: یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اس اشتہار کے مضمون کو خلاصۃً بغیر

کسی قسم کی رائے زنی کے لکھا جاوے تو دعویٰ پیش کردہ میں کسی قسم کے شک کی گنجایش نہیں مرزا غلام احمد صاحب بڑی صفائی اور تفصیل سے ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس نے آخری زمانہ میں آنا تھا لیکن مسیح کے متعلق تمام پرانے خیال کے عیسائیوں سے انکا خیال مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ انسان خدا بن جائے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید اور گہرا تعلق پیدا کرلے اور اس طرح سے خدائے تعالیٰ کا مظہر ہو جاوے بعض اوقات ایسے انسان سے صفات الٰہی ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صورت کا عکس اسکے آئینہ دل پر پڑتا ہے اور ساتھ ہی اس سے انسانی صفات بھی ظہور میں آتی ہیں کیونکہ فطرتاً وہ ایک بشر ہوتا ہے یہی باعث ہے کہ جن لوگوں کو روحانیت میں کم دخل ہے وہ ایسے انسان کے بارہ میں دھوکہ کھا جاتے ہیں کیونکہ ان کی ایک جانب نظر ہوتی ہے اور دوسری طرف سے بالکل اندھے ہوتے ہیں ایک انسان میں صفات الٰہی کا انعکاس پاکر اس ظل کو اصل خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور ایسے شخص کو واقعی خدا تعالیٰ سمجھتے ہیں لیکن عیسائیوں کا وہ فرقہ جنہوں نے حضرت مسیح کو خدا بنایا ہے جس غلطی میں وہ پڑے ہوئے ہیں اور جو دھوکہ ان کو لگا ہے وہ دیگر تمام مشرک قوموں کی غلطی اور دھوکہ سے بدرجہا بڑھکر ہے مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک جو بات عیسائی مذہب کے متعلق بہت مایوسی پیدا کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ جب عیسیٰ کی خدائی کا جھوٹا عقیدہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کی طبایع کے نزدیک قبول کرنیکے قابل نہ رہا تو ایک جھوٹے خیال کو قایم رکھنے کے لئے نئے نئے بیہودہ طریق پیش کئے جاتے ہیں اور ایک جھوٹے عقیدہ کو بحال رکھنے کے لئے نئے جھوٹے دعوے تراشے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگیٹ:۔ مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک سخت قابل نفرت اور نہایت بیہودہ دعاوی وہ ہیں جو ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگیٹ نے کئے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یورپ میں مسٹر پگیٹ مسیحیت و خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو زمین و آسمان کا مالک قرار دیتا ہے اور مغربی کرہ میں چیکاگو کا ڈاکٹر ڈوئی کھڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں الیاس ہوں جس نے یسوع مسیح سے پہلے آنا تھا اور ۲۰ سال آیندہ کے اندر یسوع مسیح کی آمد کی پیشگوئی کرتا ہے اس کام کے اختیار کرنے میں ان دو جھوٹے دعوے کرنیوالوں نے جو دلیری کی ہے اس میں ایک خفیف سا فرق ہے سکاٹ لینڈ کا مفتری یعنی ڈوئی کمزور دل معلوم ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ اسکا یہ دعوے ہے

کہ وہ بحیثیت ایک نوکر کے اپنے مالک (مسیح) کے واسطے راستہ تیار کرنے آیا ہے لیکن الیاس ہونے کا دعوے کرنے میں بھی بزدلی دکھلاتا ہے مسٹر پگٹ ڈوئی سے زیادہ دلیر ہے یعنی جھوٹے دعوے کے کرنے میں اُسنے زیادہ دلیری اور جرأت دکھلائی ہے اور کہتا ہے کہ میں وہی مسیح ہوں جو پہلے آیا تھا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر وہ خود خدا ہونیکا دعویدار ہے یہ تمام اسکی لغویات اور کفر کی باتیں ہیں۔

صد ہا نشانات آسمانی: ۔مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ اسلئے کہ زمین بدکاریوں اور جھوٹے عقیدوں اور جھوٹے دعووں سے آلودہ ہو گئی تھی سچا مسیح سرزمین پنجاب میں نازل کیا گیا ہے اگرچہ وہ خدائی کا دعوے نہیں کرتا لیکن اسکا مسیحیت کا دعویٰ بھی اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ میری تائید میں جو سینکڑوں نشانات آسمانی ظاہر ہوئے ہیں انکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے میری صداقت کی شہادت دی ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو برکات و فضل مجھ پر نازل کئے ہیں وہ ان فضلوں سے بدرجہا بڑھکر ہیں جو اس مسیح پر نازل ہوئے تھے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے وجود کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا عکس اس پہلے یسوع کی نسبت بہت زیادہ پڑا ہے اگر یہ تمام میری اپنی ہی لاف و گزاف ہے جس کی اور کوئی سند نہیں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری صداقت کی شہادت دیتا ہے تو کوئی نہیں جو مجھے جھٹلا سکے۔

"**دعوت مقابلہ:** ۔خصوصاً ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگٹ کی قسمت کا فیصلہ مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہوگا مترجم کے نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستمبر سالگذشتہ میں بذریعہ ایک ماہواری رسالہ اسمی ریویو آف ریلیجنز قادیان میں مسیح موعود کی جانب سے ڈاکٹر ڈوئی کو دعوت مقابلہ کی گئی تھی کیونکہ ڈاکٹر ڈوئی نے پیشگوئی کی تھی کہ تمام مسلمان ہلاک ہو جاویں گے اسلئے کہ وہ یسوع مسیح کو خدا اور ڈوئی کو الیاس نہیں مانتے اس تحریک سے جو دعوت مقابلہ کی گئی اس کے الفاظ یہ ہیں "اس امر کا فیصلہ کہ مسلمانوں کا خدا سچا خدا ہے یا ڈوئی کا خدا سچا ہے ان لاکھوں جانوں کو ضایع کرنیکے بغیر بھی ہو سکتا ہے جن کے ضایع ہونے کی ڈوئی پیش گوئی کرتا ہے وہ طریق فیصلہ یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو تباہی کی دھمکی دینے کی بجائے اسکو چاہیے کہ وہ صرف مجھے حریف مقابل منتخب کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو جاوے اس

تجویز کے قرار دینے میں بلکہ خود بخود ابتداً انہیں کی بلکہ ڈوئی کی جرأت کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے چاہا ہے کہ ایسا ہی ہو"

"ایک پیشگوئی":- اس دعوت مقابلہ کا بظاہر کوئی نوٹس نہیں لیا گیا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دعوت مقابلہ خالی از نتیجہ بھی نہیں کیونکہ ڈاکٹر ڈوئی نے اپنے فرقہ کے پرچہ نامی "لیوز آف ہیلنگ" کی گذشتہ اشاعت میں عیسائیوں کو تثلیث کے عقیدہ کا الزام دیا ہے اور یہودیوں اور مسلمانوں کے ساتھ جو توحید الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں ہمدردی ظاہر کی ہے مرزا غلام احمد صاحب اپنی پیشگوئی مؤرخہ ۲۳- اگست گذشتہ میں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنی دعوت مقابلہ کے جواب کا سات ماہ آیندہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ میں ڈاکٹر ڈوئی نے اس مقابلہ کو منظور کر لیا اور اسکی شرایط کو پورا کیا تو تمام دنیا اس مقابلہ کا انجام دیکھ لے گی میری عمر ستر سال کے قریب ہے حالانکہ ڈاکٹر ڈوئی صرف ۵۵ سال کی عمر کا ہے لیکن چونکہ اس امر کا انفصال عمر پر نہیں ہے اسواسطے میں ان عمر کے سالوں کی تفاوت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر اب بھی ڈوئی مقابلہ سے انکار کرے گا تو امریکہ کے پیغمبر کے دعاوی جھوٹ اور افترا ثابت ہو جاویں گے مسٹر پگٹ کے بارے میں مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ہے کہ وہ خدائی کا متکبر مدعی میری حیات میں تباہ ہو جاوے گا۔

"ایک دلیری کا دعویٰ":- شاید اس امر کا لکھنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مترجم اپنے نوٹ کی آخری فقرہ میں ماہ گذشتہ کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایک آرٹیکل کی طرف توجہ دلاتا ہے جس میں درج ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگ آیا تھا اور بعد ازاں بمقام سری نگر ملک کشمیر وفات پائی جہاں محلہ خانیار میں اب تک اسکی قبر موجود ہے"۔

اخبار نیویارک کمرشل ایڈورٹائزر لکھتا ہے "دور دراز ملک ہند سے ایک چھپا ہوا اشتہار مرزا غلام احمدؑ کی طرف سے آیا ہے جو پنجاب قادیان سے لکھتے ہیں انہوں نے الیاس ثالث کو مقابلہ میں بلایا ہے کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کر کے دکھاوے مگر ابھی تک صیہون شہر کے مسیح نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے دعویٰ الوہیت کے ثبوت میں ہندوستانی مسیح کہتا ہے کہ جب خدا نے دیکھا کہ زمین پر بدی اور ناپاکی پھیل گئی ہے تو اس نے مجھے پنجاب کی زمین میں مبعوث کیا کیونکہ

اس کے کام عجیب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں وہ سچا مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونیوالا تھا۔ یہ خدا نے مجھے کہا ہے اور میں صرف اپنے منہ سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جس نے زمین و آسمان بنایا ہے میری گواہی دیتا ہے خدا تعالیٰ کی یہ شہادت سینکڑوں آسمانی نشانوں کے ذریعے ظاہر ہوئی ہے جو اس نے میری تائید میں دکھائے ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسکا فضل اس مسیح سے مجھپر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اسکے آئینہ میں ہوا تھا اگر یہ صرف منہ کی باتیں ہیں اور اور کوئی گواہی میرے پاس نہیں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا تعالیٰ میرے لئے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دے سکتا ہزاروں دفعہ اس نے میرے لئے گواہی دی ہے اتنی دفعہ کہ میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی گواہی ہے کہ یہ دلیر دروغ گو یعنی پگٹ جس نے خدا ہونے کا لنڈن میں دعویٰ کیا ہے وہ میری آنکھوں کے سامنے نیست و نابود ہو جائیگا دوسری یہ گواہی ہے کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔ یہ دو نشان ہیں جو یورپ اور امریکہ کے لئے خاص کئے گئے ہیں کاش وہ ان پر غور کریں اور ان سے فایدہ اٹھاویں۔

یاد رہے کہ ابتک ڈوئی نے میری اس درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہ دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ اشارہ کیا اسلئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست سنہ ۱۹۰۳ء ہے اسکو پورے سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آ گیا اور جس طور سے مقابلہ کرنیکے لئے تجویز کی ہے جسکو میں شایع کر چکا ہوں اس تجویز کو پورے طور پر منظور کر کے اخبار میں عام اشتہار دیدیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ مقابلہ کا انجام کیا ہوگا میں عمر میں ستر کے قریب ہوں اور وہ قریباً پچپن سال کی عمر کا ہے اور اسلئے میرے مقابلہ میں گویا ایک جوان آدمی ہے لیکن میں نے اپنی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک اور احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کریگا اور اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تو دیکھو آج میں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اسپر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اسکا بھی شکست کی صورت سمجھی جاوے گی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیے کہ یہ تمام دعویٰ اسکا الیاس بننے

کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا اور اگرچہ وہ اس طرح سے موت سے بھاگنا چاہیگا لیکن درحقیقت ایسے مقابلہ سے گریز کرنا بھی اس کے لئے موت ہی ہوگا اور یقین سمجھو کہ اسکے صیہون پر جلد تر ایک آفت آنیوالی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک صورت ضرور اسکو پکڑ لے گی"

اس بات کو مدنظر رکھکر کہ احمدؐ نے ڈوئی کو سخت مشکلات میں پھنسا دیا ہے یہ قرین قیاس ہے کہ موخرالذکر ان مشکلات میں پھنسا رہیگا بہ نسبت اس کے کہ کھلے میدان میں مقابلہ پر آئے اور دنیا کو سخت دکھ اور حسرتوں کے ساتھ چھوڑے"

یہ نشان جو میں نے لکھا ہے یہ زمینی تھا لیکن ایک اور نشان ہے جو کہ آسمان سے ظاہر ہوا تاکہ حضرت مسیح موعود کی صداقت تمام دنیا پر ظاہر ہو اور وہ جو جھوٹ اور فریب میں کوئی برائی نہیں دیکھتے اپنے منہ چھپالیں اور شرمندگی سے انکے چہروں پر عرق آجاوے مگر ایسی روحیں بھی کم ہی دیکھی جاتی ہیں اور عام طور سے لوگ خدائی شہادت اور قہری تجلی کو دیکھکر بھی آنکھیں بند ہی رکھتے ہیں اور حیرت سے پوچھتے ہیں کہ خدا کے ظہور کی روشنی کسکو کہتے ہیں اور وہ کب پیدا ہوئی ہم تو وہی اندھیرا ہی دیکھتے ہیں اور کوئی چمک ہماری آنکھوں کو نہیں چندھیاتی مگر افسوس وہ نہیں جانتے کہ اندھے ہمیشہ سورج کا انکار کرتے اور روشنی پر قہقہہ لگاتے ہیں اور وہ جو بہرہ ہیں آواز کی ماہیت کو نہیں سمجھ سکتے اور وہ جن کی قوت شامہ نہیں انکے لئے بدبو اور خوشبو ایک ہی چیز ہیں پس یہ کیونکر ہو کہ وہ دلوں کے اندھے اور بہرے خدا کے ظہور کی چمک کو دیکھیں اور اسکی شیریں آواز کو سنیں ہاں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جس کے دل.. کا ناک بند ہو گلشن احمد کی تیز خوشبو سے محظوظ ہو سکے کاش اگر وہ دلوں کے اندھے اور بہرہ تھے اور اس بات کو نہیں سمجھ سکتے تھے جو کہ خدا تعالیٰ نے انکی بہتری کے لئے پیدا کی تھی اور ان کا ادراک اس شخص کو قبول کرنے سے قاصر تھا جسکو اس نے مبعوث فرمایا تھا تو وہ اسی کی طرف جھکتے اور آہ وزاری سے زمین کو سر پر اٹھا لیتے اور چلاتے کہ اے خداوند اے باپ جو آسمان پر ہے اپنے غریب اور بیکس بندوں پر رحم فرما اور سچائی کو ہمارے لئے کھولدے اے خداوند! اے رحمان اگر یہ بندہ تیری طرف سے ہے اور تو نے اسکو ہماری بہتری کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور وہ جو کچھ یہ کہتا ہے جھوٹ نہیں تو ہماری آنکھیں کھول اور ہماری عقل پر سے پردہ اٹھادے تاکہ ہم تیرے نبی کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھیں اور تیرا کلام ایک مطمئن

دل کیسا تھا نہیں اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اسکو ہدایت کر یا ہلاک کرتا کہ جھوٹوں کے لئے عبرت ہو مگر افسوس کہ وقت گذر گیا اور ان لوگوں نے اپنے اندر کچھ بھی تبدیلی پیدا نہیں کی بلکہ شرارت میں روز بروز بڑھنے لگے اور وہ جو کہنا مناسب نہ تھا کہا اور جسکا کرنا ناجائز تھا کیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ گویا کوئی خدا نہیں جو انکی طرف دیکھتا اور ان کی باتوں کو سنتا ہے بلکہ خیال کیا کہ جو کچھ ہیں وہی ہیں اور تمام خدا کے کام انہیں کو سپرد ہیں اور وہ جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں مگر یہ ان کی ایسی سخت غلطی ہے جو نہ معلوم ان کو کہاں تک ذلیل کریگی خدا تعالیٰ نے یہودیوں پر کسقدر احسانات کئے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا ذکر قرآن شریف میں بار بار آتا ہے مگر جب وہ اس سے پھر گئے اور اپنے آپ کو عذاب یا دکھ سے بے پرواہ سمجھنے لگے تو دیکھو کسقدر سخت عذاب انپر آیا اور کیسا دکھ تھا جسمیں وہ مبتلا کئے گئے ان کی سلطنت تباہ کی گئی ان کا مال لوٹا گیا اور وہ خود غلام بنائے گئے اور یہ سب کچھ بخت نصر کے وقت میں ہوا تاکہ ان کو ہوش آئے اور وہ اپنے کردار سے باز آئیں توبہ کریں اور اس خدا کے آگے پھر سر جھکائیں جس نے ان کو اتنی عزت بخشی تھی اور جسکی نافرمانی کرنے کی وجہ سے یہ ذلیل کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ یہودی جو ہزاروں بدیوں اور لاکھوں گناہوں میں مبتلا ہو رہے تھے پھر پہلے کی طرح پاک اور صاف ہو گئے اور کل ناپاکیوں کو چھوڑ بیٹھے اور انہوں نے اس عذاب کی آگ کو اپنے آنسوؤں کیساتھ بجھا دیا اور پچھلی خطاؤں کی معافی چاہی چنانچہ وہ پھر معزز ہوئے اور خدا کا فضل پھر انکے شامل حال ہونے لگا مگر یہ انعام جو انپر ہوا اس نے پھر انکو غافل کر دیا اور وہ کچھ مدت کے بعد پھر خدا سے غافل ہو گئے اور وہ افعال جو نہ کرنیکے تھے کرنے لگ گئے اور اب کی دفعہ مسیح ان کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ پھر ہوش میں آئیں لیکن بجائے سیدھے ہونیکے وہ اور بھی بگڑ گئے اور انہوں نے بغیر کسی گناہ کے مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا اور وہ جو ان کو پاک کرنے آیا تھا اور نیکی کا رستہ بتانے آیا تھا اسکو انہوں نے اسقدر تکلیفیں پہنچائیں کہ اس نے مجبور ہو کر یہاں تک کہا کہ پرندوں کیلئے گھونسلے ہیں لیکن ابن آدم کے لئے اتنی جگہ بھی نہیں کہ سر چھپائے لیکن چونکہ انہوں نے مسیح کو اتنا ستایا یہانتک کہ صلیب دیدیا تو خدا نے اسکو صلیب سے زندہ بچایا اور کشمیر میں جسکی نسبت شاعروں نے یہانتک کہا ہے۔ کہ ؎ اگر فردوس بر روئے زمین است + ہمین است و ہمین است و ہمین است + اسکو جگہ دی اور یہودیوں کو جنہوں نے اسکو تکالیف دی تھیں

اسقدر سخت پکڑا کہ وہ بجائے ایک مہذب قوم ہونے کے وحشی بن گئے یہانتک کہ نبی کریم کے وقت پھران کی مخالفت کی وجہ سے انکے لئے حکم ہو گیا کہ اب یہ ذلیل ہی رہینگے اور کہیں چین اور آرام کر نہیں رہ سکیں گے اور اب ان کی سلطنت نہیں ہوگی چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ نبی کریم کی مشابہت حضرت موسیٰ سے ہے اور ان کے نائب کی مشابہت مسیح سے پس اسکی امت کی مثال موسیٰ کی امت کی سی ہے چنانچہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ یہ امت بھی یہودیوں کی طرح ہو جائیگی ورنہ اگر ایسا ہونا ہی نہیں تھا تو یہ دعا سکھائی کیوں گئی اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ یہ امت آخر میں بگڑکر یہودی صفت ہو جائیگی چنانچہ اس مشابہت کی وجہ سے مسلمانوں پر بھی ایک ایسا وقت آیا کہ ترکوں نے بغداد پر حملہ کرکے انکو اسقدر تباہ کیا کہ اگر خدا کا فضل شریک نہ ہوجاتا تو مسلمان پھر سر نہ اٹھا سکتے لیکن خدا نے چونکہ پھر اس مذہب کو بڑھانا تھا اسلئے حملہ آوروں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دیدی اور ایک دفعہ پھر اسلام نے دنیا پر ترقی کا قدم مارنا شروع کیا اور ایک مدت کے بعد پھر ویسے ہی عیاش اور غافل ہو گئے چنانچہ جب معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور قریب تھا کہ آخری قطرہ پڑکر اسلام پر تباہی کا دروازہ چاروں طرف سے کھل جائے اور ذلت کا سیلاب انپر بہ آئے تو خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو برگزیدہ کرکے اسلئے بھیجا کہ وہ انکو درست کرے اور اسکا نام مسیح رکھا مگر تھوڑے ہیں جو اسکی طرف جھکے اور کم ہیں جنہوں نے اسکی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنا پس ضروری ہوا۔ کہ یہودیوں کی طرح ان پر عذاب الٰہی نازل ہو اور وہ طاعون قحط اور جنگ زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا اور ابھی اور بہت عذاب آنیوالا ہے مگر چونکہ خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اسلئے وہ اپنے مسیح کے ہاتھ سے بہت سے نشانات دکھلاتا ہے تاکہ دنیا سمجھتی بھی جائے چنانچہ تازہ نشانوں میں سے دو تو پچھلے پرچہ میں چھپ چکے ہیں اور ایک ڈوئی کا نشان اسی پرچہ میں شایع ہوا ہے اور ایک یہ اور نشان ایک آسمانی گولہ کا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اسکی نسبت پہلے سے خبر دی تھی اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ سات مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا "پچیس دن (یا پچیس دن تک" اور اسکی تشریح جو حضرت صاحب نے ساتھ ہی شایع کرادی تھی وہ یہ ہے۔ کہ "پچیس دن کے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ ۷۔ مارچ سے پچیس دن پوری

پورے ہونے کے سر پر یا ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن تک کوئی نیا واقعہ ظاہر ہو گا اور ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی اس واقعہ کو روک رکھے جب تک کہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء سے پچیس دن گزر جائیں یا یہ کہ سات مارچ سے پچیس دن تک یہ واقعہ ظہور میں آجائیگا اور پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ "یہ سوال کہ وہ واقعہ کیا ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے اس کا ہم اسوقت کچھ بھی جواب نہیں دیسکتے بجز اسکے کہ یہ کہیں کہ کوئی ہولناک یا تعجب انگیز واقعہ ہے کہ ظہور کے بعد پیشگوئی کے رنگ میں ثابت ہو جائے گا" پس جیسا کہ لکھا گیا تھا عین پچیس دن کے سر پر یعنی ۳۱ مارچ کو ایک ایسا ہولناک اور تعجب انگیز واقعہ ہوا کہ تمام دنیا حیران ہے کہ یہ کیا تھا چنانچہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے چند نامہ نگاروں نے کل ناظرین اخبار سے سوال کیا کہ کبھی پہلے بھی ایسا واقعہ دنیا میں ہوا اور اس سوال کے جواب میں خود ایڈیٹر بھی ابتک خاموش ہے اور اس اخبار میں مختلف وقتوں میں گجرانوالہ ڈلہوزی اور کشمیر وغیرہ کے خطوط چھپے ہیں جنمیں لکھنے والے نہایت حیرت سے ظاہر کرتے ہیں کہ شام کے چار بجے ایک ایسا واقعہ ہوا کہ عقل دنگ ہے یعنی آسمان سے ایک آگ کا گولہ اترا جو کہ نہایت روشن تھا اور وہ کچھ دور تک نظر آکر پھر ایک جگہ پھٹا اور بڑی گونج سنائی دی اور پھر ایک بادل سا بنکر غائب ہو گیا ڈلہوزی سے خبر دینے والا شخص بیان کرتا ہے کہ یہ ایک چیز نہیں تھی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مختلف آگیں گری ہیں غرضیکہ یہ ایک ایسا عجیب واقعہ ہے جو کل پنجاب میں ظاہر ہوا اور عین پچیس دن کے خاتمہ پر جسکا کوئی مخالف انکار نہیں کر سکتا اور یہ واقعہ ایسا ہولناک تھا کہ ڈاکٹر عبد الستار رعیہ سے لکھتے ہیں کہ وہاں اس واقعہ سے چند مزدور جو باہر کام کر رہے تھے بیہوش ہو گئے اور بعض جو زیادہ قوی دل رکھتے تھے اسقدر ہیبت زدہ ہوئے کہ بھاگ کر گھروں میں گھس گئے اور سنا جاتا ہے کہ بعض جگہ یہ گولہ ایک ہی دن میں تین دفعہ ظاہر ہوا جسکی شکل ایسی تھی کہ گویا ایک فانوس ہے اور اسکے پیچھے دو تین گز لمبی تیز روشنی تھی جس سے اسکی عجیب شکل بن گئی تھی کہ دیکھنے والیکا دل کانپ جاتا تھا یہ گولہ علاوہ دوسری جگہوں کے قادیان میں بھی دیکھا گیا اور اسکی اسقدر ہیبت لوگوں کے دلوں میں ہوئی کہ بازاروں میں ہندو تک اقرار کر رہے تھے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر افسوس کہ زبانی تو بہت لوگ کہدیتے ہیں اور جب کسی واقعہ کی ہیبت یا ڈر دل سے اٹھ جاتا ہے تو پھر اسی طرح غفلت میں ڈوب جاتے ہیں اسجگہ ہم پیسہ اخبار کے چند نامہ نگاروں کے خط درج کرتے ہیں تاکہ ہماری بات کی اور بھی تصدیق ہو جائے۔

تحصیل جہلم - ۲۱ - مارچ کو بروز اتوار تقریباً ۴ بجے شام کے ایک شعلہ آتش آسمان پر مغرب کی نمودار ہو کر مشرق کی طرف جا کر غائب ہو گیا اور اخیر ایک بادل سا نظر آیا یہ خدا کی قدرت دیکھکر سب حیران رہ گئے۔

سنگھنل ریاست جموں۔ کل شام ۴ بجے عجیب قدرت دیکھنے میں آئی اور پھر اسی واقعہ کا ذکر کر کے آخیر پر لکھتا ہے) سب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہیں۔

ضلع گورداسپور۔ کل شام ۳۱ - مارچ بوقت ۴ بجکر ۴ منٹ پر ایک ستارہ یعنی ایک سخت تیز روشنی بمشابہ ایک مشعل کے جس کے پیچھے ایک گز نہایت ہی سفید و شفاف چاندی کا سا دستہ معلوم ہوتا تھا جنوب سے شمال کو جاتا ہوا معلوم ہوا اور پھر آخر وہ ایک جگہ زمین پر گرتا ہوا بھی معلوم ہوا جس جگہ وہ گرا اس جگہ سے تین مختلف جگہ سے دھواں نمودار ہوا اور اس کے بعد ایک بڑی ہولناک گرج سنائی دی مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے سات سات میل کے فاصلہ پر یہی حال ظہور میں آیا ہے بیچارے دیہاتی لوگ اس کیفیت کو دیکھکر سخت حیرت زدہ ہو رہے ہیں۔

ضلع گجرات۔ عجائبات قدرت حق میں سے ایک کا مشاہدہ ہوا ہزارہا لوگ دیکھکر حیران ہوئے

ضلع راولپنڈی - ۳۱ - مارچ کو دوپہر سے تا بوقت زوال مختلف جگہوں پر اس علاقہ میں آسمان سے شعلے آتش کے بشکل برج آتشی گرتے نظر آئے اور زمین کے نزدیک آتے ہی دھواں بن کر غائب ہو گئے۔

گڈاری تحصیل جہلم۔ کل ۳۱ - مارچ کو بوقت ساڑھے تین بجے شام کے ایک شعلہ آتشیں ایسا نظر آیا کہ جس کے سامنے سورج کی روشنی بھی مات ہو گئی تھی دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں ایک دو آدمی نے نہیں دیکھا بلکہ صدہا نے دیکھا ہے لوگ بہت ششدر ہیں شاید یہ بھی قیامت کی مقررہ آثار میں سے کوئی نشان ہو۔

ضلع فیروز پور۔ ۳۱ مارچ کی آسمانی آگ نے عوام الناس کو خائف کر رکھا ہے (پھر واقعہ کو بیان کر کے لکھا ہے) اکثر آدمی خوف سے گھروں کو بھاگ آئے اس سے لوگ بہت ہراساں ہو رہے ہیں۔

اور اس جگہ اخبار عام کا وہ ریمارک بھی جو اس نے اس گولہ کے متعلق کیا لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا

اسلئے ذیل میں وہ بھی درج کیا جاتا ہے

ایک نامہ نگار جموں سے خبر دیتا ہے ... آسمان سے ایک آگ کا گولہ گرا بڑی بھاری آواز آئی جیسے کوئی بڑی توپ چلتی ہے اور اس آواز سے شہر ہل گیا لوگ گھبرا اٹھے کہ یہ کیا معاملہ ہے .. گو جبرالزالہ میں ایک تو وہ آگ کا گرتا ہوا دیکھا گیا ....

اب ہم اس واقع کی نسبت جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ لکھ چکے ہیں لیکن اتنا لکھنا آخر میں ضروری سمجھتے ہیں کہ باوجود آسمانی اور زمینی نشانوں کے پھر ایک صادق کا دعویٰ نہ ماننا کسقدر بشری ہے کاش وہ لوگ جو کچھ صلاحیت رکھتے ہیں سوچیں اور غور کریں کہ اسکا نتیجہ کیا نکلیگا خدا تعالیٰ تو رحم کر کے نشان پر نشان دکھا رہا ہے اور لوگ اور بھی شوخ ہوتے جاتے ہیں مگر نہیں طاعون شروع ہے اور شوخ النساؤں کو متواتر کھا رہی ہے زلزلہ آ رہے ہیں اور آئینگے اور یقیناً یقیناً ابھی دس سال گذرنے نہیں پائینگے کہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم[ع] آئیگا اور وہ جسکو گالیاں دی جاتی ہیں اور دجال کہا جاتا ہے - ایک دنیا اس کو قبول کریگی -- اور پھر اسکے ساتھ ہی وہ زمانہ آئیگا کہ بادشاہ اسکے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے یہ تو سب کچھ ہو گا اور ضرور ہو گا مگر کاش کوئی اسوقت دیکھے اور غور کرے کہ

نظر آتا ہے اب وہ قادیان میں
مکاں جسکا مقام لامکاں ہے

یعنی روز کے نشانات اور معجزات سے خدا تعالیٰ کا ظہور قادیان میں ہوا ہے اور اسکا چہرہ مسیح نے ہمکو دکھا دیا ہے اور اسکی تجلیات قادیان میں اس زور سے ہو رہی ہیں گویا وہ خود قادیان میں نازل ہوا ہے اور خدا تعالیٰ بھی تو فرماتا ہے کہ انت منی وانا منک یعنی تجھکو تو عزت اس لئے ملی کہ تو نے میرے ساتھ تعلق کیا اور پھر میرا چہرہ دنیا پر تیری سبب سے ظاہر ہوا ہے کاش کوئی نصیحت پکڑے اور پہلے اسکے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو توبہ کرے اور فیصلہ ہونے سے پہلے اپنے آپکو خدا سے اور اسکے رسول سے پیوند کرے کیونکہ وہ جو ان سے تعلق کرتے ہیں کبھی ضایع نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں - والسلام مرزا محمود احمد

نوٹ - ع - انقلاب عظیم سے میری مراد مذہبی انقلاب ہے - یعنے دنیا حضرت صاحب کا دعوے قبول کریگی - اور خدا تعالیٰ کے بہت نشانات دکھیگی - اور میں یونہی نہیں کہتا - بلکہ حضرت صاحب کے بعض الہاموں سے یہی ثابت ہوتا ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثناء اللہ اور ہم

ناظرین جہاں آج کل اسقدر تباہی پڑی ہوئی ہے کہ لاکھوں انسان ایک ماہ میں صرف طاعون کی بیماری سے ہندوستان میں ہلاک ہوجاتے ہیں اور ہر ایک فرد بشر جو کچھ بھی عقل رکھتا ہو اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھکر ڈرتا اور خوف کھاتا ہے کہ کہیں میں عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آجاؤں وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے انسان بھی ہیں جن کا کام حق پوشی کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں زمین و آسمان پکار اُٹھے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے برگزیدہ اور امام زمان ہیں لیکن یہ صاحب اور اسی قماش کے اور لوگ ابھی یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ جھوٹ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے پرچہ اہلحدیث نمبر ۲۱ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی تازہ تصنیف قادیان کے آریہ اور ہم کا ذکر کرتے ہوئے اور آریوں کی قسم کھانیکے وقت اپنی پرانی عادت کے مطابق بیجا نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یہ مضمون حضرت صاحب کے حکم سے لکھا گیا ہے اور بدر اور الحکم میں چھپ چکا ہے) ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو طیار ہیں آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوالو مگر پہلے یہ شایع کرادو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا ہم حلفیہ کہدینگے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مور نہیں جانتے بلکہ اعلیٰ درجہ کا مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیشگوئی خدائی الہام سے نہیں ہے مرزائیو اسچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عیدگاہ امرتسر طیار ہے جہاں تم ایک زمانہ میں صوفی عبد الحق غزنوی سے مباہلہ کرکے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر میں نہیں تو بٹالہ میں آؤ سب کے سامنے کارروائی ہوگی مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے پہلے کرادو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک

پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا؟

اس مضمون میں سے بے جا طعن و تشنیع چھوڑ کر جس کے جواب کی ضرورت نہیں اصل مطلب کی بات صرف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ حضرت مسیح موعودؑ مرزا صاحب کی تکذیب پر ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اسپر خدا تعالیٰ کی قسم کھانے کو طیار ہیں اور اس مباہلہ کے واسطے حضرت مرزا صاحب کو بلاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہو گا اور اس مباہلہ کے واسطے امرتسر یا بٹالہ میں طرفین کا جمع ہونا تجویز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں مَیں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے کہ جھوٹے ہونیکی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں خدا سے مانگیں لیکن خدا کے رسول جو کہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے اسواسطے باوجود اسقدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اسپر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شایع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شایع ہو جاویگی اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں اور دو سو سے سوا اسمیں نشانات بھی لکھے گئے ہیں یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیجی جاویگی اور وہ اسکو اول سے آخر تک بغور پڑھے اس کتاب کیساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شایع ہو گا جسمیں ہم یہ ظاہر کرینگے کہ ہمنے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور ہمارا اگر یہ افترا ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ اقرار کریں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا

افترا ہے اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین اور اسکے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھہ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں ان اشتہارات کے شایع ہو جانیکے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا ہاں اتنی بات ہم اسپر اور بڑہا دیتے ہیں کہ ہم خدا سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھہ کا دخل نہ ہو باقی رہا یہ امر کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا مولوی ثناءاللہ کو واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اسمیں تو صرف لعنت اللہ علی الکاذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالیٰ نے لعنت کو قائمقام ان تمام عذابوں اور وباؤں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان اُنمیں سے کسی کو خود دیکھ لے گا ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کے لئے ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہو کہ جس کو دیکھکر ایک زمانہ بول اٹھے کہ یہ ایک صادق کی سزا ہے معمولی تکلیفات یا مکروہات کا لاحق ہو جانا فی الواقع تاثیر مباہلہ نہیں رکھتا مولوی ثناءاللہ جو چاہے اپنے لئے اپنے کذب کی سزا میں عذاب تجویز کرے لیکن خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں وہ اپنے مصالح آپ سمجھتا ہے انسانی گورنمنٹ کسی مجرم کو سزا دینے میں مجرم کے منشا کا لحاظ نہیں کرتی تو وہ احکم الحاکمین خدا کیوں کسی مجرم کے چاؤ پورے کرے فی الواقعہ یہ ایک قسم کی شوخی اور گستاخی ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیت مباہلہ کے مقابل تشریحات کے طالب ہوں البتہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناءاللہ نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال لیا تو پھر اللہ تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا ہی نشان ظاہر کرے گا جو صدق و کذب کی پوری تحقیق کرے گا آخر درخواست کنندگان عرب نے بھی تو اپنے لئے یہ عذاب چاہا تھا کہ ان پر پتھر آسمان سے برسائے جاویں خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا لیکن پتھر برسانے کی ضرورت نہ سمجھی دیکھو سورہ انفعال رکوع ۴ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ اور دراصل مولوی ثناءاللہ جس صورت میں ہمارے کذب پر علے وجہ البصیرت ایمان رکھتا ہے تو اسے مناسب ہے کہ جو شرط ہم کریں وہ قبول کرے اور ہم کو کسی گریز (بزعم خود) کا موقع نہ دے اور

وہ منظور کرکے ہم کو اطلاع دے کہ ہم بروقت طیاری حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ اسکو بغرض مباہلہ بھیجدیں اور ساتھ ہی لکھدیوے کہ کتاب کے پہنچنے پر وہ اسکو اول سے آخر تک بغور پڑھے گا اور پھر وہ اشتہار مباہلہ میں اعلان کردے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کتاب حقیقۃ الوحی کو شروع سے آخر تک پڑھ لیا اور میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کو مفتری اور فریبی سمجھتا ہوں اور اسکے تمام الہامات اور پیشگوئیوں کو افترا سمجھتا ہوں اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اللہ تعالیٰ مجھے لادے۔

امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کرنے کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی امرتسر یا بٹالہ میں مجمع کرنے کی جو تجویز انہوں نے بمراد حصول شہرت پیش کی ہے اس سے بڑھکر اسطرح ان کی شہرت ہو جاوے گی کیونکہ اشتہار کے اندر جب مباہلہ ہوگا تو ہمارے انگریزی رسالہ ریویو کے ذریعہ سے یورپ امریکہ جاپان تک بھی مولوی ثناء اللہ کا نام پہنچ جاوے گا اس زمانہ میں بسبب مطبع اور ڈاک کے ایسے امور میں تشہیر کے لئے میدانوں میں جمع ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اس مباہلہ کی تازہ مثال اسوقت قایم ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوئی کیسا تھ جو امریکہ کے ملک میں تھا اور مدعی نبوت تھا حضرت اقدس کا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اول تو وہ ولدالزنا ثابت ہوا جس کا اقرار اس نے خود ہی کیا اور پھر اس کے مریدوں نے اسکو تمام جائداد سے بے دخل کر دیا اور بالاخر فالج میں مبتلا ہو کر خستہ وخراب حالت میں مر گیا وہ امریکہ میں تھا اور حضرت اقدس قادیان میں اصل بات یہ ہے کہ یہ سب زمین خدا کی ہے اور سب لوگ اسکے دست تصرف کے نیچے ہیں خواہ کوئی امریکہ میں ہو یا ایشیا میں ہو امرتسر میں ہو یا قادیان میں۔

امید ہے کہ اب اسکے بعد مولوی ثناء اللہ کوئی نیا عذر نہ گھڑینگے اور حقیقت الوحی کے ملنے اور اس کے تمام وکمال پڑھنے کے بعد فوراً مباہلہ کا اشتہار شایع کر دیں گے۔

مولوی صاحب کو یہ بات بھی یاد رہے کہ ہمکو قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید ہے امرتسر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا ایک قسم کے فتنہ کو برپا کرنا ہے کیا ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایام رمضان میں امرتسر آنا مولوی ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا اور جو درندگی اسوقت مولوی ثناء اللہ کے اہل وطن سے ظاہر ہوئی تھی اسکو بھول گئے ہیں کیا مولوی ثناء اللہ حفظ امن کا امرتسر

یا بٹالہ میں ذمہ وار ہو سکتا ہے مولوی مذکور کی جو ذاتی وجاہت ہے اس سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن ایسے مباہلہ میں تو انکی وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکیگی مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ کو چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کیا تھا کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے مولوی صاحب اگر امرتسر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے لیکن اگر آپ اس بات پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو تو پھر قادیان آ سکتے ہیں اور اپنے ساتھ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زادراہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاوینگے اور الفاظ مباہلہ تحریر ہو کہ اس تحریر پر فریقین اور ان کے ساتھ گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقۃ الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ ضروری ہے کہ مباہلہ ہونے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور درمیان میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد مرزا غلام احمدؑ کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا آخرالذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آسکتا ہے البتہ آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دیدے اور اس کے قادیان آنیکی صورت میں اسکی جان اور آبرو کے ہم ذمہ وار ہیں کیونکہ ہماری جماعت مثل بھیڑوں کے ہے اور ہماری تابع ہے ان لوگوں کی طرح وزندہ طبع نہیں جنکا نمونہ امرتسر میں دیکھا گیا تھا

ڈوئی والی پیشگوئی کے متعلق بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک نوٹ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اصل پیشگوئی کے الفاظ معہ تاریخ کے ظاہر کرو ع

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

اسکے جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ ڈوئی کے متعلق عنقریب ایک مفصل اشتہار نکلیگا اس میں سب کچھ درج ہوگا لیکن اب جب کہ آپ نے خود ہی خدا کیساتھ لیکھا ڈالنے کی نیت کر لی ہے تو اب ڈوئی کو آپ کیا کہتے ہیں جب تن بیتی آپ کو بلجائیگی تو جگ بیتوں کے سننے کا کیا ٹائم ہے

اب اسکے مقابل میں بجائے اسکے کہ مولوی ثناء اللہ خدا اور اسکے رسول کے فیصلہ کے مطابق عمل کرتے اور اپنے آپکو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے فیصلہ پر چھوڑ دیتے اور وہ طریق جو خدا نے بتایا ہے اسپر چلتے انہوں نے اپنے اخبار میں پھر وہی شور مچایا ہے کہ مجھکو کیا عذاب ہوگا اور کونسا دکھ ہوگا جو مجھکو ملیگا مگر افسوس کہ وہ اسقدر نہیں سوچتے کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کے عذاب کو محدود کر سکتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ایک ہی عذاب ملیگا نہیں وہ ایسے عذابوں میں مبتلا ہونگے۔ کہ دنیا بول اٹھیگی۔ کہ وہ درحقیقت عذاب آلٰہی کے شکار ہوئے ہیں مگر پھر بھی ان کے اس شور کو بند کرنے کے لئے حضرت صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے ہیڈنگ سے ایک اعلان دیا جسکو ہم ناظرین کی واقفیت کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ یستنبؤنک احق ھو۔ قل ای و ربی انہٗ لحق۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ مدت سے آپکے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونیکا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے میں مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف سے آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھکر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤنگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کیساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اسکا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے

ہاتھوں سے ہی جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں
تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر
میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم
و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا محض
میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام
ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ
صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے
آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا
ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر
مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے
طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن
کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے آمین یا رب العالمین میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا
اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں
سے بھی بدتر جانتے ہیں جنکا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان
تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ
لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور
دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر
بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے
ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے
میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اسلئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت
کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں
حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اسکو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت
سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبد الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و ایدہ مرقومہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

اب ہر ایک شخص جو چشم بصیرت رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ کیسے آسان اور کھلے طریق پر فیصلہ کیا گیا ہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اسپر بھی خاموش نہیں رہے اور رہتے کیونکر انہوں نے تو وہ مسئلہ پڑھا ہوا ہے کہ لا آنست کہ نبدنہ شو واب انہوں نے اول تو یہ جھوٹ بولا کہ میرزا صاحب نے میرے لیے طاعون کی پیشگوئی کی ہے حالانکہ ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں صاف لکھا ہے کہ "میری زندگی میں ہی انکو (مولوی ثناء اللہ) نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے" اور آگے چلکر یہ بھی لکھا ہے کہ یا ایسے عذاب میں مبتلا کر کہ جو موت کے برابر ہو پس یہ انہوں نے ایک جھوٹ بولا تا کہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالکر حق کو چھپائیں اور اس سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا کہ لوگوں کو کہیں کہ طاعون تو آجکل عام طور سے پھیلی ہوئی ہے اس سے مر جانا کونسی تعجب کی بات ہے مگر افسوس ان کو اتنا سوچنا چاہیئے کہ جیسا طاعون حضرت صاحب کے ارد گرد ہے ویسا ہی اسکے ارد گرد بلکہ ضلع گورداسپور میں ضلع امرتسر کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور اسصورت میں جیسی خوفناک وہ ان کے لیئے ہے مرزا صاحب کے لیئے بھی ہے پس کیا انکا یہ کہنا کہ فلاں شخص طاعون سے یا ایسی اور مہلک اور ذلیل امراض سے مر جاے گا کوئی معجزہ نہیں؟ جبکہ وہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان امراض سے میں نہیں مرونگا ان کا یہ دعوے ہے کہ طاعون مجھکو نہیں ہوگی بلکہ میرے گھر میں کسی کو نہیں ہوگی پس اگر وہ جھوٹے ہیں تو ضرور ہے کہ ان کو ہو اور آپ اس سے محفوظ رہیں مگر جب کہ وہ سچے ہیں تو یقیناً آپ انکی دعا کے مطابق مرینگے کیا یہ معجزہ نہیں کہ آپ تو اپنی جان کی نسبت بھی یقین نہیں رکھتے کہ آپ طاعون سے محفوظ رہینگے اور وہ نہ صرف آپکی نسبت اس قسم کے عذاب کی پیشگوئی کرتے ہیں بلکہ لکھتے ہیں کہ نہ صرف میں بلکہ میرا تمام گھر اس عذاب یعنی طاعون سے محفوظ رہیگا اس موقع پر ہم وہ

آپ بقیہ تشحیذ الاذہان میں پڑھینگے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود

سیدی اکل مما طاب وراق -
واستوفی الاذواق -

یا زید انی سمعت ان ولیدا
جعل قاضی سیستان -
فلا اعلم ان الراوی صدق ام مان

سیدی لا غرو فان ولیدا
جمع الفضل والسؤدد -

یا زید بیتک قریب
من بیت ولید او بعید -

سیدی داری علی طوار داره

سیدی انی ملکت ثمرات و
عجماوات فهل علی زکوتها

یا زید اد زکوۃ النعم کما
تؤدی زکوۃ النعم -

یا زید انشدتک الله -
الست الذی کان یشرب
الخمر ویبیعها فی الکوفة -

بلی سیدی الا تری الی هذه
الاعضاء المفلوجة المأوفة

اذکر یا زید انی کنت
اعرتک الدست -

سیدی قد سرقه السارق والذی
اجلسک هذا الدست -

میرے سردار میں عمدہ اور پسندیدہ کھانا کھا رہا ہوں
اور پوری لذت اٹھا رہا ہوں -

اے زید میں نے سنا ہے کہ ولید
سیستان کا قاضی مقرر کیا گیا ہے -
پس مجھے معلوم نہیں کہ بیان کرنیوالے نے سچ بولا یا جھوٹ

میرے سردار کچھ تعجب نہیں کیونکہ ولید میں
دونوں خوبیاں ہیں ہنرمندی یعنی لیاقت اور سروری

اے زید تیرا گھر ولید کے گھر
سے نزدیک ہے یا دور ہے

میرے سردار میرے گھر کی دیوار اسکی دیوار سے ملی ہوئی ہے -

میرے سردار میں کئی پھلوں کا مالک ہوں اور کئی
چارپایوں کا۔ کیا مجھ پر ان کی زکوۃ واجب ہے -

اے زید نعمتوں کی زکوۃ دے جیسا کہ تو
چارپایوں کی زکوۃ دیتا ہے -

اے زید میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ
کیا تو وہی نہیں جو شراب پیا کرتا تھا اور
کوفہ میں شراب کی خرید و فروخت کرتا تھا

ہاں میرے سردار کیا تو میرے آفت زدہ
اعضاء کو نہیں دیکھتا جو شراب کی وجہ سے مفلوج ہوگئے ہیں

یاد کر اے زید کہ میں نے تجھے
بطور عاریت لباس دیا تھا -

میرے سردار اس پوشاک کو ایک چور چرا کر لے گیا
اور مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے اس مسند پر تجھے بٹھایا

يَا زَيْدُ كَيْفَ وَجَدْتَنِي بَعْدَ مَا قَصَدْتَنِي

اے زید تو نے مجھکو کیسا پایا بعد اسکے جو تو میری طرف آیا۔

سَيِّدِي أَنْتَ رَحِيمٌ تُزْجَى الرَّكَائِبُ إِلَى حَرَمِكَ وَكَرِيمٌ تُرْجَى الرَّغَائِبُ مِنْ كَرَمِكَ

میرے سردار تو رحم کرنے والا ہے تیرے حرم کی طرف اونٹ چلائی جاتے ہیں اور تو کریم ہے تیرے کرم کی بخششوں کی امید کیجاتی ہے

يَا زَيْدُ مَا تَقُولُ فِي حَارِثِ ابْنِ الْخَبَّابِ

اے زید حارث ابن خباب کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔

سَيِّدِي رَجُلٌ تَرِبَ بَعْدَ الْإِتْرَابِ وَصَارَ كَالْجُرُزِ بَعْدَ الْأَعْشَابِ

میرے سردار وہ ایک مرد ہے کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہو گیا ہے اور بعد اسکے کہ وہ ایک گھاس والی زمین [illegible]

سَيِّدِي أَجِلْ لِي سَمْعَكَ فَإِنِّي أُسِرُّ إِلَيْكَ حَدِيثًا۔

میرے سردار کان کو میری طرف متوجہ کر کہ میں ایک راز کی بات تجھے بتلاتا ہوں

يَا زَيْدُ قُلْ مَا تَقُولُ وَهَا أَنَا سَامِعٌ لَكَ

اے زید جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ میں سنونگا

سَيِّدِي فَغَلِّقِ الْبَابَ وَلَا تَتْرُكْ عِنْدَكَ إِلَّا الْأَحْبَابَ

میرے سردار پس دروازہ بند کر اور بجز دوستوں کے سب کو نکال دے۔

يَا زَيْدُ غَلَّقْتُ فَقُلْ فَإِنِّي قَلِقْتُ

اے زید میں نے دروازہ بند کر دیا پس کہہ کہ میں بے آرام ہو گیا

سَيِّدِي سَمِعْتُ أَنَّ خَالِدًا يُرِيدُ أَنْ يَسُمَّكَ وَقَدْ أَشْرَكَ فِي أَمْرِهِ عَمَّكَ

میرے سردار میں نے سنا ہے کہ خالد تجھے زہر کھلانے کا ارادہ رکھتا ہے اور تیرے چچا کو اپنے کام میں شریک بنایا ہے

يَا زَيْدُ تَعْنِي مِنْ خَالِدٍ خَالِدَ بْنَ بِلَالٍ

اے زید کیا تیرے اس ذکر سے مراد خالد بلال کا بیٹا ہے

هٰذَا هُوَ الدَّجَّالُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَكَ مِنْ قَبْلُ لَوْلَا أَنْ حَفِظَكَ اللّٰهُ ذُو الْجَلَالِ

میرے سردار ہاں وہ دجال ہے اور یہ تجھے کب کا قتل کر چکا تھا اگر خدا تعالیٰ تیرا حافظ نہ ہوتا۔

اور اس خیال کا اسپر اسقدر اثر پڑا کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر وصیت بھی لکھوانی شروع کر دی
اتفاقاً یہ خبر جھوٹی اور میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو انکے اس خیال کو دور کرنے کے لئے میں نے کہہ
دیا کہ آپ کو قطعاً طاعون نہیں اگر آپ کو طاعون ہے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو اس چار دیواری میں ہے اس مرض سے بچاؤنگا
اور یہ کہکر میں نے انکی نبض جو دیکھی تو تپ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ افسوس مخالفین
باوجود ایسے کھلے نشانوں کے پھر بھی انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ کیا دنیا ساری
کی ساری طاعون سے ہلاک ہو جائیگی اگر مرزا صاحب کا گھر طاعون سے بچ رہا تو کیا ہوا بہت سے
اور لوگ بھی بچ رہینگے مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے اور نہیں دیکھتے کہ ان کا بچنا تو معمولی ہے۔
کیونکہ انہوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم طاعون سے محفوظ رہینگے اور حضرت مسیح موعود
تو اپنے دعوے کی صداقت میں یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں سچا ہوں اور میرے دعوے کے مکذبوں
کے لئے طاعون کی بیماری آئی ہے اس لئے میں طاعون سے محفوظ رہونگا اور یہی نہیں میری
گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے بھی اس سے محفوظ رہینگے پس کیا یہ ایک چھوٹی سی بات
ہے اگر اسکا کوئی اثر نہیں تو آج دنیا میں کروڑوں انسان بستے ہیں کوئی یہ دعوے کر دیکھے کہ
مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور میں سچا ہوں اسلئے میں طاعون سے محفوظ رہونگا اور میرے گھر میں بھی
کوئی واقعہ نہیں ہوگا پھر دنیا دیکھ لیگی کہ کون سچا ہے۔ اور کون جھوٹا۔ آجکل مولوی ثناء اللہ بھی
بہت شور مچا رہے ہیں کہ میری نسبت جو دعا کی گئی ہے کہ یہ طاعون ہیضہ وغیرہ سے مرے گا۔
یہ ایک فریب ہے کیونکہ طاعون سے مرنا آجکل کونسی عجیب بات ہے ایک ہفتہ میں ہزاروں
انسان اس بیماری سے مر جاتے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ مرزا صاحب کے اردگرد بھی تو طاعون
پھیلی ہوئی ہے وہ خدا کیسا ہے کہ جھوٹے کی دعا سنکر سچے کو ہلاک کر دیگا اور سچے کی دعا یونہی خطا
جائیگی مرزا صاحب اگر جھوٹے ہیں تو خدا انکی دعا سنیگا ہی کیوں ... کیوں انکو طاعون سے
محفوظ رکھیگا اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ کیوں بچینگے ضروری ہے کہ اس عذاب میں مبتلا ہوں
جو آپ کے لئے مقرر کیا گیا ہے مگر آپ کو تو حق پوشی کے سوا اور کچھ کام ہی نہیں کاش کوئی دیکھے
کہ یہ کیسا بڑا نشان ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی وہ جو حضرت صاحب کے گھر میں ہے طاعون سے محفوظ رہیگا (ایڈیٹر)

جہاد کی ممانعت کی نسبت جو نظم درثمین میں شایع ہو چکی ہے اس میں ایک شعر ہے ؎

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے + مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے ۔

اسکی نسبت فرمایا کہ دیکھو آج کل ہر طرح کا فسق و فجور پھیلا ہوا ہے اور مسلمانوں کی پہلی سی حالت نہیں رہی اسکے ہاتھوں سے سلطنت بھی اسی لئے چھینی گئی کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا خدا تعالٰی تو کسی کا رشتہ دار نہیں کہ وہ باوجود اسکے بگڑ جانیکے پھر بھی اسکی پاسداری کرتا چلا جاوے چونکہ یہود بھی سے مسلمانوں کو نسبت ہے اسلئے ان کی طرح ان پر بھی دو دفعہ سخت عذاب آنا ضروری تھا چنانچہ ایک دفعہ تو ان پر تب عذاب آیا جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ کر کے بغداد کو تباہ کیا اور مسلمانوں کو اس قدر ہلاک کیا کہ صرف بغداد میں کہتے ہیں کہ چھ لاکھ انسان قتل ہوا اسوقت کے مسلمانوں کی حالت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاس لوگ اکٹھے ہوئے اور کہا کہ خدا سے دعا کیجیئے کہ وہ ہم کو اس عذاب سے نجات دے اور یہ طوفان تھم جائے انہوں نے فرمایا کہ کمبختو تمہاری وجہ سے ہم بھی اس عذاب میں پھنس گئے ہیں دیکھتا ہوں کہ فرشتے کھڑے کہتے ہیں کہ یا ایہا الکفار اقتلوا الفجار ۔ یعنے اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو پس وہی حالت اسوقت دوبارہ ہو گئی ہے اور انگریزوں کی حکومت بھی جو کہ مذہب کے رو سے کافر ہیں ہندوستان میں اسی طرح ہوئی ہے ۔ کہ مسلمان خود فاسق فاجر ہو گئے ہیں اور خدا کے رحم کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہیں ۔ اور میرے اس شعر کا یہی مطلب ہے کہ خود تمہاری حالت ایسی نہیں رہی کہ خدا تمہاری مدد کرے تو جہاد کیسا ۔ بہتر ہوتا کہ جو لوگ سٹرائیک کرنا ہی قوم کی بہتری کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس بات پر چلیں اور غور کریں کہ ان سٹرائیکوں سے کیا منشا ہے سوائے اسکے کہ گورنمنٹ بدظن ہو اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ان کو چاہیئے کہ اپنی حالت کو درست کریں اور تقوٰی طہارت اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں ۔ اور وہ شیطان جو نفس پر حکومت کر رہا ہے اسکو دور کریں اور بجائے دنیا طلبی کے خدا کے ساتھ اپنا سچا تعلق کریں اور اسی کے ہو رہیں تب وہ خود ان کی مدد کرے گا اور یہ گورنمنٹ جو آج عیسائی ہے کل مسلمان ہو جائے گی کیا خدا کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ انگریزوں کا دل پھیر دے اور وہ مسلمان ہو جائیں ہمیں ہرگز ہرگز نہیں پھر سمجھنے کی کوشش کی جائے کو سٹرائیک اور ایجیٹیشن سے کیا فائدہ ایڈیٹر

دکھلا سکتا ہے یا اس سے زیادہ اسکی نصرت و تائید ہو سکتی تھی تب یکدفعہ غیب سے قبول کیلئے ان میں طاقت
پیدا ہو جائیگی اور وہ حق کو قبول کر لیں گے - ۳۰ - اپریل ۱۹۰۶ء سلام علیک " ۳۰ - اپریل ۱۹۰۶ء
رویا میں دیکھا کہ بشیر احمد کھڑا ہے وہ ہاتھ سے شمال مشرق کیطرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ زلزلہ اس طرف
چلا گیا - یکم مئی و ۳۰ - اپریل ۱۹۰۶ء - پوری ہو گئی - فلیدع الزبانیہ - ترجمہ - پس چاہیے کہ اپنے
حمائتیوں کو بلا لے تا پورا زور لگا لیں - ۲ - اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویران کردی - ۳ - وان شکرتم
لازیدنکم - ترجمہ - اگر تم شکر کرو تو میں زیادہ دوں گا - یکم مئی ۱۹۰۶ء (قریب عصر) یاتیک
تحائف کثیرۃ - ۲ تا ۷ مئی ۱۹۰۶ء - ۱ - واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک
۲ - زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی " ۳ - انزلناہ علیٰ رقیمۃ من موسیٰ - ۴ - انی مھین
من اراد اھانتک - ۵ - سنسمہ علی الخرطوم - ۶ - رب انی مغلوب فانتصر
۷ - ساریکم آیاتی فلا تستعجلون - ترجمہ - یا تو ہم بعض وہ اپنی پیشگوئیاں جو وعید کے طور
پر کفار کے حق میں ہیں تجھکو دکھلا دینگے اور یا تجھکو وفات دیدینگے - زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی
ہمنے اس ارادہ کو موسیٰ کی تحریر پر اتارا ہے یعنی موسیٰ نے ایسا ہی ارادہ بذریعہ تحریر ظاہر کیا سو ہم نے اس سے
اتفاق رائے کیا میں اس شخص کی اہانت کرونگا جو تیری اہانت کرتا ہے اسکی ناک پر یا مونہہ پر ہم آگ کا داغ
لگائینگے - اے میرے خدا میں مغلوب ہوں تو انتقام لے - میں تمہیں اپنے معجزات دکھلاؤنگا - مجھ سے جلدی
مت کرو - ۳ مئی ۱۹۰۶ء ایک شخص مجھکو کشفی طور پر دکھلایا گیا مگر میں اسکی شکل بھول گیا - صرف یہ یاد رہا کہ وہ ایک سخت دشمن ہے کہ اپنی تقریر
اور تحریروں میں گالیاں دیتا ہے اور سخت بدزبانی کرتا ہے بعد اسکے الہام ہوا - بدی کا بدلا بدی ہے - اسکو پلیگ ہوگئی (یعنی ہو جائیگی) اس میں یقین کرتا
ہوں - کہ جلدی یا کچھ دیر سے تم سنو گے - کہ کوئی ایسا سخت دشمن پلیگ کا شکار ہو جائیگا - اگر ایسا کوئی دشمن جسپر تمہارے دل بول اُٹھیں کہ یہ الہام کا مصداق
ہو سکتا ہے طاعون میں مبتلا نہ ہوا - تو تمہارا حق ہے - کہ تکذیب کرو بعد اسکے مجھے دکھلایا گیا - کہ ملک میں بہت غفلت اور گناہ اور شوخی پھیل گئی ہے
اور لوگ تکذیب سے باز آنیوالے نہیں جبتک خدا اپنا قوی ہاتھ نہ دکھائے بعد اسکے الہام ہوا - اسکا نتیجہ سخت طاعون ہے جو ملک میں پھیلیگی کئی نقصان
ظاہر ہونگے - کئی بھاری دشمنوں کے گھر ویران ہو جائینگے - وہ دنیا کو چھوڑ جائینگے - ان شہروں کو دیکھکر رونا آئیگا - وہ قیامت کے دن ہونگے - زبردست
نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی - ایک ہولناک نشان یعنی انمیں سے ایک ہولناک نشان ہوگا - شاید وہی زلزلہ ہو جسکا وعدہ ہے - یا آسمان سے کوئی
اور نشان ظاہر ہو - یا طاعون قیامت کا نمونہ دکھلا دے - پھر خدا تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے - کہ میری رحمت تجھکو لگ جائیگی اللہ رحم کریگا
اعییناک (یعنی ہم اسقدر نشان دکھلائینگے کہ تو دیکھتے دیکھتے تھک جائیگا -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ناظرین کی توجہ کے لائق

اور مخالفوں سے ایک استفسار

دنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر پر نازل ہوتا ہے اور اس شہر کے باشندوں کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلقات ہوتے ہیں۔ تو اس شخص اور اس کے عیال اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہو جاتا ہے کہ اس شخص کے مال اور عزت اور جان پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ایسا ہی حضرت عزت جلشانہ کی عادت میں داخل ہے کہ جس شخص کو اس جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے۔ اور ایک عام قتل کا نافذ ہوتا ہے۔ تب ملائک کو جناب حضرت عزت جلشانہ سے فہمائش کی جاتی ہے۔ کہ اس گھر کے محافظ رہیں بس یہی بھید ہے۔ کہ جب عام طاعون دنیا پر نازل کی گئی۔ تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار۔ یعنے ہر ایک شخص جو اس گھر چار دیواری کے اندر ہے۔ میں اس کو طاعون سے بچاؤنگا۔ چنانچہ قریبًا گیارہ برس ہوئے۔ جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر گذر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا۔ یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ لیکن ان کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے۔ اب بھی اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ یہ انسان کا افترا ہے یا یہ خدا کا کلام نہیں۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ ایسا ہی افترا وہ بھی شائع کرے یا قسم کھا کر یہ شائع کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ پھر میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ خدائے قدیر ضرور اس کو اس بے باکی کا جواب دیگا۔ اگر تم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیر کرو۔ تو تمام دنیا میں تمہیں کوئی ایسا ملہم نہیں ملیگا کہ خدا نے اسکو طاعون کی نسبت یہ تسلی دی ہو کہ وہ اسکے گھر میں نہیں آئیگی چاہیئے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی ضرور اس بات کا جواب دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

میرزا غلام احمد مسیح موعود۔

مطبع میگزین قادیان میں باہتمام نائب ناظم میگزین منیجر صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے طبع ہوا۔

متابعت سے بجالاوے اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے جس میں نفس کو کچھ دخل دینے کی گنجائش ہو پس جب کہ کامل طور پر اتباع سنت میسر آجائیگا۔ اور ایک ذرہ ہوائی نفس کی پیروی نہیں رہیگی بلکہ ظاہر و باطن متابعت رسول کریم سے منور ہو جائیگا تو وہ حالت ہے جس کا نام فنا باللہ ہے۔ مگر افسوس اس پرظلمت زمانہ میں بجائے اس کے کہ اس کبریت احمر کی قدر کریں اکثر دل کو اس طریق سے بغض ہے اور اتباع سنت سے ایک چڑ ہے حالانکہ دوسری فنا بجز اس کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتی اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم انزل برکات محمد وصل علی محمد وبارک وسلم۔ تیسری شرط مورد معارف الٰہیہ ہونیکے لئے یہ ہے کہ رضا بقضاء ہو۔ اور ایسا انشراح صدر میسر آجائے کہ جو کچھ ارادت اللہ سالک پر نافذ ہوں عاشق صادق کی طرح ان سے متلذذ ہو اور انقباض پیدا نہو بلکہ یہانتک موافقت تامہ پیدا ہو جائے کہ اس محبوب حقیقی کی مراد اپنی ہی مراد معلوم کرے اور اس کی خواہش اپنی ہی خواہش دکھلاوے اس جگہ بھی وہی سوال لزوم دور کا لازم آتا تھا۔ اور جواب بھی وہی ہے جو پہلے دیا گیا تھا۔ انسان کا کام بغیر صحبت صادقین کے سراسر خام ہے اور بغیر طریق فنا یا صحبت فانیوں کے ایمانکا سلامت لیجانا نہایت مشکل ہے پس سعید وہی ہے کہ جو سب سے پہلے ایمانکی سلامتی کا فکر کرے اور ناحق کی ظاہری جھگڑوں اور بے فائدہ خرخشوں سے دستکش ہو کر اس جماعت کی رفاقت اختیار کرے جن کو خدا نے اپنا درد عطا کیا ہے اور یقیناً سمجھ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمدہ نعمت دنیا کے لئے لائے وہ یہی درد اور محبت الٰہی ہے۔ جس کو خدا اور رسول کی محبت دی گئی اس نے اپنی اصل مراد کو پالیا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سعید ہے اور نار جہنم کو اس سے مس کرنا حرام ہے لیکن جسکو وہ محبت عطا نہیں ہوئی اور اس نے اپنے خدا اور اپنے نبی کی قدر نشناخت نہ کی اس کا زبانی طور پر مسلمان کہلانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلکہ نماز روزہ بھی بغیر ذاتی محبت کے اپنی اصل حقیقت سے خالی ہے ایک حدیث میں آیا ہے۔ یاتی علی امتی زمان یصلون ویصومون ویجتمعون فی المساجد ولیس فیھم مسلم۔ یعنی ایک زمانہ وہ آئیگا کہ لوگ نماز میں بھی پڑھینگے اور روزہ بھی رکھینگے اور مسجدوں میں اکٹھے بھی ہونگے پر ان میں سے ایک بھی مسلم نہوگا یعنی مومن حقیقی نہوگا اور اپنی دنیا اور اپنے رسوم میں گرفتار ہونگے اور دین بھی رسم کے طور پر بجالائینگے سو ایسا ہی وقت کا اندیشہ ہے۔ خداوند کریم رحم کرے ۲۶ ستمبر ۱۸۸۳ء مطابق ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۰ھ فتوح الغیب

۱۲ حقیقت کی - لاہوتی - ملکوتی - جبروتی - ناسوتی - اور مقامات کی شرح ۱۳۱ صفحہ کے

مخدوم مکرم اخویم سلمہ اللہ تعالی - السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ - یہ عاجز دعا سے غافل نہیں مگر ہر
ایک امر وقت پر موقوف ہے اور آپ میں آثار سعادت اور رشد کی ظاہر ہیں کہ آپ کی حقیقت یعنی
پرنظر ہے اور صدق اور خلوص اور وفا اور حسن ظن کا خلق موجود ہے پس یہ وہ چیزیں ہیں کہ جس کو مولی کریم
کی طرف سے عطا کیجاتی ہیں اس کے لیئے استقامت کا عطا ہونا ساتھ ہی مقدر ہوتا ہے خداوند تعالی
نہایت درجہ کریم و رحیم ہے وہ جس دل میں ایک ذرہ بھی اخلاص اور صدق پاتا ہے - اسکو ضایع نہیں
کرتا آپ بعض اپنے دوستوں کی تغیر حالت سے دل شکستہ نہ ہوں - مولوی صاحب کی وہ حالت
ہے کہ نہ انہوں نے ارادت کے وقت اس عاجز کو شناخت کیا اور نہ فسخ ارادت کیوقت پہچانا
سو انکی نہ ارادت قابل اعتبار تھی اور نہ فسخ ارادت معتبر ہے ارادت اور فسخ ارادت وہی معتبر
ہے جو علی وجہ البصیرت ہو اور اگر علی وجہ البصیرت نہیں تو کچھ بھی نہیں مسجد کا زینہ طیار ہو
گیا ہے عجب فضل الہی ہے کہ شاید پرسوں کے دن یعنی بروز سہ شنبہ مسجد کی طرف نظر کیگئی تو اسی
وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک اور فقرہ الہام ہوا - اور وہ یہ ہے - فیہ برکات للناس -
یعنی اسمیں لوگوں کے لیئے برکتیں ہیں - فالحمد للہ علی ذالک ہر سہ حصہ کی کتابیں اگرچہ زبانی یاد
نہیں مگر شاید قریب دو سو کے کتابیں باقی ہونگی صفحہ ۱۳۱ فتوح الغیب کی شرح یہ ہے کہ سالک
کا چار حالتوں پر گذر ہوتا ہے - اور حالت چہارم سب سے اعلی ہے - اور وہی ترقیات قرب کا انتہائی
درجہ ہے جس پر سلسلہ کمالات ولایت کا ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے - کہ پہلی حالت وہ حالت
ہے کہ جب انسان ناسوتی اندیشوں میں مبتلا ہوتا ہے اور شتر بے مہار کیطرح جو چاہتا ہے کہتا ہے اور جو
چاہتا ہے پیتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے چلتا ہے - سو وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ ناگاہ حضرت
خداوند کریم اس پر نظر کرتا ہے اور باطنی اور ظاہری طور پر توبہ کا سامان اس کے لیئے میسر
کر دیتا ہے - باطنی طور پر یہ کہ یک بیک ایک جذبہ توبہ خداوند کریم کی طرف سے اس کے شامل حال
ہو جاتا ہے - اور وہی جذبہ درحقیقت واعظ باطنی ہے اور اسی سے فسق و فجور کی زنجیریں ٹوٹتی ہیں
اور انسان اپنے نفس میں قوت پاتا ہے کہ نفس امارہ کی پیروی سے دستکش ہو جائے اگرچہ پہلے اس
سے ایک اور کمزور سا واعظ بھی انسان کے نفس میں موجود ہے جسکو لمعۃ الملک سے تعبیر کرتے